حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-4540513-4519240

ملفوظات حکیم الامت جلد نمبر ۱۳

مقالات حکمت
و
مجادلات معدلہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

کے

علمی، تحقیقی، اصلاحی ملفوظات کا نادر مجموعہ

جلد دوم

عنوانات

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑگیٹ ملتان

باہتمام ———— محمد اسحٰق عفی عنہ
مطبع ———— شرجیل پریس ملتان
ناشر ———— ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان ○ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
کشمیر بک ڈپو فیصل آباد ○ دار الاشاعت اردو بازار کراچی
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ○ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

مجادلات معدلت

مقالات حکمت

مجادلات معدلت

مقالات حکمت (حصہ ہفتم)

مجادلات معدلت

دعوات عبدیت (حصہ ہشتم)

مجادلات معدلت متعلقہ حصہ ہشتم دعوات عبدیت

ملفوظات ملحقہ حصہ چہارم و پنجم دعوات عبدیت

☆ مقالات حکمت ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) شیخ کی ظاہری تعظیم کی بجائے اطاعت و محبت مطلوب ہے :

فرمایا کہ پنجاب اور پورب میں مشائخ کے ساتھ ظاہری تعظیم اور ادب میں تو بہت مبالغہ کرتے ہیں، لیکن احکام شرعیہ میں ان کی اطاعت بہت کم کرتے ہیں اور ان اطراف کے مشائخ بھی اپنے کو ذرا قدر و منزلت سے رکھتے ہیں۔ نیز وہاں کے لوگ شیوخ کے عیوب سے اکثر چشم پوشی کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ صریح خلاف شرع ہوں۔ برخلاف اس کے ہمارے اطراف کے لوگ اگرچہ تعظیم و تکریم زیادہ نہیں کرتے لیکن اپنے شیوخ کی اطاعت اور محبت میں کامل ہیں۔ اور شریعت پر بھی نظر رکھتے ہیں۔

(۲) تھانہ بھون کی اطراف کے لوگ بے تکلف اور جانباز ہوتے ہیں

فرمایا کہ ہمارے اطراف کے لوگ اگرچہ بہت دیر میں کسی کے معتقد ہوتے ہیں لیکن جب کسی کے معتقد ہو جاتے ہیں تو ہر وقت جانبازی کے لئے آمادہ اور بذل اموال و املاک میں تیار رہتے ہیں۔ البتہ گفتگو اور برتاؤ میں بالکل سادہ ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ دیہات کے لوگ تو گفتگو میں "تو" اور "تیرا" تک بھی کہہ لیتے ہیں۔

(۳) اسلام میں حقیقتاً کوئی شبہ نہیں :

فرمایا کہ جو لوگ آجکل مذہب اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب اختیار کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کو مذہب اسلام میں کچھ شبہات پیدا ہوئے ہوں

بلکہ زیادہ تر دنیا کے لالچ سے ہوتے ہیں اور اگر واقع میں کسی کو کوئی شبہ ہوا اور اس لئے اس نے اسلام کو ترک کیا تو نہایت ہی حماقت کی، کیونکہ مذہب اسلام میں اگر ایک شبہ ہے کہ جو یقیناً غیر ناشی عن دلیل ہے تو دوسرے مذاہب میں تو پچاس شبہے ناشی عن دلیل موجود ہیں۔ پس ایک وہمی شبہے کی بدولت اسلام جیسے پاک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے یقینی شبہات میں پڑنا کونسی عقل کی بات ہے۔

(۴) حضرت حکیم الامتؒ کی فراست :

خواجہ عزیز الحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب دام مجدہم فرماتے تھے کہ بنگالے سے ایک صاحب علم نے مجھے لکھا کہ اکثر لوگ درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں توبہ کرا دیجئے تو ان کو توبہ کرا دیا کروں یا نہیں؟ میں سمجھ گیا کہ مقصود ان کا یہ ہے کہ وہاں سے اجازت ہو جائے گی تو اس کو لوگوں میں مشہور کر کے بیعت ارشاد لینا شروع کردوں گا۔ میں نے ان کو لکھا کہ توبہ کرانے میں مضائقہ نہیں لیکن صرف الفاظ توبہ زبان سے کہلا دیا کریں اور اس وقت اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیں اور راز اس میں یہ تھا کہ عوام الناس بدون ہاتھ میں ہاتھ لئے بیعت کو بیعت نہیں سمجھتے' تو ایسا کرنے سے ان صاحب کی غرض حاصل نہ ہوئی۔

(۵) حوادث کے وقوع کی علت بدون وحی معلوم نہیں ہو سکتی :

فرمایا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بلا دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص پر میری مخالفت کرنے سے فلاں مصیبت آئی' حالانکہ ایسا کہنا سوائے انبیاء کرام کے اور کسی کو جائز نہیں۔

(۶) سپرٹ ملی روشنائی سے اسمائے مقدسہ لکھنا بے ادبی ہے :

فرمایا کہ سرخ پوڑیہ سے "اللہ" یا "محمد ﷺ" کا نام لکھنا میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے کیونکہ پوڑیہ میں اسپرٹ کا شبہ ہے اور اگرچہ بعض اسپرٹ شیخینؒ

کے نزدیک طاہر ہیں لیکن امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً طاہر نہیں اور اختلافی مسائل سے حتی الوسع بچنا اولیٰ ہے، خاص کر جب کہ اکثر کا فتویٰ بھی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔

(۷) تعلیم و تدریس مشقت کا کام ہے :

طالب علموں کے لئے فرمایا کہ اللہ اللہ کرنا تو بہت آسان ہے کیونکہ اس میں لذت بھی ہوتی ہے اور جاہ عند الناس بھی اور کوئی مشقت بھی نہیں ہوتی، لیکن تعلیم اور تدریس سخت مشکل کام ہے۔ کیونکہ اس میں تعب عظیم ہوتا ہے، اولاً تحصیل میں، ثانیاً مطالعہ میں، ثالثاً القاء و املاء بر طلبہ میں اس میں مشغول ہونا اہل علم کا اصل کام ہے۔

(۸) مسئلہ معتمد علیہ جگہ سے دریافت کرے :

ایک صاحب نے ایک مسئلہ مولانا سے دریافت کیا اور اس کے ذیل میں یہ بھی کہنے لگے کہ فلاں مولوی صاحب نے اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ جب تم نے ایک جگہ اس مسئلے کو دریافت کر لیا ہے تو پھر دوبارہ کیوں دریافت کرتے ہو اور اگر تم کو ان مولوی صاحب پر اعتقاد نہیں تو پھر میرے سامنے ان کا نام لینے سے کیا فائدہ اور فرمایا کہ یہ حرکت سخت بیہودگی ہے۔

(۹) لوگوں کو اپنے شر سے بچانے کے لئے خلوت اختیار کرے :

فرمایا کہ فقراء جو خلوت اختیار کرتے ہیں تو بعض محققین نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں یہ نیت ہونی چاہئے کہ لوگ ہمارے شر سے محفوظ رہیں جس طرح سے کہ مار و کژدم کا لوگوں سے جدا رہنا اسی مصلحت سے مناسب ہے اور یہ نیت نہ ہونی چاہئے کہ ہم دوسروں کے شر سے محفوظ رہیں گے، کیونکہ اس نیت سے لازم آتا ہے کہ دوسروں کو اپنے سے بدتر جانیں اور یہ تکبر ہے جو فقیری سے بفراسخ بعید

ہے۔

(۱۰) بزرگ اپنا تبرک محض دلجوئی کے لئے دیتے ہیں :

فرمایا کہ اکثر بزرگ جو طلب کرنے پر یا بلا طلب اپنا تبرک عطا فرماتے ہیں تو محض یہ نیت ہوتی ہے کہ ایک محب کا دل خوش ہوگا اور محبت بڑھے گی، نہ اس لئے کہ وہ حضرات اپنے کو صاحب برکت سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ خود بینی ہے اور وہ حضرات اپنے کو ارذل المخلوقات سمجھتے ہیں۔

(۱۱) غیر مقلدین میں بد زبانی اور بدگمانی کا مرض ہوتا ہے

فرمایا کہ جماعت اہل حدیث میں دو امر قابل اصلاح ہیں: ایک بدگمانی، دوسرے بد زبانی ائمہ اور ان کے مقلدین کی شان میں۔ حالانکہ انہوں نے قواعد و اصول قرآن و حدیث ہی سے استخراج کئے ہیں اور مسائل کو ان پر متفرع کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ احادیث صرف صحیح بخاری ہی میں منحصر نہیں، لیکن اگر کسی میں یہ دونوں عیب نہ ہوں اور اتباع ہوا سے پاک ہو اور عمل میں خلوص ہو اور وہ مسئلہ خلاف ائمہ اربعہ کے نہ ہو اور خود اجتہاد نہ کرے تو ایسا شخص عند اللہ تو ملوم نہ ہوگا، لیکن تجربہ یہ ہے کہ ہمارا نفس آزادی اور سہولت کا جویا ہوتا ہے۔ ہم کو اگر کسی ایک مذہب کا پابند نہ کردیا جائے تو ہمارا دین محفوظ رہنا نہایت دشوار ہے۔

(۱۲) وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنے میں تفصیل ہے :

فرمایا کہ بعض نے بوجہ حدیث اجعلوا آخر صلٰوتکم الوتر کے رکعتین بعد الوتر کو منع کیا ہے اور بعض نے اجازت دی ہے، لیکن میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اگر اول شب میں وتر پڑھے تو رکعتین پڑھ لے کہ ایک درجے میں قائم مقام تہجد کے ہوجائیں گی اور اگر آخر شب میں بعد تہجد پڑھے تو ان رکعتین کو ترک کردے۔

(۱۳) محض تعلیم سے تربیت نہیں ہوتی :

فرمایا کہ محض تعلیم اور تدریس یا بڑا عالم فاضل ہو جانے سے انسانیت نہیں آتی، بلکہ اس کے لئے بزرگان دین کی صحبت اور طبیعت کی سلامتی کی بھی ضرورت ہے۔

(۱۴) قرآن و حدیث میں معاشرت کے تمام احکام موجود ہیں :

ایک مرتبہ فرمایا کہ میرا ارادہ آداب معاشرت میں ایک کتاب لکھنے کا ہے اور خیال ہے کہ طالبین کو دوسرے اوراد و اشغال سے قبل اس کی تعلیم دی جائے تاکہ ان کے تہذیب اخلاق میں معین ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ معاشرت وغیرہ طبیعت کے اقتضاء پر ہے۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ حضرت شارع علیہ السلام نے کسی بات کو چھوڑا نہیں، سب کچھ بتلا دیا ہے اور وہ سب قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ لیکن اس کے سمجھنے کے لئے استعداد اور طبع سلیم کی ضرورت ہے۔

(۱۵) قیدیوں کی تیار شدہ چیزیں استعمال نہ کرنا بہتر ہے :

فرمایا کہ کفار کے جیل خانوں میں جو مجرموں سے مختلف چیزیں تیار کرائی جاتی ہیں ان کا خریدنا بلا خلا جائز ہے، کیونکہ وہ لوگ تمام شرائع کے مکلف نہیں ہیں۔ البتہ مسلمانوں کی ریاست میں جو جیل خانے ہیں ان میں تیار شدہ چیزیں بہتر یہ ہے کہ استعمال نہ کی جائیں۔ مگر از روئے فتویٰ بوجہ اس کے کہ مادہ ان اشیاء کا اہل ریاست کا مملوک ہے، حلال کہا جائے گا۔ البتہ اجر مثل ان کے ذمہ رہے گا اور اسی وجہ سے ان چیزوں میں ایک گونہ خبث ہوگا۔ مگر مغصوب کے درجے میں نہ ہوگا۔
پھر فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بہاولپور گیا تو وہاں قیدیوں کو پنکھا کھینچنے کے لئے بلایا گیا۔ ایک دو روز تک تو مجھے معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہ قیدی ہیں۔ بعد کو جب معلوم ہوا تو

سخت پریشانی ہوئی لیکن غور کرنے سے یہ سمجھ میں آیا کہ اگر ان کو یہاں سے چھوڑ دیا گیا تو یہ جیل خانہ میں جاکر اس سے بھی زیادہ مشقت کے اندر مبتلا ہوں گے۔ لہٰذا یہی بہتر ہے کہ ان کو یہیں رکھا جائے اور آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ دوپہر کے وقت ان کو آرام کرنے کے لئے کہہ دیا جاتا تھا۔ نیز کھانا بھی ان کو دے دیا جاتا تھا۔ اس سے وہ لوگ بہت ہی خوش ہوئے۔ کبھی پنکھا کھینچنے کے لئے بجائے ان کے اپنے ساتھیوں میں سے کسی شخص کو بٹھلا دیا جاتا تھا۔ ظاہر بینوں کو اس فعل پر موقع اعتراض ہو سکتا ہے کہ قیدیوں کی خدمت کو گوارا کیا لیکن حقیقت سے واقف ہونے کے بعد کسی قسم کے خلجان کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔

(۱۶) اہل اسلام کے لئے نافع مضامین :

فرمایا کہ دو تین مضمونوں کی تدوین کی میرے نزدیک نہایت ضرورت ہے۔ ایک تو علم کلام میں یعنی سائنس کے شبہات کے جوابات علم کلام قدیم کے اصول سے تاکہ یہ اعتراض مندفع ہو جائے کہ شریعت علوم جدیدہ کی محتاج ہے دوسرے معاملات کی جو نئی صورت پیش آ رہی ہیں۔ مثلاً تجارت کے تمام شعبے، مطابع کی تمام صورتیں، زمینداری کاشت کاری ملازمت کی تمام شاخیں علیٰ ہٰذا اور جتنے کاروبار ہیں سب کی صورتیں لکھ کر ان کے متعلق احکام شرعی بتلائے جائیں۔ تیسرے ایک کتاب حدیث میں لکھی جائے جس میں فقہ حنفی کے متمسکات ہوں، تاکہ غیر مقلدین کو امام صاحب پر طعن کی گنجائش نہ رہے اور اس میں ضروری جزئیات فقہ کو حدیث سے ثابت کیا جائے تاکہ ان کا یہ گمان جاتا رہے کہ حنفیہ کے پاس مسائل جزئیہ میں حدیثیں نہیں ہیں، مگر ان تینوں کاموں میں میرے نزدیک اول و دوم زیادہ اہم ہیں۔ اور اس کے لئے میں نے متعدد جلسوں میں جدید تعلیم یافتہ حضرات سے درخواست بھی کی کہ مجھ کو ان شبہات اور واقعات و معاملات سے مطلع کیا جائے اور انہوں نے سوالات جمع کر کے بھیجنے کا وعدہ بھی کیا،

لیکن حسب عادت ایک نے بھی ایفاء وعدہ نہیں کیا۔ ان کے نزدیک سب سے بڑا اور ضروری کام یہ ہے کہ سال بھر میں دو چار لیکچر دیدیئے اور بس۔ اور پھر لطف یہ کہ علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہماری اصلاح نہیں کرتے۔ حالانکہ جب کسی کو شبہات ہی کا علم نہ ہو اور خیالات ہی سے کماحقہ واقفیت نہ ہو تو وہ اصلاح کیا کر سکتا ہے۔ تو کم از کم علماء سے سوالات تو کرنا چاہئیں۔

(۱۷) اصلاح ظاہری و باطنی فرض ہے :

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اصلاح اعمال قالبیہ اور قلبیہ کی ازبس ضروری ہے۔ اگر استاد ظاہر سے میسر نہ ہوسکے جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہے تو استاد باطن کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اگرچہ اس میں والدین ناراض ہوں (یہ غالباً اس کلیہ کے تحت میں ہے لا طاعة لمخلوقٍ فی معصیة الخالق مولوی محمد

(۱۸) امام سے پہلے رکوع سجدہ کرنا سخت گناہ ہے :

ایک روز بعد نماز ظہر ایک شخص سے فرمایا کہ تم نماز میں امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرتے ہو، یہ سخت گناہ ہے اور نہایت ہی برا ہے۔ ظاہر ہے کہ امام سے پہلے تو نماز سے فراغت ہو نہیں سکتی کہ جلدی سے چھٹکارا ہو جائے۔ پھر اس قدر جلدی کرنے سے کیا فائدہ؟ پھر فرمایا کہ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ آپ نے نماز میں اس کو ایسا کرتے کیونکر دیکھ لیا، کیونکہ اول تو آنکھ کی شعاعیں بلا اختیار ہی چپ و راست میں پھیلتی ہیں۔ دوسرے فقہا نے لکھا بھی ہے کہ اگر امام کو کوئی شک ہو جائے تو مقتدی کو چپ و راست سے دیکھ لینا جائز ہے۔ سو جیسے اصلاح اپنی نماز کی مصلحت ہے اسی طرح مصلحت دوسرے کی نماز کی۔ سو اس کے لئے بھی دیکھ لینا درست ہے۔ پھر فرمایا کہ میرٹھ میں ایک مولوی صاحب تھے۔ وہ رکوع اور سجدے میں دائیں بائیں دیکھتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ درست نہیں۔ کہنے لگے کہ تجھ کو

کیونکر معلوم ہوا کہ میں نے نماز میں ادھر ادھر دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو نماز میں مجھ کو دیکھ رہا تھا۔ سو میری تقریر مذکور سے ان مولوی صاحب کی غلطی اس اعتراض میں ظاہر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ اسی کو بڑا ہنر سمجھتے ہیں اور اسی لئے مولوی بنتے ہیں کہ دوسروں پر ہر بات میں غالب آئیں اور حق کو قبول نہیں کرتے۔

(۱۹) امور دین میں بھی انتظام کا اہتمام ہونا چاہئے :

ایک مرتبہ نماز عصر کے وقت عبدالرحیم موذن سے ایک معمار نے کہ وہ اس وقت اپنی تعمیر کے کام میں مشغول تھا اذان کہنے کی اجازت چاہی۔ عبدالرحیم نے اس کو اجازت دے دی تو اس نے خلاف معمول باورچی خانے کی چھت پر کھڑے ہو کر کہ وہاں حضرت مولانا کی نشست گاہ تیار ہو رہی تھی اذان کہہ دی۔ جب وہ اذان کہہ چکا تو مولانا نے اس سے بلا کر دریافت کیا کہ تم نے کس کی اجازت سے اذان کہی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ عبدالرحیم موذن نے مجھ کو اجازت دے دی تھی۔ مولانا نے عبدالرحیم کو بلا کر تنبیہہ فرمائی اور فرمایا کہ تم نے بلا ضرورت کیوں اجازت دی۔ پھر فرمایا کہ بد انتظامی سے دوسروں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور اپنے کو بھی۔ دیکھئے اس وقت اس واقعہ میں کتنی مصلحتیں فوت ہوئیں۔ اس معمار نے اتنی دیر کام کا حرج کیا اور موذن کو اپنے کام سے بے فکری ہوئی اور اس کی عادت پڑنا ٹھیک نہیں اور اہل محلّہ کو خواہی نخواہی وحشت ہوئی کہ وہ سمجھیں گے کہ اب چھت پر اذان ہوا کرے گی، ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی اور وہ غریب لوگ ہیں بوجہ لحاظ کے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ مگران کو کلفت اور پریشانی تو ہوئی۔ یہ تمام خرابی معمول بدلنے سے اور بے انتظامی سے ہوئی اور فرمایا کہ کیسا افسوس ہے کہ امور دنیا میں تو ہر شخص کے ہاں انتظام اور اہتمام ہے اور امور دین میں اس قدر بے اہتمامی اور بے انتظامی شائع ہوئی ہے کہ کچھ بھی انتظام نہیں رہا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ دین میں انتظام نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ترمذی شریف میں شمائل میں مروی

ہے کہ کان لہ عتادٌ فی کل شیء۔ یعنی حضور ﷺ کا ہر امر میں ایک ضابطہ مقرر تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز ازواج مطہرات ؓ نے بستر مبارک کو دو تہہ کرکے بچھا دیا تھا۔ اس روز حضور ﷺ دیر میں بیدار ہوئے۔ فرمایا کہ آج ضرور کوئی جدید بات ہوئی ہے۔ آخر بستر کو ایک تہہ کرایا اور فرمانے لگے کہ حجرے میں نوافل پڑھ لینا تو بغیر انتظام بھی ممکن ہے لیکن عظیم الشان سلطنت کا کام بغیر انتظام کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو اگر دین میں انتظام بالکل نہیں تھا تو حضرات صحابہ کرام ؓ کو یہ عظیم الشان سلطنت کیا بے انتظامی ہی سے مل گئی تھی۔ حاشا و کلا۔ دین میں تو یہاں تک انتظام ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی ؓ نے اذان کہی اور دوسرے نے تکبیر شروع کی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تکبیر اس کا حق ہے جو اذان کہے' اور یہ انتظام ہی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قاضی انصار میں سے ہونا چاہئے اور موذن اہل حبشہ میں سے (اس کے بعد مولانا مزاحاً فرمانے لگے کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو تو موذن اہل حبشہ کے مشابہ دے دیا یعنی سیاہ فام) کیونکہ اہل حبشہ قوی ہوتے ہیں اور اس لئے ان کی آواز بھی بلند ہوتی ہے۔

(۲۰) انتظام میں راحت ہے :

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے۔ اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

(۲۱) مسلمانوں میں تفریق کا موجب بننا صحیح نہیں :

فرمایا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو آپ کے لشکریوں میں سے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ باغیوں کا سردار نماز پڑھا رہا ہے۔ ہم لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پڑھ لو۔ اس فتوے کا مبنیٰ وہی حفظ نظم تھا علیٰ ہذا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص عید کا چاند

دیکھے اور حاکم شرع اس کو قبول نہ کرے تو اس کو روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر نہ رکھا تو قضا واجب ہوگی۔ مجال نہیں کہ کوئی شخص تفریق کلمہ کا باعث ہو سکے۔ اگرچہ اس نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھا ہو۔ یہ سب انتظام ہی تو ہے۔

(۲۲) اسلام کے تمام اصول عقلی ہیں، فروع کا عقلی ہونا ضروری نہیں

فرمایا کہ ایک بات اہل علم کے کام کی بیان کرتا ہوں کہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ مناظرہ کرنے میں نہایت بکار آمد ہے۔ وہ یہ کہ احکام کی دو قسمیں ایک اصول دوسرے فروع اور مذہب کا اصل مدار در حقیقت اصول ہی ہیں۔ پس اصول کو مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ ہونا چاہئے۔ اور فروع کے لئے بھی اگرچہ نفس الامر میں دلائل عقلیہ اور اس میں اسرار ہیں لیکن ہم کو ان اسرار پر مطلع نہیں کیا گیا۔ اور اصول سے مراد ہیں توحید و رسالت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حقیقت کلام اللہ۔ تو ان سب پر تو دلائل عقلی پیش کرنا ضروری ہے۔ باقی فروع کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حکم کو نازل فرمایا اور آپ نے اس کی تبلیغ فرمائی اور اگر کسی فرع کی دلیل عقلی منکشف ہو جائے تو یہ تبرع محض ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آجکل ہندوستان پر جارج پنجم کی حکومت ہے اور ان کے قوانین تمام ملک میں جاری ہیں۔ تو یہاں دو قسم کے احکام ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بادشاہ ہیں یا نہیں اور پھر بادشاہ ہیں تو یہ ان کے قانون ہیں یا نہیں؟ سو اس کے لئے تو دلائل معقولہ کی ضرورت ہے۔ دوسرا یہ حکم کہ ان قوانین میں کیا مصلحت ہے؟ تو اس پر امتثال قوانین موقوف نہیں۔ غرض ان قوانین پر عمل کرنے کے لئے اس کی تو ضرورت ہے کہ ہم جارج پنجم کے بادشاہ ہونے پر دلائل عقلی تلاش کریں اور آثار اور سطوت سے اس کو سمجھیں، لیکن اگر ہم اس کو بادشاہ مان لیں تو پھر سب قوانین پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ اس میں اس کا انتظار نہ کیا جائے گا کہ ہر قانون کی لم علیحدہ علیحدہ ہم کو معلوم ہو، بلکہ اگر کسی مقدمے میں مثلاً جج کچھ فیصلہ کردے اور مدعا علیہ

صرف علت قانون معلوم نہ ہونے کی وجہ سے عمل کرنے میں کوتاہی کرے تو وہ مجرم اور سزا کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اسی طرح قوانین الہیہ میں سمجھنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ کسی شخص کو شرعیات کی لم دریافت کرنے کا منصب نہیں اور اگر کوئی پوچھے بھی تو علماء کو جواب میں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ ہم واضع احکام نہیں ہیں جو علت جاننا ضروری ہو بلکہ عالم قانون ہیں جس میں علت جاننا لازم نہیں، جیسے وکلاء کہ عالم قانون ہوتے ہیں۔ ان کو قانون کی علت اور لم کا معلوم ہونا ضروری نہیں نہ وہ اس کے مدعی ہوتے ہیں۔ تو اگر ان سے کوئی قانون کی علت دریافت کرنے لگے تو وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم عالم قانون ہیں، واضع قانون نہیں اور قوانین کی علت واضعان قانون سے دریافت کیجئے۔ اسی طرح سے علماء واضعان قانون نہیں بلکہ محض عالمان قانون ہیں۔ واضع قانون حق تعالیٰ ہیں۔ تو علماء سے قوانین کی علت اور لم دریافت کرنا بھی سخت غلطی ہے۔ اور علماء کو بھی نہ چاہیے کہ وہ بالکل تابع بن کر علل بیان کرنا شروع کر دیں، کیونکہ ایسا کرنے سے اس مفسدہ کا فتح باب ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر جگہ علت کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ کسی جگہ تو ضرور خاموش ہونا پڑے گا۔ مثلاً اگر کوئی پوچھنے لگے کہ مغرب کے وقت تین رکعت کیوں مقرر ہوئی اور حج ذی الحجہ میں کیوں مقرر ہوا تو ہم کیا جواب دیں گے، یا کوئی پوچھنے لگے کہ نماز پانچ وقت ہی کیوں مقرر ہوئی تو ہمارے پاس کیا معقول جواب ہے۔ تو جب کہ کسی نہ کسی جگہ پہنچ کر اس قاعدے سے کام لینا پڑے گا تو پہلے ہی سے اس سے کیوں نہ منتفع ہوں۔

(۲۳) ایک خواب کی خوش نما تعبیر:

ایک صاحب نے لکھ کر بھیجا کہ ایک لڑکی نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک گائے بول رہی ہے اور اس خواب کی تعبیر ایک شخص نے یہ دے دی ہے کہ جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے وہ ایسا خواب دیکھتا ہے۔ اس تعبیر کو سن کر وہ لڑکی سخت

پریشان ہے۔ اب آپ بہ قسم تحریر فرمایئے کہ یہ تعبیر صحیح ہے یا نہیں۔ اور بدون آپ کی قسم کے اس لڑکی کی پریشانی نہ جائے گی۔ مولانا نے فرمایا کہ میں سخت پریشان ہوا کہ تعبیر خواب کی ظنی ہوتی ہے۔ میں کیونکر قسم کھالوں۔ آخر سمجھ میں آیا کہ اس طرح لکھا جائے کہ میں بہ قسم لکھتا ہوں کہ یہ تعبیر یقیناً صحیح نہیں ہے۔ معنی یہ تھے کہ اس کی صحت یقینی نہیں نہ یہ کہ اس کی عدم صحت یقینی ہے۔ اس جواب سے ان شاء اللہ ان کی تسلی ہو جائے گی۔

(۲۴) ہر گز کسی کو اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے :

ایک شخص نے قصہ بیان کیا کہ ایک شخص کسی نہر پر غسل کرنے گیا۔ وہاں پانچ سو روپیہ اس کو ملا۔ اس نے وہ سب روپیہ لا کر عدالت میں دے دیا اور عدالت نے اعلان کر دیا کہ جس کا ہو لے جائے۔ اس کے بعد اسی شخص نے بہت ہی کمتر زیور کے لئے ایک لڑکے کو قتل کر دیا اور جب اظہار ہوا تو اقرار کر لیا۔ لیکن حاکم اس کو پہچانتا تھا۔ اس لئے اس نے تعجب کیا اور اس کو مجنون سمجھ کر اقرار کو غلط سمجھا۔ اس نے پھر اقرار پر اصرار کیا۔ حاکم نے وجہ پوچھی تو کہا کہ صاحب اس وقت ایسا ہی دل تھا اور اس وقت ایسا ہی تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے قہر سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی مقلب القلوب ہیں۔ جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ ہر گز کسی کو اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اور ہر وقت دعاء واستغفار کرتے رہنا چاہئے۔

(۲۵) تکلف میں سراسر تکلیف ہے :

فرمایا کہ سفر فی نفسہ فرحت کی چیز ہے' کیونکہ کوئی مشغلہ ذمہ داری کا نہیں ہوتا۔ مختلف مقامات کی سیر ہوتی ہے۔ مختلف احباب سے مل کر جی خوش ہوتا ہے مگر یہ اسی وقت ہے کہ لوگ تکلف نہ کریں۔ ورنہ پھر سخت تکلیف ہوتی ہے مگر

آج کل دکاندار پیروں کی بدولت تکلف ایسا عام ہوا ہے کہ شاید کوئی جگہ اس سے خالی ہو، کیونکہ اگر ان لوگوں کی تعظیم نہیں کی جاتی تو شکایت کرتے ہیں اور کھانے میں اگر ان کے ساتھ سادگی برتی جائے تو ناک منہ چڑھاتے ہیں۔ تو عوام تکلفات کے خوگر ہو گئے اور اس سے تفریح جو آزادی میں ہوتی برباد ہو گئی۔

(۲۶) غریب آدمی کو اپنے پاس کسی کی امانت نہ رکھنی چاہیے :

فرمایا کہ جو لوگ محتاج اور تہی دست ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے پاس کسی کی امانت نہ رکھیں۔ کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ کسی ضرورت میں نفس خرچ کر لینے کی رائے دے اور اگرچہ خرچ کرتے وقت ارادہ ادا کرنے کا ہوتا ہے، لیکن ہر وقت میسر آنا تو آسان نہیں۔ علیٰ ہذا قرضہ بھی حتی الوسع نہ لینا چاہیے۔ اور اگر لیا جائے تو اس کو بہت جلد ادا کر دینا چاہیے، کیونکہ جب ہزاروں کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور قرض خواہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں تو اس وقت قرض دار کی نیت ٹھیک نہیں رہتی۔ سمجھتا ہے کہ سب سے تو سبکدوش ہو نہیں سکتا، رسوائی تو ضرور ہو گی۔ اب ایک کی رسوائی اور دس کی برابر ہے تو کسی کو بھی ادا نہ کرو۔

(۲۷) وقف اشیاء کی حفاظت ضروری ہے :

ایک مرتبہ بعض اہل خانقاہ کی کسی بد تمیزی پر ناخوشی ظاہر کرتے ہوئے ایسے اخلاق کے متعلق تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ جب یہ لوگ خود بد اخلاقی کرتے ہیں تو دوسرا بھی یعنی مصلح ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے۔ اگر میں ان سے نرمی اور سہولت کا برتاؤ کروں تو عجب نہیں کہ یہ لوگ مسجد کی محراب میں ہگنے لگیں۔ اللہ اللہ کرتے ہیں اور حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے۔ اکثر دیکھا ہے کہ مسجد اور مدرسے کے لوٹے اٹھا کر حجروں میں رکھ لیتے ہیں۔ بعضے مدرسوں کی چارپائی پر بیٹھ کر ہنسی مذاق سے آپس میں دھکا پیل

کرتے ہیں جس سے چارپائی ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ کیسی بد تمیزی ہے۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ نے ضیاء القلوب میں تحریر فرمایا ہے کہ درستی اخلاق کے بعد استعداد وصول الی اللہ کی پیدا ہوتی ہے۔ رہا وصول وہ ہنوز بمراحل دور ہے۔ اسی وجہ سے بعضے بزرگوں نے بعض لوگوں کو کئی کئی سال تک اذکار و اشغال کی تلقین و تعلیم نہیں کی بلکہ محض آب برداری وغیرہ کا کام لیا تاکہ اخلاق درست ہوں' اور مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ اخلاق عجیب چیز ہیں۔ پھر فرمانے لگے کہ اگر سفر ملوک (ایک طالب علم کا نام ہے) دور دراز سے نہ آیا ہوتا تو میں اس کو ضرور سزا دیتا۔ مگر خیر اب سوائے اس کے کہ صبر کیا جائے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ اب ایسے ہیں کہ اپنے کام کو چھوڑ کر لڑکوں کے ساتھ کبوتر پکڑنے میں مشغول ہوں اور پلنگ توڑ دیں' اور فرمایا کہ مجھے مدرسے کی ذرا سی چیز کے ضائع ہونے سے بھی بے حد رنج ہوتا ہے۔ آخر مدرسے کی چیزیں حرام کی تو نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگرچہ دنیا میں کوئی معصوم اور فرشتہ نہیں، غلطی سب سے ہو جاتی ہے مگر غلطی اسی وقت تک کہا جائے گا جبکہ کبھی کبھار نفس و شیطان کے تقاضے سے کوئی بات ہو گئی' پھر اس کا تدارک کر لیا گیا۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہر وقت بے پروائی سے شرارت میں مبتلا اور اس کو خفیف سمجھتے ہیں۔ اور بعضے گناہوں کو تو بالکل جائز ہی سمجھ رکھا ہے۔ یاد رکھو اس لاپروائی سے ایمان کا اندیشہ ہے۔ اگر انسان گناہ کو ڈرتا ڈرتا کرے اور کبھی کبھار ہو جائے تو امید عفو کی ہے اور جب ہر وقت مبتلا رہے اور اس کو ہلکا سمجھے تو پھر امید عفو کیسے رہے گی۔ کیونکہ استخفاف موانع عفو سے ہے۔

(۲۸) مریداں می پرانند :

ایک روز نیاز محمد ملازم بعد نماز عصر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خان صاحب کو رستے میں آتا ہوا پایا۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ مولانا نے اس نیاز محمد کو جلال آباد بھیجا تھا کہ عنایت خان صاحب کو اپنے ہمراہ لے آؤ اور نیاز محمد نے ایسے لہجے سے یہ خبر بیان کی

کہ گویا عنایت خان صاحب کا یہ آنا تصرف تھا۔ اس وقت مولانا نے فرمایا کہ لوگ بلا تحقیق ذرا سے شبہ سے بعض امور اتفاقیہ کو کرامات میں شمار کرنے لگتے ہیں اور میرے معاملات میں ایسا بارہا ہوا ہے اور فرمایا کہ بعض شیوخ ایسے بھی ہیں کہ ان کو کوئی ایسا موقع پیش آئے تو وہ اس کو غنیمت سمجھیں تاکہ کرامات کی تعداد زیادہ ہو جائے استغفراللہ۔ چنانچہ اسی قصے میں بعض معتقدین نے یہ سمجھ لیا کہ میں نے جو عنایت خان صاحب کو بلانے کا قصد کیا تھا تو خان صاحب اس قصد سے متاثر ہو کر فوراً روانہ ہو گئے۔ حالانکہ واقع میں وہ واقعہ بوجہ کرامت کے نہیں ہوتا۔ اور اکثر خود اس واقعہ ہی میں ایک مکذب موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ میں نیاز محمد کا بھیجنا یہ مکذب کرامت ہے۔ کیونکہ اگر یہ تصرف ہوتا تو میں نیاز محمد کو تکلیف ہی کیوں دیتا؟

(۲۹) زمانہ طاعون کے تصرفات مثل مرض الموت کے ہیں :

طاعون کے متعلق تذکرہ ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ اگر کسی مقام پر طاعون خوب پھیل رہا ہو تو اس زمانے میں ہر شخص کے عقود و تصرفات کو شرعاً مثل تصرفات مریض بمرض الموت کے سمجھا جائے گا۔ اگرچہ تصرف کے وقت وہ شخص تندرست ہو۔ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس فرع میں اس کا راز سمجھا ہے کہ مرض الموت میں علت حکم مایوسی ہے حیات سے اور ایسے وقت میں وہ اپنے مال کو جس طرح چاہے گا اڑائے گا اور شریعت نے ورثہ کے حقوق کی حفاظت کرکے احکام خاصہ ایسے وقت کے لئے مقرر کردیئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ فقہاء کو جزائے خیر دے خوب ہی سمجھا۔ طاعون کے دنوں میں ہر شخص مایوس ہوتا ہے۔ اگرچہ تمام دنیوی امور میں مشغول بھی ہوتا ہے' کھاتا بھی ہے' پیتا بھی ہے' پہنتا بھی ہے اور دنیا کے تمام کاروبار بھی کرتا ہے لیکن دل کسی کام میں نہیں لگتا اور اس حالت کا ہر شخص نے تجربہ کیا ہوگا۔ اور اس سے اس حدیث کے معنی بھی اچھی طرح سمجھ میں آ گئے

ہوں گے کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل۔ کیونکہ طاعون کے زمانے میں ہر شخص کو یہ بات حاصل ہوتی ہے اور جن حضرات نے ہمیشہ کے لئے اس کو اپنا حال بنالیا ہے ان کو ہر وقت ایسا ہی نظر آتا ہے۔ کچھ طاعون کی تخصیص نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی حیات مستعار ہے۔ ایک دم کی بھی خبر نہیں' نہ ایک گھڑی کا بھروسہ ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت اس حدیث پر عامل ہیں۔ مگر جو اس مرتبے کا نہیں ان کو زمانہ طاعون میں تو اس پر عمل نصیب ہو جاتا ہے۔

(۳۰) جو امر معلوم نہ ہو بلا تکلف ظاہر کر دینا چاہئے :

فرمایا کہ جو شخص کبھی کبھی سوال کے جواب میں لا اعلم (میں نہیں جانتا) بھی کہہ دیتا ہو' اگرچہ اس کی نیت بھی صحیح نہ ہو تاہم اس سے جاہ بڑھتی ہے اور سامعین سمجھتے ہیں کہ یہ شخص جو کچھ بتلاتا ہے اسی وقت بتلاتا ہے جبکہ اس کو خوب اطمینان ہوتا ہے' باقی نفس الامر میں خواہ کچھ بھی ہو۔ تو مناسب ہے کہ بلا تکلف اس لفظ کا استعمال کیا کریں اور جو امر معلوم نہ ہو کہہ دیا کریں۔ یوں نہ سمجھیں کہ اس سے ہماری سبکی ہوگی۔

(۳۱) لایعنی سوالات سے گریز کرنا چاہئے :

فرمایا کہ ہم نے زمانہ طالب علمی میں ایک سوال حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں یا قرآن شریف افضل ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قرآن شریف کی تعظیم فرماتے تھے' لہٰذا قرآن شریف افضل ہے۔ پھر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے زبانی پوچھا گیا تو فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء کمالات صفت علم ہے اور منشاء قرآن شریف صفت کلام ہے اور صفت علم صفت کلام سے افضل ہے۔ پھر مولانا سید احمد دہلوی ؒ سے پوچھا تو کچھ تامل کے بعد فرمایا کہ

قرآن میں دو مرتبے ہیں۔ ایک تو کلام نفسی کا کہ وہ غیر مخلوق ہے۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے' کیونکہ صفت الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ قدیم افضل ہوگا حادث سے اور دوسرا مرتبہ کلام لفظی کا اور ہرچند کہ یہ مرتبہ بوجہ کلام نفسی پر دال ہونے کے معظم ہے لیکن مخلوق ہے اور حضرت ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ تو کلام کے اس مرتبے سے حضور ﷺ افضل ہیں۔ اس کے بعد جب حضرت گنگوہیؒ دیوبند تشریف لائے تو ایک طالب علم نے پھر مولاناؒ سے دریافت کیا تو مولانا گنگوہیؒ بہت ناخوش ہوئے اور وعظ فرمایا کہ بعضے لوگ بیہودہ سوالات اس قسم کے کرتے ہیں۔ مقصود یہ تھا کہ اس قسم کے لایعنی قیل و قال اور بیکار سوالات مذموم ہیں۔

(۳۲) قریش سے دین کو بہت نفع پہنچا :

فرمایا کہ اس وقت تک اکثر امور دین میں زیادہ تر نفع اولاد قریش ہی سے ہوا ہے۔ چنانچہ صدیقی' فاروقی' عثمانی' علوی یہ سب قریش ہی ہیں۔ اور ان سے دین کو بہت نفع پہنچا ہے جس سے راز تقدم قریش کا منکشف ہوتا ہے۔

(۳۳) حضور ﷺ کی امت پر شفقت کی کوئی حد ہی نہ تھی :

فرمایا کہ جناب سرور عالم ﷺ کو اپنی امت سے اس قدر محبت تھی کہ بعض مرتبہ ساری ساری رات دعائے مغفرت امت کے لئے کی ہے۔ اور ہم نالائق امتی ہیں کہ اپنی حالت کیسی ابتر کرلی ہے اور حضور ﷺ کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی نے تمام رات درود پڑھنے میں گزار دی ہو' اِلَّا ماشاءاللہ۔

(۳۴) اتباع سنت و محبت رسول ﷺ دونوں ضروری ہیں :

فرمایا کہ اس زمانے میں اکثر لوگ سود اور رشوت کا روپیہ جمع کرکے سال میں

ایک یا دو مرتبہ محفل مولد کرتے ہیں اور اسی حرام مال کو اس میں صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان کے اخلاق اور حالات کو دیکھا جائے تو نہ اعتقاد درست ہے نہ اعمال ظاہر نہ اعمال باطن۔ ملبوسات اور ماکولات سب میں خلاف شرع' پاجامہ' اچکن' دستار' کلاہ' ریش' غرض جس چیز کو دیکھئے شریعت کے خلاف۔ پھر سمجھتے ہیں کہ ہم محب رسول ﷺ ہیں حاشاو کلا اور فرمایا کہ ہمارے دوستوں میں ایک شخص مولد کے بہت ہی شائق تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم کثرت تعریف سے خوش نہیں ہوتے بلکہ شدت اتباع سے خوش ہوتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب مرحوم گنج مراد آبادی سے پوچھا گیا کہ آپ کے یہاں تو اتباع سنت و محبت رسول زیادہ ملحوظ ہے۔ آپ مولد کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ ہم تو ہر وقت مولد کرتے ہیں' کیونکہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتے ہیں۔ اگر حضور پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کیونکر کہہ سکتے تو ذکر مولد تو ہر وقت ہماری زبان پر جاری ہے اور یہ بھی فرمایا (یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے) کہ میاں جو شخص سال بھر میں ایک دو مرتبہ یاد کر کے مدعی محبت ہو جائے اور وہ شخص جو ہر وقت درود شریف اور اتباع احکام سے یاد کرے' کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

(۳۵) صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے عاشق صادق تھے :

فرمایا کہ اگر حضرات صحابہؓ نہ ہوتے تو ہم قرآن و حدیث کے معانی کیونکر سمجھتے۔ یہ سب ان ہی حضرات کا طفیل ہے کہ وہ سب کچھ کر گئے اور ذخیرہ ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ کوئی ضروری بات بھی انہوں نے ضائع نہیں ہونے دی۔ ان حضرات کو حضور ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ اگر آپ تھوکتے تھے تو وہ حضرات ہاتھوں پر لیتے تھے اور غسالہ وضو لینے کے لئے ان حضرات کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔ اگر کسی

کو نہ ملتا تھا تو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مل کر اس کو اپنے منہ پر مل لیتا تھا۔ مگر ان حضرات میں تکلف اور بناوٹ ذرا بھی نہ تھی۔ سادگی یہاں تک تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اٹھتے بھی نہ تھے گو جی تو چاہتا تھا مگر پھر بھی نہ اٹھتے تھے اور وجہ بتلاتے ہیں لما کنا نعرف من کراھیۃ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

(۳۶) نسب کے معاملہ میں افراط و تفریط دونوں بے جا ہیں :

فرمایا کہ اس زمانے میں لوگوں نے نسب کے امر میں بے حد افراط و تفریط کر رکھی ہے۔ حالانکہ افراط اور اسی طرح تفریط دونوں بے جا ہیں، یعنی محض نسب کو نجات کے لئے کافی سمجھنا بھی غلط ہے، کیونکہ خود حدیث میں ہے: یا فاطمۃ انقذی نفسك من النار۔ جس سے معلوم ہوا کہ نسب کے نافع ہونے کے لئے ایمان اور اتباع شرط ہے۔ بلکہ اس کے خلاف کی صورت میں بزرگوں کی اولاد پر زیادہ وبال کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ دنیا میں بھی مشاہدہ ہے کہ اگر اپنی اولاد نافرمانی کرے تو اس پر زیادہ غصہ آتا ہے بہ نسبت اجنبی کی مخالفت کے۔ اسی طرح نسب کو محض بیکار سمجھنا یہ بھی غلطی ہے۔ قرآن میں ہے: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الخ۔ لحوق کے معنی یہ ہیں کہ وہ اور ان کی اولاد دونوں جنت کے ایک ہی درجے میں ہے اور اولاد کے عمل کی کمی پوری کردی جائے گی۔ یہ نفع ہے نسب کا، لیکن یہ نسب مخصوص نہیں معنی اصطلاحی کے ساتھ۔ بلکہ مطلق انتساب الی المقبول نافع ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی دنی النسب ہو اور بزرگ ہو عنداللہ (مثلاً کوئی جلاہا) تو وہ بھی اپنی اولاد کے کام آئے گا۔ یہ نہیں کہ صرف شریف النسب ہی کام آئے اور دنی النسب کی بزرگی اس کی اولاد کے لئے کار آمد نہ ہو۔ حاشا و کلا۔

(۳۷) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف حلال قابل قبول ہے :

فرمایا کہ انسان کے نزدیک جانور ان باتوں سے محبوب ہوتا ہے کہ وہ گراں قیمت ہو اور بے عیب ہو اور حق تعالیٰ کے نزدیک اس سے محبوب ہوتا ہے کہ وہ حلال ہو۔ تو جس طرح کسی انسان کو جانور کے ہدیہ دینے میں پہلی دو باتوں کی رعایت کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر حاکم ضلع کو کوئی جانور ہدیہ میں دینا ہو تو کیسی کچھ تلاش اور چھان بین کی جاتی ہے اور اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی جاتی، اسی طرح خدا تعالیٰ کے ہاں پیش کرنے میں اس کے محبوب امر یعنی حلت کا بھی غایت درجہ لحاظ رکھنا چاہئے۔

(۳۸) قربانی کا گوشت دینے کا ثواب الگ ہے :

فرمایا کہ قربانی کا ثواب محض ذبح سے حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں ہے کہ قطرات خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ باقی گوشت تقسیم کرنے کا ثواب اس سے جدا ہوتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔

(۳۹) عبادات میں لذت کا طالب نہیں ہونا چاہئے :

فرمایا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اس جواب سے کہ سَتَجِدُنِیۡ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ۔ ایک عجیب مسئلے پر استدلال ہو سکتا ہے جو کہ ذاکرین کے لئے بے حد مفید ہے۔ یعنی اکثر ذاکرین اپنے ذکر میں طالب لذت ہوتے ہیں اور وہ خدا کو مقصود نہیں سمجھتے، بلکہ لذات کے طالب ہوتے ہیں۔ حالانکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ تسلیم ہو اور طلب رضا ہو گو لذت نہ ہو۔ یہ مسئلہ من الصابرین سے مفہوم ہوا اور تلخی امتثال پر صبر ہو ورنہ اگر لذت مقصود ہوتی تو بجائے من الصابرین کے من المتلذذین فرماتے، مگر من الصابرین فرمایا اور صبر ہمیشہ تلخی اور

بے مزگی ہی میں ہوتا ہے۔ اس سے لذت کا غیر مقصود ہونا ثابت ہو گیا۔ بلکہ بعض محققین کا قول ہے کہ جس عبادت میں لذت نہ ہو وہ ایک حیثیت سے لذت والی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ جب عبادت میں لذت مقصود ہوئی تو ممکن ہے وہ بوجہ لذت کے ادا کی گئی ہو اور امتحان اور کمال اس امر میں ہے جو خلاف طبع ہو، مگر آج کل طالبین کا خیال اس کے بالکل برعکس ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شیوخ میں خود خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں حالات کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروں میں سے اور مشائخ میں سے اکثر خود بھی فن تصوف سے بے خبر ہیں۔ مگر جبہ مشیخت زیب تن ہے اور تعلیم دیتے ہیں۔ ان کو یہی خبر نہیں ہوتی کہ اصل مرض طالب میں کیا ہے اور اس کا علاج مناسب کیا ہے۔ حالانکہ یہ نہایت ضروری ہے۔ دیکھو اگر طبیب جسمانی مرض سے واقف نہ ہو تو اس کا علاج ہمیشہ مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح ان خام کاروں سے مدت العمر مریدوں کی تشویش دور نہیں ہوتی۔

(۴۰) روحانی مرض کے زائل پر فخر نہ کرے :

فرمایا کہ مقصود تصوف سے یہ ہے کہ اخلاق کی اصلاح ہو جائے، لیکن یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ ہاں اس پر شکر کرنا چاہئے۔ دیکھو اگر کسی کو مرض سے صحت حاصل ہو تو کبھی اس کو فخر کرتے نہ دیکھا ہوگا۔ ہاں شکر کرتے ہیں کہ خدا نے ایک مرض سے نجات بخشی۔ اس میں فخر کی کیا بات ہے۔ اور اگر کسی کو کرامات اور معارف بھی میسر آجائیں تو اس پر بھی کیا فخر کیا جائے کیونکہ وہ اپنے اختیار سے بالکل خارج ہیں۔ بلکہ اس دولت کے حصول کے بعد یوں سمجھنا چاہئے کہ بادشاہ نے ایک چمار کو گراں بہا لعل دے دیئے ہیں کہ وہ جب چاہے واپس لے لے۔ تو اس سے یہ چمار فخر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بندے کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی مہربانی اور عطیے پر ہر وقت شکر کرے اور ہمیشہ ترساں و لرزاں رہے کہ ایسا نہ ہو مجھ سے اس امانت کے ادائے حقوق میں کوتاہی ہو جائے۔ باقی فخر وغیرہ یہ سب خرابی ناواقفی کے سبب

سے ہے۔

(۴۱) مانگی ہوئی چیز ضرورت پوری ہونے کے بعد فوراً واپس کی جائے

فرمایا کہ میری عادت یہ ہے کہ اول تو حتی الوسع کسی کی چیز عاریت نہیں لیتا اور اگر کبھی کسی مجبوری سے کوئی چیز لینی پڑی تو فراغت کے بعد اس کو فوراً ہی پہنچا دیتا ہوں تاکہ قلب مطمئن ہو جائے۔ اکثر لوگ اس سے بالکل غافل ہیں۔ حالانکہ احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی کو دوسرے سے اذیت نہ پہنچے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی اپنے بھائی کی لکڑی نہ اٹھائے کیونکہ وہ پریشان ہوگا (لا لاعبًا ولا جادا) یعنی نہ ہنسی میں اور نہ بہ قصد لینے کے (ایسی ہنسی سے ممانعت کی علت وہی اذیت ہے)

(۴۲) اسلام میں دوسروں کو ایذاء سے بچانے کا نہایت اہتمام ہے

فرمایا کہ حدیث اماطۃ الاذٰی سے معلوم ہوتا ہے کہ احداث اذیٰ کے کیا معنی ابقاء اذیٰ کی بھی اجازت نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے۔ مگر اکثر لوگ ازالہ تو کیا کرتے ہیں اور اپنی طرف سے ایسی چیزیں راہ میں ڈال دیتے ہیں جن سے دوسروں کو کلفت ہو۔

(۴۳) سفارش قبول نہ ہو تو ناگواری نہیں کرنی چاہئے :

فرمایا کہ سفارش کی حقیقت یہ ہے جو کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً بتلادی۔ قصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی سفارش فرمائی اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حکم ہے یا سفارش؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفارش۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو مجھ کو منظور نہیں، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار نہیں ہوا۔ نیز حدیث میں ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا ہے کہ

ایک شخص فارسی نے جو شوربا اچھا پکاتا تھا حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میں نے کچھ شوربا پکایا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لے چلیں (اور شوربا نوش فرمائیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ ؓ بھی' اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو پھر ہم بھی نہیں۔ وہ واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور پھر عرض کیا۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ وہ پھر واپس چلا گیا۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا اور اب چونکہ اس کی رائے بدل گئی تھی اس لئے حضرت عائشہ ؓ کو بھی لے چلنا منظور کرلیا۔ دیکھئے حضرت بریرہ ؓ کے انکار اور اس فارسی کے انکار پر آپ ذرا متغیر نہیں ہوئے۔ سو سفارش یہ ہے کہ اگر مخاطب قبول نہ کرے تو شفیع کو ذرا ناگواری نہ ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو کیسی آزادی عطا فرما رکھی تھی کہ جب تک اپنے رائے نہیں بدلی حضور ﷺ کی سفارش کو قبول نہیں کیا۔ نیز حضرت بریرہ ؓ کی سفارش قبول نہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب بریرہ ؓ پر قبول سفارش واجب نہیں تو حق تعالیٰ پر کیونکر شفاعت کا قبول کرنا واجب ہوگا۔ باقی قیامت کے روز تو چونکہ اذن ہوجائے گا اور قبولیت کا وعدہ ہوگا اس لئے قبول ہوجائے گی۔ یہ ہے سفارش کی حقیقت مگر آجکل اس کو بالکل بدل دیا ہے۔ آجکل تو اگر کوئی بزرگ سفارش کریں اور معتقدین قبول نہ کریں تو بے چارے معتقدین پر قیامت برپا ہوجائے اور مصیبت آجائے۔

(۴۴) کسی پر کام کا بار نہیں ڈالنا چاہئے :

فرمایا کہ اگرچہ ہمارے گھر پر بہت سے آدمی اور بہت سا کام نہیں ہے' تاہم ایک تنخواہ دار خادم رکھ لیا ہے تاکہ ہمارے کام کا کسی پر بار نہ ہو اور اس کا لحاظ ہر امر میں رکھنا ضروری ہے۔ فرائض کے بعد ان ہی امور کا مرتبہ ہے۔ میں ان کا زیادہ خیال رکھتا ہوں اور اذکار کا مرتبہ ان کے بعد سمجھتا ہوں۔

(۴۵) طبعی اختلاف قابل مذمت نہیں :

فرمایا کہ جو میرا طرز ہے، یہ ایک امر طبعی ہے اور طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے میری اور دوسروں کی طبائع میں اکثر اختلاف ہوتا ہے۔

(۴۶) تعلیم بدون اصلاح عملی مفید نہیں :

فرمایا کہ اس زمانے میں محض تعلیم بدون اصلاح عملی مفید نہیں ہے بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ عمل بھی کراوے اور عمل پر روک ٹوک کرتا رہے۔

(۴۷) بلا اجازت دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں :

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک دعوت میں تشریف لے گئے۔ ایک شخص آپ کے ہمراہ ہوئے۔ میزبان کے دروازے پر پہنچ کر آپ نے توقف فرمایا اور صاحب خانہ سے فرمایا کہ یہ شخص مدعو نہیں ہے۔ اگر اب تم اجازت دو یہ بھی آجائیں اور اگر اجازت نہ دو تو واپس چلے جائیں۔ صاحب خانہ نے ان کو بھی اجازت دے دی۔ مولانا نے فرمایا کہ آج کل مشائخ کو اتنا پوچھ لینا کافی نہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ تو صاف اور بے تکلف تھے۔ وہاں یہ احتمال ہی نہ تھا کہ منہ دیکھے کی مروت کر کے اپنے اوپر بار اٹھا کر منظور کر لیں گے۔ اور آجکل چونکہ طبائع میں تصنع غالب ہے، اس لئے غالب احتمال یہی ہے کہ پوچھنے پر عذر کرنے کو کسی طرح پسند ہی نہ کریں گے۔ لہٰذا اب محض اس فعل پر کفایت کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ دوسرے قرائن سے دیکھنا ضروری ہے کہ دل سے اجازت ہے یا تصنع سے۔ جہاں ایسا احتمال ہو پوچھے بھی نہیں، بلکہ نہ کسی کو شریک کرے اور نہ پوچھے۔

(۴۸) کثیر مقدار کا ہدیہ موجب بار ہوتا ہے :

فرمایا کہ مقدار کثیر ہدیہ میں اگر خلوص ہو تو اس کے قبول کرنے میں مضائقہ

نہیں لیکن خلوص کا دیکھ لینا نہایت ضروری ہے۔ نیز خلوص کے ساتھ مہدی کی گنجائش کو بھی ضرور دیکھ لینا چاہئے۔ بعض اوقات مخلصین کو خلوص اور جوش محبت کا تو ہوتا ہے اپنی گنجائش سے زیادہ خرچ کردیتے ہیں۔ تو جب وہ ہمارے ساتھ ایسی مروت کرتے ہیں تو ہم کو بھی ان کے ساتھ مروت اور رعایت کرنی چاہئے کہ بالکل آنکھ نہ بند کرلیں کہ جو آیا اس کو قبول کرلیا۔ بسا اوقات لوگ جوش میں زیادہ صرف کردیتے ہیں اور پھر طبعًا افسوس کیا کرتے ہیں یا ان پر بار ہو جاتا ہے۔

(۴۹) حرام مال سے عموماً انتفاع نصیب نہیں ہوتا :

فرمایا کہ حرص سے مال حرام کبھی جمع نہ کرنا چاہئے جبکہ قرآن شریف میں صاف موجود ہے: لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا۔ کیونکہ اگر جمع بھی کرلیا ممکن ہے کہ اتفاقاً بیمار ہوگیا کہ کھانے سے بھی معذور ہوگیا یا اس مال کو چور لے گئے اور انتفاع نصیب نہ ہوا۔ تو اس کو تو اتنا ہی ملا جتنا تقدیر میں تھا اور غضب تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے ورثہ کے لئے مال حرام جمع کرتے ہیں۔ یہ تو اور بھی برا ہے کہ خود تو دوزخ میں گئے اور آرام حاصل کیا دوسروں نے۔ پس مال حرام کو ہرگز جمع نہ کرنا چاہئے۔

(۵۰) مساجد و مدارس کے لئے زبردستی چندہ کرنا جائز نہیں

فرمایا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ مساجد اور مدارس کے لئے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں۔ یہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اس واسطے کہ اگر اپنے نفس کے لئے کرتا تو اپنے کو تو دنیوی نفع پہنچتا اور جب حق تعالیٰ کے لئے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے پاس بھی نہ رہا۔ پس خسر الدنیا و الاخرۃ ہوگیا کہ نہ خود منتفع ہوا اور نہ خدا راضی ہوا اور یہ حرام اس لئے ہے کہ حدیث میں ہے کہ الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفسہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لا یحل

اس جگہ مرتبہ حرمت میں مستعمل نہیں، لیکن اس دعوے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

(۵۱) زیادہ مال والے زیادہ فکر مند ہوتے ہیں :

فرمایا کہ میں نے جہاں تک غور کیا یہی پایا کہ دنیا میں امراء اور زیادہ مال والے زیادہ پریشان ہیں۔ ہر وقت کسی فکر میں کسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہمیں اس مصیبت سے برائے چندے نجات ملے لیکن ان کو نجات میسر نہیں ہوتی۔

(۵۲) طالب دنیا اہل دنیا کے نزدیک بھی مبغوض ہے :

فرمایا کہ صرف خدا تعالیٰ ہی کے نزدیک دنیا کے طالب مبغوض نہیں ہیں، بلکہ خود اہل دنیا کے نزدیک بھی طالبان دنیا مبغوض ہیں۔ چنانچہ جب کبھی دنیا داروں میں عداوت ہوتی ہے تو اس دنیا طلبی کے سبب سے ہوتی ہے۔ اہل اللہ تارکین دنیا کے ساتھ کسی کو بھی عداوت نہیں ہوتی۔ اور فرمایا کہ دنیا دار جس طرح دین کے معاملات میں تارکان دنیا کے محتاج ہیں، اسی طرح معاملات دنیا میں بھی ان کے محتاج ہیں۔ ان سے کبھی تعویذ کی ضرورت ہوتی ہے کبھی دعا کی حاجت ہوتی ہے، ان کی دعوتیں کرتے ہیں آؤ بھگت کرتے ہیں۔ مقصود یہ کہ ان کی بدولت دنیا حاصل ہو۔

(۵۳) غرباء بے تکلف اور زیادہ خلوص والے ہوتے ہیں :

فرمایا کہ جو سادگی اور بے تکلفی غرباء میں ہوتی ہے وہ امراء میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ کانپور میں ایک غریب سقے نے میری دعوت کی اور اپنے گھر لے گیا۔ پردے کے لئے ایک چارپائی میرے اور روٹی پکانے والی کے درمیان کھڑی کردی اور سیدھا سادھا معمولی کھانا لاکر رکھ دیا اور گرم گرم روٹی جو اترتی جاتی تھی سامنے لاکر رکھتا

جاتا تھا۔ اس روز اس قدر طبیعت خوش ہوئی کہ بہت کم اتنی خوشی دعوت کھا کر ہوئی ہوگی۔

(۵۴) سفارش میں زبردستی مناسب نہیں :

فرمایا کہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سفارش میں زبردستی کرنا قطع نظر اس سے کہ شرعاً مذموم ہے ترتب نتیجہ کے اعتبار سے بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر اس کو آزاد رکھا جائے گا اور کام کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا جائے گا تو وہ بشاش اور شگفتہ ہوگا اور خوش ہو کر زیادہ مدد کرے گا۔

(۵۵) مصلح پر بے اعتمادی سوء ادب ہے :

فرمایا کہ بعض لوگ بالکل غیر ضروری سوالات کرتے ہیں اور اگر ان کا جواب نہ دیا جائے تو بد اخلاق سمجھتے ہیں۔ اور بعض تو یہ غضب کرتے ہیں کہ سوال کے ساتھ حدیث الجم بلجام من النار بھی لکھ کر بھیجتے ہیں۔ کیسی بے عقلی کی بات ہے کہ انسان غیر ضروری امور میں اپنے وقت کو صرف کر دے اور پھر جس سے دین حاصل کرے اس پر احتمال کتمان حق کا جو کہ حرام ہے کرنا اور اس بناء پر وعید سنانا کس قدر سوء ادب ہے۔

(۵۶) مال و جاہ ضرورت سے زائد ہوں تو باعث ضرر ہیں :

فرمایا کہ حب مال و جاہ سے یعنی ان کو مقصود بالذات سمجھنے سے اکثر تضییع دین تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں مقصود بالعرض ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مال کو جلب منفعت کا ذریعہ پیدا کیا ہے اور اکثر لوگوں کو اتنا مال یا اس کے اسباب بسہولت حاصل بھی ہیں۔ پھر زیادہ طلبی میں کیوں کاوش کرے۔ ہاں اگر کسی کو اتنا بھی میسر نہ ہو تو اس کو کوشش کرنا مضائقہ نہیں۔ لیکن جب بقدر ضرورت حاصل

ہو جائے تو پھر زیادہ کوشش چھوڑ دینا چاہئے اور اسی طرح جاہ کو خدا تعالیٰ نے دفع مضرت کا ذریعہ پیدا کیا ہے۔ اس سے ایسی منفعت حاصل کرنا جس سے دوسروں کو ضرر ہو حرام ہے۔ مثلاً اس سے آمدنی وصول کرنے لگے یا اس کے دباؤ سے کوئی کام نکالنے لگے۔ جاہ صرف اس قدر درکار ہے کہ مفسدین کے شر سے محفوظ رہے۔ سو الحمدللہ ہم کو اس قدر جاہ بھی حاصل ہے۔ مثلاً پولیس اگر بیگار میں پکڑنا چاہے تو چماروں اور مہتروں کو پکڑے گی اور ہم کو چھوڑ دے گی۔ باقی اس سے زیادہ اس کے درپے ہونا تکبر تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز جب جاہ زیادہ ہو جاتی ہے تو اس سے دو طور پر نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو معتقدین اور محبین سے کہ کوئی ہاتھ چومتا ہے' کوئی پیر چومتا ہے' کوئی گھنٹوں بیٹھ کر وقت ضائع کرتا ہے' علیٰ ہذا کوئی غوث کہتا ہے' کوئی قطب سمجھتا ہے۔ پھر اس اعتقاد سے کہ جو یہ کہہ دیں گے ضرور ہو جائے گا طرح طرح کی فرمائشیں ہوتی ہیں اور جب یہ تمام اوصاف اس ذی جاہ کے کانوں تک پہنچتے ہیں تو اس کو بھی گونہ مسرت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں اور اس میں پندار اور عجب پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا ضرر مخالفین اور معاندین سے پہنچتا ہے کہ ان کو رشک اور حسد شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ شخص اس کے ازالے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے اثر سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے کام سے رہ جاتا ہے اور ان زوائد میں مشغول ہو جاتا ہے۔

(۵۷) عوام کی بد اعتقادی کا اعتبار نہیں :

فرمایا کہ بہت لوگوں نے امام غزالیؒ اور ابن عربی (قدس سرہما) کی تکفیر کی ہے۔ اس تکفیر کے متعلق ایک محقق کا قول ہے: لا یکون احد صدیقا حتّٰی یشھد علیہ سبعون صدیقا انہ زندیق۔ فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ سبعون صادیقا عند العوام۔

(۵۸) طلباء کی استعدادیں یکساں نہیں ہوتیں :

فرمایا کہ ایک صاحب شائق طریق باطن کو تصوف سے اس لئے بداعتقادی ہو چلی تھی کہ وہ جس سے رجوع کرتے تھے وہ بدون اس کے کہ ان کی مناسبت استعداد پر نظر کریں ان کو اشغال یا رسوم کی تعلیم کرتے تھے اور چونکہ یہ صاحب ان امور سے مناسبت نہ رکھتے تھے پس خلجان میں پڑتے تھے۔ آخر مجھ سے انہوں نے اس بارے میں دریافت کیا۔ میں نے ان کے روبرو ایک تقریر کی جس سے تصوف کی حقیقت بھی واضح ہو گئی اور ان کے تمام شبہات بھی جاتے رہے اور کہنے لگے کہ قریب تھا کہ میں تصوف کا انکار کردیتا۔ الحمدللہ اس وقت بالکل تشفی ہو گئی۔ میں نے بجائے اشغال متعارفہ کے ان سے کہا کہ آپ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کیا کیجئے۔ بہت شگفتہ ہوئے۔ کہنے لگے کہ میں تو قرآن کا عاشق ہوں۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ میں نے بعض کو کثرت نوافل بتلائی' ان کو نوافل سے فائدہ ہوا۔ بعض کو ذکرو شغل بتلایا' ان کو اس سے نفع ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ طالبین کی استعداد یکساں نہیں ہوتی۔

(۵۹) تین باتوں کا التزام کرنے والا محروم نہ ہو گا :

فرمایا کہ اگر کوئی شخص تین باتوں کا التزام کرلے تو ان شاء اللہ محروم نہ رہے گا گو جنید بغدادیؒ نہ بن سکے۔ ایک تو یہ کہ معاصی کو بالکل ترک کردے' کیونکہ اس سے قلب میں ایک قسم کی ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ عاصی اگر عبادت بھی کرتا ہے تو اس کے نور کی مثال مثل نور فانوس مشبک کے ہوتی ہے کہ اس کا نور مخلوط بالظلمۃ ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ خلق خدا پر بدگمان نہ ہو کہ یہ کبر سے پیدا ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب فرصت ہو تو کچھ ذکرو شغل جس قدر ممکن ہو کرلیا کرے اور حضرات صوفیاء کرام سے ملتا جلتا رہے۔

(۶۰) شیخ کو مریدین کے حالات دوسروں پر ظاہر نہ کرنے چاہئیں

فرمایا کہ شیخ کو یہ جائز نہیں ہے کہ مریدین کے احوال کو ایک دوسرے کے روبرو ظاہر کرے۔ کیونکہ اس سے مریدوں کو ضرر ہوتا ہے۔ ان کے آپس میں رشک اور حسد پیدا ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے کا وظیفہ پڑھنے کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات یہ اس کے مناسب حال نہیں ہوتا۔ اسی طرح طبیب ظاہری اگر مریض کا حال جس کو وہ پوشیدہ رکھتا ہے ظاہر کرے تو وہ خائن ہے' مثلاً یہ ہرگز جائز نہیں کہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ فلاں شخص سوزاک میں مبتلا ہے' فلاں عورت مرض رحم میں ہے۔ اور شیوخ جو مرید کو تنہائی میں لے جا کر تعلیم کرتے ہیں اس کی بھی یہی مصلحت ہے کہ ایک کا حال دوسرے پر ظاہر نہ ہو۔ دوسرے یہ بھی مصلحت ہے کہ اس کے دل میں تعلیم کی وقعت ہو۔

(۶۱) بزرگوں کے پاس صرف طلب دین کے لئے جائے :

فرمایا کہ جس کے ساتھ اعتقاد نیک ہو اس کے پاس دنیا کی غرض نہ لے جانا چاہئے۔ بزرگوں سے طلب دنیا مناسب نہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے ہدایت دین کے واسطے بنایا ہے۔ ان کے پاس صرف طلب دین کے لئے جانا چاہئے۔

(۶۲) بیعت سے پہلے ادب اور تمیز سیکھنا ضروری ہے :

ایک شخص سے مولاناؒ نے کچھ باتیں دریافت فرمائیں۔ اس نے سوالات کے جواب دینے میں محض تکلف کی راہ سے بلا کسی عذر کے سستی اور دیر کی اور بہت بہت دیر میں ایک ایک سوال کا جواب دیا۔ پھر اس شخص نے بیعت کی درخواست کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اول ادب اور تمیز حاصل کرنا چاہئے۔ اس کے بعد بیعت کی درخواست کرنی چاہئے۔ اور فرمایا کہ تم کو ابھی تمیز نہیں ہے کہ بلا وجہ تم نے ایک شخص کو دیر میں جواب دے کر انتظار کی تکلیف پہنچائی اور حرج کیا۔

(۶۳) فرمایا کہ ایک شخص نے بذریعہ خط کے مجھ سے یہ سوال کیا کہ جس جگہ چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے (یعنی ارض تسعین) وہاں روزہ کس طرح رکھا جائے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ اس جگہ حیوانات کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ جب وہاں کوئی زندہ بچے گا اور وہ سوال کرے اس وقت قواعد شرعیہ سے جواب بھی ملہم ہو گا اور بتلا دیا جائے گا۔

(۶۴) فضول سوالات تضییع اوقات ہے :

فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت مرد ہو جائے تو اس کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور اس کے شوہر کو اس کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس کا تو میں نے باوجود ناپسندیدگی کے کچھ جواب دے دیا اور ایک دوسرے شخص نے یہ سوال کیا کہ ایک عورت جا رہی تھی' اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا اور اس کا بھائی بھی۔ راستے میں کسی رہزن نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اتفاقاً اس طرف سے ایک فقیر کا گزر ہوا۔ اس عورت کی التجا سے فقیر نے کہا کہ ان دونوں کا سر دھڑ سے ملا کر رکھ دو۔ میں دعا کروں گا۔ عورت نے غلطی سے بھائی کا سر شوہر کے دھڑ میں اور شوہر کا سر بھائی کے دھڑ میں جوڑ دیا۔ فقیر نے دعا کی تو وہ دونوں زندہ ہو گئے۔ اس صورت میں عورت کس کو ملے گی؟ فرمایا کہ میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور سوال کرنے والے کو زجر و توبیخ کی' کیونکہ ایسے سوال بالکل لغو اور بیہودہ ہیں۔ ایسے سوالات کا کوئی جواب نہ دینا چاہئے اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ اپنے کام کی باتیں دریافت کیا کریں۔ ایسے فضول سوالات سے تضییع اوقات نہ کیا کریں۔

(۶۵) صلح کب مفید ہوتی ہے ؟

فرمایا کہ اصلاح ذات البین کی تدبیر اس وقت مفید ہوتی ہے کہ جب جانبین

ملاپ کی خواہش کریں۔ اس صورت میں تو ممکن ہے کہ کوئی تیسرا شخص ثالث بن کر ان کے حجاب کو رفع کردے اور اگر وہ خود ہی نہ چاہیں تو کچھ بھی نفع نہیں ہوتا۔

(۶۶) قلب آن واحد میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا' امر عادی ہے

خواجہ عزیزالحسن صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ کہ قلب آن واحد میں دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا میرے نزدیک قطعی عقلی دلیل سے ثابت نہیں۔ البتہ امر عادی غالب یہی ہے۔

(۶۷) اپنے حالات و اسرار پر کسی کو مطلع نہ کرنا چاہئے :

فرمایا کہ اپنے حالات اور اسرار پر کسی کو مطلع نہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ کوئی کتنا ہی مخلص دوست ہو۔ یہ اسرار ایسے ہیں جیسے کوئی شخص اپنے محبوب کو ہر شخص سے چھپانا چاہے۔ ایسا کون ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو کسی دوست کی بغل میں دینا گوارا کرے' ہرگز نہیں۔

(۶۸) امور شریعت کی پابندی کرنے والوں کو ذکرو شغل سے فائدہ ہوتا ہے

ذاکرین میں سے ایک شخص نے صف کے سیدھے کرنے میں کچھ کوتاہی کی تھی۔ مولانا اس پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے روز سب سے اول نماز ہی سے سوال کیا جائے۔ جو شخص اس میں اور اسی طرح دوسرے امور شرعیہ میں کوتاہی کرے گا اس کو ذکرو شغل سے خاص نفع نہ ہوگا۔

(۶۹) وقف کی چیز کو بلا اجازت متولی استعمال کرنا درست نہیں

دوسرے روز پھر ان ہی صاحب نے مسجد کا ٹوکرہ بلا اجازت متولی کے استعمال کرلیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جب آپ لوگوں کو حلال و حرام کی بھی فکر نہیں۔ رات دن میں ایک دفعہ بھی اس کا خیال نہیں ہوتا تو یہاں رہنے سے کیا فائدہ۔ بہتر ہے کہ آپ لوگ رخصت ہوجائیں اور کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جہاں حلال و حرام کی کچھ

تمیز نہ ہو۔ پھر بعد معذرت وعہد کے معاف کردیا۔

(۷۰) تمام اذکار واشغال سے مقصود شریعت کی پابندی ہے :

فرمایا کہ تمام اذکار واشغال سے مقصود یہ ہے کہ پابندی شرع نصیب ہو اور ان اذکار سے قلب میں گداختگی پیدا ہو کر معین علی الاستقامہ ہو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ چند روز تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کر لینے سے سارے مراحل طے ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ معاملات واخلاق کی درستی کوئی کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے۔

(۷۱) ذکر و شغل سے بعض لوگوں کا مقصود دنیاداری ہوتا ہے

فرمایا کہ بعضے آدمی محض اس غرض سے بزرگوں کی خدمت میں رہتے ہیں کہ لوگوں کو دھوکہ دے سکیں اور یہ کہہ سکیں کہ ہم فلاں بزرگ کی خدمت میں بھی رہے ہیں اور وہاں سے ہم کو اجازت ہو گئی ہے اور اس ذریعہ سے وہ دنیا کماتے ہیں۔ قرب اور رضائے حق ہرگز ان کو مقصود نہیں ہوتا۔ ذرا سی کوئی بات ان کو حاصل ہو جائے اسی پر ناز کرنے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم واصل بہ حق ہو گئے۔

(۷۲) جو کچھ ملتا ہے محض فضل سے ملتا ہے :

ایک روز فرمایا کہ خداوند کریم بندوں پر جو کچھ عنایت فرماتے ہیں وہ محض فضل سے ہے۔ کوئی تدبیر کسی فضیلت کے لئے مستجاب نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر کسی درجے میں اس کی کوئی تدبیر ہے تو وہ شریعت ہے۔

(۷۳) اغراض دنیا کے لئے مرید ہونا مذموم ہے :

ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ مجھے ایک تعویذ دے دیجئے جو کہ آسیب کے لئے مفید ہو (غالباً یہ شخص حضرت مولانا مدظلہ کے متوسلین میں سے تھا) مولانا نے حضرت حاجی محمد عابد صاحب کا نام بتلادیا اور فرمایا کہ وہ بہت بڑے عامل ہیں۔

نماز مغرب کے بعد شاید اس شخص نے پھر اصرار کیا اور کوئی کلمہ غیر مشروع جو کہ بزرگوں کے تصرف اختیاری کو موہم تھا اس نے کہہ دیا۔ مولاناؒ نہایت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ افسوس ہے کہ لوگ پیروں کو خدا تعالیٰ کا شریک بلکہ خدا تعالیٰ پر غالب سمجھتے ہیں۔ اور اکثر اسی غرض سے مرید ہوتے ہیں کہ اپنی حاجت براری کرائیں گے۔ اور سمجھتے ہیں کہ پیر ہر بات پر قادر ہیں، حتیٰ کہ بعضوں کا تو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ یہ خدا سے بھی جو کام چاہیں لے سکتے ہیں۔ اس اعتقاد کے شرک ہونے میں کیا شبہ ہے۔ قیامت کے روز جب اس اعتقاد کا انکشاف ہوگا اس وقت معلوم ہوگا کہ یہ شرک ہے یا نہیں۔ اور فرمایا کہ مجھے ایسے شخص کی طلب دنیا سے سخت ایذاء ہوتی ہے جو مجھ سے تعلق دین رکھتا ہو۔ ہاں اگر دس باتیں دین کی دریافت کرے اور ایک بات دنیا کی بھی پوچھ لے تو خیر مضائقہ نہیں۔

(۷۴) توجہ متعارف خالی از خطرات نہیں :

ایک روز فرمایا کہ مریدوں کو توجہ متعارف دینے میں ایک بڑا فتنہ یہ ہے کہ اس سے شہرت ہوجاتی ہے اور شہرت سے پھر عوام کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اور یہ موجب عجب ہوجاتا ہے۔ نیز اس میں مریدوں کا یہ ضرر ہے کہ وہ اپنی غلط فہمی سے صرف آہ و نالے کو اور لوٹنے تڑپنے کو اصل مقصود سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا کام تو پیر کرتے ہیں پھر ہم کو ذکر و شغل کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ فائدہ توجہ کا صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ بالکل غبی ہیں کہ ان کو نہ ذکر و شغل سے نہ صحبت سے کوئی مناسبت طریق کے ساتھ پیدا نہیں ہوتی ان میں اس سے کسی قدر مناسبت پیدا ہوجائے تو جن کو دوسرے طریق سے مناسبت حاصل ہو ان کے لئے فضول ہے۔ نیز اس میں یہ بھی فتنہ ہے کہ بعض لوگوں کو بدگمانی پیدا ہونے لگتی ہے کہ یہ پھنسانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اس میں میرا وجدانی امر یہ ہے کہ مجھے اس سے طبعًا نفرت ہے۔ کیونکہ اس میں ہمہ تن مرید کی طرف

مصروف ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے بھی کامل تصور و توجہ سے قلب خالی ہو جاتا ہے۔ تو ایسا امر قصداً کرنا کیسے پسندیدہ ہوگا اور اسی وجہ سے میرے نزدیک شغل تصور شیخ بھی جو اس درجے کا ہوتا ہے مستنکر ہے۔

(۷۵) وصول کے بعد کوئی مردود نہیں ہوتا :

فرمایا کہ اہل اللہ وصول کے بعد مردود نہیں ہوتے، لیکن یہ معلوم ہونا ہی مشکل ہے کہ فلاں شخص واصل ہوگیا۔ (کما یدل علیه حدیث البخاری و کذلك الایمان الخ وعن النسبة الباطنية بالبشاشة الایمانية فی الحدیث فالواصلون هم اهل النسبة الباطنية الراسخة ذلك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء رزق اللّٰه لکل عبد مومن۔ (احمد حسن سنبھلی عفی عنہ)

(۷۶) عالم کے لئے مال و جاہ کی محبت نہایت مذموم ہے :

ایک روز فرمایا کہ ایسے شخص کی حالت پر نہایت افسوس ہوتا ہے جو قرآن و حدیث پڑھ کر جاہ و مال کی محبت رکھے۔ تو اس نے اس کی تعلیمات پر نظر ہی نہیں کی (کما یدل علیه قوله تعالٰی وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الخ علٰی ما ذکره زمخشری ؒ فی الکشاف والغزالی فی المنهاج والحدیث من لم يتغن بالقرآن فلیس منا او کما قال علٰی تفسیر التغنی بالاستغناء کما فسره العلامة الزمخشری غفر له، خادم العلماء والفقراء السید احمد حسن الچشتی عفی عنه)

(۷۷) اللہ تعالیٰ ہر بندے سے اس کے مناسب معاملہ فرماتے ہیں

ایک روز فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ یکساں معاملہ نہیں

فرماتے۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میرے بعضے بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کو صحت اور فراغ عطا کیا جائے تو شاید ان کا ایمان بھی سلامت نہ رہ سکے۔ ایسے لوگوں کو اپنے کرم اور شفقت سے ہمیشہ بیمار یا کسی فکر میں مبتلا رکھتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ اگر ان کو بیمار کرتے یا اور کوئی تکلیف پہنچتی تو ان کا ایمان باقی نہ رہتا۔ ایسوں کو اپنے احسان سے تندرست رکھتے ہیں اور میرے نزدیک حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو جو فرمایا کہ هٰذا عَطَآءُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ اس کا مبنیٰ بھی یہی قاعدہ ہے اور فرمایا کہ اگرچہ کسی تفسیر میں نہیں دیکھا لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ بغیر حساب کے معنی یہ ہیں کہ حساب کتاب کے خوف سے مامون رہیں۔ کیونکہ اتنی بڑی عطا کے بعد حساب و کتاب کا اندیشہ طبعیت کو ضعیف کردیتا ہے اس لئے اس سے فارغ کردیا' ان کے مناسب یہی تھا اور بعضے انبیاء علیہم السلام کے لئے خود کثرت مال ہی مناسب نہ تھی ان کو مال کثیر نہیں دیا وعلیٰ ہذا بعض کو مبتلائے مصائب کرتے ہیں تاکہ یہ صبر کریں اور بعض کو اس سے محفوظ رکھتے ہیں تاکہ وہ شکر کریں۔ بعض پر خوف و خشیت کو غالب کردیتے ہیں اور بعض پر امید و رجا کو غالب فرمادیتے ہیں۔ غرض جو جس کے مناسب ہوا اس کو عطا فرمایا۔ خوب کہا ہے :

بہ گوش گل چہ سخن گفتہ کہ خنداں ست

بہ عندلیب چہ فرمودۂ کہ نالاں ست

(۷۸) انبیاء علیہم السلام میں بھی ذوق کا اختلاف ہوتا ہے

فرمایا کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں تو یہ ارشاد ہے: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد ہے: جَاهِدِ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ میں فطرت غضبیہ غالب تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں رحمت کی شان بہت زیادہ

تھی۔ دونوں حضرات کو تعلیم فرما کر معتدل فرما دیا۔ فرمایا کہ اسی قسم کا اختلاف احوال اولیاء اللہ میں بھی نظر آتا ہے۔

(۷۹) اولیاء اللہ کے اذواق مختلف ہوتے ہیں :

ملفوظ سابق کی تائید میں فرمایا کہ ہم بعض بزرگوں کو دیکھتے ہیں کہ ہدایا کو بالکل قبول نہیں فرماتے اور بعض کو دیکھتے ہیں کہ وہ مطلقاً قبول کر لیتے ہیں اور بعض تفتیش بہت کرتے ہیں اور بعض غرباء سے لیتے ہیں اور امراء سے نہیں لیتے۔ علیٰ ہذا ہم ایک تو حاجی صاحب نور اللہ مرقدہم کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہر شخص کے ساتھ ملائمت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ کسی پر اعتراض نہیں فرماتے تھے اور ایک حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہم کو دیکھتے ہیں۔ وہاں ہر شخص کی خبر لی جاتی تھی۔

(۸۰) ہر ولی رضائے حق کا طالب ہوتا ہے :

فرمایا کہ بزرگ اگرچہ مختلف الاحوال ہوتے ہیں لیکن ان سب میں ایک امر مشترک ہوتا ہے یعنی رضاء حق کی طلب اور وہ اختلاف احوال صرف طبائع اور زمان و مکان کے اختلاف سے ہوتا ہے۔ مثلاً بعض روپے کو جمع رہنے دیتے ہیں اور بعض سب خرچ کر دیتے ہیں۔ بعض کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر ان کے پاس کچھ بھی رہتا ہے تو ان کو خلجان رہتا ہے اور کوشش کرتے ہیں کہ یہ کسی طرح خرچ ہو جائے۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ اگر شام کے وقت درہم و دینار سے کچھ بھی رہتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ایذاء ہوتی تھی۔

(۸۱) سفارش میں جبر نہیں ہوتا :

فرمایا کہ جب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ملاقات شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ سے ہوئی تو مولانا نے صاف فرما دیا کہ شیخ صاحب لوگوں کو اس

ملاقات کی اطلاع ہوگی اور وہ مجھ سے سفارش لکھوائیں گے۔ سو میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ آپ میری سفارش کو بالکل بے اثر سمجھیں اور وہی کریں جو مناسب ہو۔ بس یوں سمجھ لیا کریں کہ کسی نے درخواست کی ہوگی اس لئے لکھ دیا۔

(۸۲) زینت برائے تفاخر حرام ہے :

ایک روز سالکین میں سے ایک شخص سیاہ پاجامہ اور سیاہ عمامہ اور سیاہ صدری پہن کر آئے جو کہ ہیئت تزئین کی تھی۔ مولانا نے فرمایا کہ تم لوگ جس غرض کے لئے یہاں آئے ہو یہ وضع اس کے مناسب نہیں، بلکہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس ہیئت سے تکبر کی شان پیدا ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑے رئیس ہیں۔ پھر فرمایا کہ صدری پہننے کی کیا غرض ہے سوائے اس کے کہ زینت ہو۔ خاص کر اس وقت کہ گرمی کا بھی وقت ہے۔ اس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے زینت کے لئے پہنی ہے۔ فرمایا کہ جاؤ اور اس وضع کو بدلو اور فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے: البذاذة من الایمان، یعنی سادگی ایمان کی بات ہے۔ اس طرف کسی کو خیال نہیں ہوتا اور فرمایا کہ یہ ہیئت اگرچہ نصًا مذموم نہیں ہے، لیکن وجدان سلیم سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کونسی ہیئت کس نیت سے بنائی ہے۔ فرمایا کہ لباس فاخر اگر اپنی تفریح طبع کے لئے ہو تو جائز ہے اور وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ الخ اور اگر تفاخر عندالناس کی غرض سے ہو تو حرام ہے اور اس آیت کے تحت میں داخل ہے: وَزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ زینت کی دو قسمیں ہیں۔

(۸۳) اللہ والوں کو حب مال و جاہ کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا :

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو حب جاہ و مال کا وسوسہ بھی نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے اور فرمایا کہ اگر انسان خیال کرے تو معلوم

ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ہزاروں انسان اپنے سے افضل اور اعلیٰ موجود ہیں۔ پھر ترفع اور خودبینی کے کیا معنی۔ (مولاناؒ کا اسی مال و جاہ میں ایک قطعہ خوب ہے بہ توضیح ملفوظ نمبر(۵۶):

آفریں تجھ پہ ہمت کوتاہ طالب جاہ ہوں نہ طالب مال
مال اتنا کہ اس سے ہو خور و نوش جاہ اتنی کہ بس نہ ہوں پامال

(۸۴) غیر مسلموں کے رد میں دلائل عقلی سے بات کرنی چاہیے

ایک شخص نے آریوں کے رد میں ایک کتاب لکھی تھی جس میں دلائل عقلیہ قطعیہ لکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اکثر وہ دلائل محض اقناعیات تھے۔ اس کی بابت مولاناؒ نے فرمایا کہ دلائل عقلی ایسے ہونے چاہئیں کہ ان کا کوئی جزو بھی اقناعی نہ ہو ورنہ وہ دلائل عقلی نہ رہیں گے اور اس سے یہ خرابی پیدا ہوگی کہ دوسرے لوگ یوں سمجھ لیں گے کہ اہل اسلام کے پاس صرف اسی قسم کے دلائل ہیں۔

(۸۵) مادری زبان سے فہم آسان ہوتا ہے :

فرمایا کہ نہایت افسوس ہے کہ بعضے انگریزی خوانوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اگر کوئی مضمون انگریزی میں لکھا جاتا ہے تو وہ اس کو دیکھتے ہیں اور اگر اردو میں ہو تو نہیں دیکھتے اور اس کو بے وقعت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اردو ان کی مادری زبان ہے جس سے سمجھنا زیادہ آسان ہے۔

(۸۶) کسی کے لحاظ میں حکم خداوندی کو توڑنا نہایت قبیح ہے :

ایک مرتبہ نیاز محمد نے آکر ایک نسخے کے بعض اجزاء کے متعلق بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ ارنڈ کے پتے ریل پر سے لے آؤ۔ یہ سن کر مولانا کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا کہ تم نے حکیم صاحب سے یہ کیوں نہیں کہا کہ وہاں

سے بغیر اجازت لینا جائز نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک انسان کے ذرا سے لحاظ کی بدولت حکم خداوندی کو ظاہر نہ کرنا کیسی لغو حرکت ہے۔

(۸۷) بات کا جواب نہ دینا سخت بے ادبی ہے :

فرمایا کہ مجھے ایسے شخص سے سخت اذیت پہنچتی ہے جس کو کوئی بات سمجھائی جائے اور وہ جواب میں لا یا نَعم کچھ بھی نہ کہے۔ اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آج ہی صبح میں نے اس شخص سے ایک بات کہی مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ میری بات کو سمجھ گیا ہے' لیکن اب معلوم ہوا کہ اس نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ پھر فرمایا کہ یاد رکھو بات کا جواب نہ دینا سخت بے ادبی ہے۔

(۸۸) اصلاح اخلاق سے مقصود اذیت مخلوق سے احتراز ہے :

فرمایا کہ اکثر طالب علموں کی عادت ہے کہ مسجد یا مدرسے میں رستے کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں بلکہ رستے میں سو جاتے ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔ حدیث شعب ایمان میں ادنٰها اماطة الاذٰی آیا ہے۔ یہ لوگ خود اذیٰ بنتے ہیں۔ تمام مجاہدہ اور اصلاح اخلاق سے غرض یہ ہے کہ اذیت مخلوق سے تحرز ہو کیونکہ تمام بد اخلاقیوں کا مآل اذیت ہی ہے۔ مثلاً کبر' غضب' حسد' ریا' مکر' فریب' غیبت' حرام خوری' فحش۔ ان سب سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے اور سب سے زیادہ افسوس اس پر ہے کہ علماء نے بھی صرف حل کتاب اپنا کام سمجھ لیا ہے۔ اعمال کے درست کرنے کی اور طلباء کو روک ٹوک کرنے کی ان کو ذرا فکر نہیں۔ بلکہ خود طلباء سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ مدت العمر بھی ان کی اصلاح کی امید نہیں رہتی۔

(۸۹) آجکل کی عیسائی عورتوں سے نکاح درست نہیں :

فرمایا کہ اس زمانے کی اکثر عیسائی عورتوں سے نکاح کرنا اس لئے درست نہیں کہ وہ اکثر دہریہ ہوتی ہیں۔ البتہ اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر اعتقاد کریں تو

ان سے نکاح درست ہے، مگر اس وقت ایسی شاذ و نادر ہیں۔

(۹۰) اتفاق کے لئے صادق و کاذب کی تعیین ضروری ہے :

فرمایا کہ آج کل اکثر انجمنوں میں مفاسد زیادہ ہو گئے ہیں۔ مضامین بھی خلاف تحقیق بیان کئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں شریک ہونا پسند نہیں کرتا۔ ایک مرتبہ ایک انجمن کے جلسے میں ایک صاحب نے اتفاق پر تقریر کی۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ انہوں نے ہر جماعت کو نااتفاقی کا الزام دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اول اتفاق کے لئے کوئی معیار و مدار تو مقرر ہونا چاہئے، اس کے بعد اس مقدار کی طرف دعوت دینی چاہئے۔ چنانچہ یہ امر مسلم ہے کہ ہر خبر کے لئے ایک محکی عنہ ہوتا ہے، اگر وہ خبر اس کے مطابق ہوتی ہے صادق کہلاتی ہے۔ اگر اس کے خلاف ہوتی ہے کاذب کہلاتی ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ کفار و اہل اسلام یا دوسرے فرق اہل اسلام میں جو مذاہب کا اختلاف ہے اس میں اسی قاعدے کے موافق صادق کون ہے اور کاذب کون ہے۔ یقیناً ایک ان میں سے صادق نکلے گا اور باقی سب کاذب نکلیں گے۔ اس کے متعین ہو چکنے کے بعد اب غیر اہل حق کو اہل حق کے ساتھ اتفاق کی دعوت دینی چاہئے اور جب تک ایسا نہ کیا جائے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتفاق کی دعوت کے کیا معنی ہیں۔ آیا یہ معنی ہیں کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر کسی امر ثالث کو اختیار کرے اور اس میں سب متفق ہوں تو یہ اول تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ کوئی بھی حق پر نہیں۔ دوسرے اول اس کے حق ہونے کو ثابت کرنا ضروری ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ اہل حق باطل کے ساتھ متفق ہو جائیں۔ سو ظاہر ہے کہ یہ ظلم عظیم اور جنون محض ہے اور اگر مقصود اس سے اہل باطل کو اہل حق کے ساتھ متفق بتانا منظور ہے تو پھر تمام لوگ علی العموم آپ کے خطاب کے مخاطب نہ ہوں گے اور مورد الزام نااتفاقی کے نہ ہوں گے، جیسا ان کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے۔

(۹۱) ہر صالح مصلح نہیں ہوتا :

ایک صاحب نے ایک پیر کی نسبت کہا کہ ان مدعی مشیخت میں اتباع شریعت نہیں ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر اتباع شریعت بھی ہوتا تب بھی صرف اس سے مرتبہ مشیخت حاصل ہونا ثابت نہ ہوتا' کیونکہ اس اتباع سے صرف صفت صلاح پیدا ہوتی ہے اور ہر صالح کے لئے مصلح ہونا ضروری نہیں۔ دیکھئے تندرست تو دنیا میں بہت ہیں مگر سب طبیب نہیں۔ پس یہ ضروری نہیں کہ جو نیک ہو وہ شیخ بھی ہو۔

(۹۲) اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے !

فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے مریدوں کو رویت حق کا مراقبہ تعلیم کیا تھا۔ ان لوگوں نے چند روز کے بعد عرض کیا کہ اس کی مشق ہوگئی ہے' اب اور کچھ بتلایئے۔ شیخ نے ایک روز امتحان کے لئے چند کبوتر منگوائے اور سب مریدوں کو ایک ایک کبوتر مع ایک چاقو کے جدا جدا خفیہ دیا اور کہا کہ جس جگہ کوئی نہ دیکھتا ہو وہاں ان کو ذبح کر کے لے آؤ۔ سب مرید خوشی خوشی کبوتروں کو ذبح کرلائے۔ بجز ایک مرید کے کہ بہت دیر میں آیا اور کبوتر کو زندہ واپس لے کر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے تو کوئی جگہ ایسی نہیں ملی کہ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو' کیونکہ خدا تعالیٰ تو ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ شیخ نے تمام مریدوں کو ملامت کی اور کہا کہ ابھی اسی کی اور مشق کرو۔ اور اس کو مبارک باد دی اور آگے اور بتلایا۔

(۹۳) اہل کمال میں امور اجتہادیہ میں اختلاف لازمی امر ہے :

فرمایا کہ اہل کمال میں امور اجتہادیہ میں اختلاف ہونا لازمی امر ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ میں کیسا اختلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف محض اختلاف رائے تھا۔ کوئی غرض نفسانی اس میں نہ تھی۔ اسی وجہ سے ایک کو دوسرے سے

کوئی رنجش نہ تھی۔

(۹۴) فساد ہمیشہ نفسانیت کی وجہ سے ہوتا ہے :

فرمایا کہ جب کبھی فساد ہوتا ہے محض نفسانیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ باقی اختلاف آراء میں کبھی منازعت نہیں ہوتی۔ چنانچہ وکلاء عدالت میں کس قدر بحث کرتے اور ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں، لیکن جب عدالت سے باہر آتے ہیں تو پھر سب ایک کے ایک ہوتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ان کے اختلاف میں نفسانیت نہیں ہوتی، ایک ضابطہ کا اختلاف ہوتا ہے۔

(۹۵) اہل تشیع کے ہاں سے کھانا جائز نہیں :

فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شیعہ کے یہاں سے ختنے کی تقریب پر ہمارے گھر کھانا آیا۔ میں نے اس تحریر کے ساتھ اس کو واپس کردیا کہ ہماری فقہ میں اطعمہ کی فہرست موجود ہے اور یہ کھانا اس فہرست سے خارج ہے۔ لہٰذا مجھے معذور سمجھیں۔ میں اس قسم کا کھانا اپنے اعزہ اور اقارب سے بھی قبول نہیں کرتا۔ بحمد اللہ جواب سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

(۹۶) ابتدائی استاد بھی انتہائی قابل احترام ہے :

فرمایا کہ لوگ عربی کے استاد کو تو استاد سمجھتے ہیں، لیکن فارسی کے استاد کو استاد نہیں سمجھتے، نہ اس کی قدر کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو ایک لفظ کا استاد بھی استاد ہے۔ مولوی منفعت علی صاحب سے میں نے فارسی پڑھی ہے۔ مگر ان کی وہی قدر و منزلت میرے قلب میں ہے جو کہ استاد کی ہونی چاہئے۔

(۹۷) اپنی تعظیم کرانے کا ہرگز قصد نہ کرے :

فرمایا کہ دوسرے سے قولاً یا فعلاً اپنی تعظیم قصداً ہرگز نہ کرانی چاہئے۔ حضور

ﷺ کو ایک صحابی نے "سیدنا" کہہ دیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "ذٰلك ابراهيم"۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ جانتے تھے کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں اور حضور ﷺ سے قولاً بھی اس کی ممانعت منقول ہے کہ انسان خود بیٹھا رہے اور دوسروں کو تعظیم کے لئے کھڑا رکھے۔

(۹۸) حضرت مظہر جان جاناںؒ در حقیقت عاشق سنت تھے :

فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ حسن پسند مشہور تھے، مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ امردوں یا خوبصورت عورتوں کے طالب تھے بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ہر امر میں آپ اس کی حسن و خوبی (یعنی اعتدال) کو (جس میں سنت رسول بھی داخل ہے) پسند فرماتے تھے (چنانچہ آپ کے تمام امور سنت کے موافق ہوتے تھے، عبادات بھی، عادات بھی، اخلاق بھی، معاملات بھی)

(۹۹) زمین کی ہر جگہ قبر ہے :

فرمایا کہ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ اس میں قبر نہ ہو۔ ہر جگہ قبر ہے۔ حتیٰ کہ جس مقام سے مٹی لے کر برتن بناتے ہیں وہاں بھی کسی کی قبر ہے اور ممکن ہے کہ خاص وہ مٹی اس مردے کی مٹی ہوگی۔ خدا جانے ہمارا آبخورہ اور ہمارے برتن کس کی خاک سے بنے ہوں گے۔

(۱۰۰) امراء سے کسی قسم کی فرمائش نہ کرنی چاہئے :

فرمایا کہ آجکل امراء کو علماء کے ساتھ اسی وقت تک اعتقاد ہے جب تک کہ ان سے فرمائشیں نہیں کی جاتیں، اور جس دن سے سفارش وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوگیا بس اسی روز سے اعتقاد بھی کم ہونا شروع ہوجاتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ دیکھئے یہ سلسلہ کب تک چلتا ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ان سے کسی قسم کی

فرمائش کا تعلق نہ رکھا جائے۔ تاکہ ان کو جو ہم سے دینی تعلق ہے وہ تو باقی رہے جس سے وہ ہم سے دین کا رستہ تو پوچھتے ہیں۔

(۱۰۱) آرائش کی فکر میں رہنے والے کم تر نظیف ہوتے ہیں :

فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت آرائش کی فکر میں رہتے ہیں اور مانگ پٹی کرتے رہتے ہیں ان میں اکثر نظافت کم ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر ان کے بیٹھنے کی جگہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ کس قدر میلی اور خراب رہتی ہے۔

(۱۰۲) سامان و مکان مختصر ہونا چاہئے :

ایک مرتبہ علی گڑھ میں گاڑی کرایہ کرنے کی غرض سے اڈے پر جانا ہوا۔ وہاں مختصر سی سرائے تھی۔ اس کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ دنیا میں انسان کو صرف اس قدر مکان کافی ہے اور اسباب معیشت صرف اتنا چاہئے کہ جس قدر میرے ساتھ اب سفر میں ہے کہ میں خود اس کو اٹھا سکتا ہوں۔

(۱۰۳) حضرت گنگوہیؒ کا حوصلہ اور ظرف بہت تھا :

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ میں وسعت حوصلہ اور ظرف زیادہ تھا۔ اس وجہ سے وہ اپنے متعلقین اور اعزہ کی دین اور دنیا دونوں کی خبر گیری فرماتے تھے۔ جہلاء مولانا پر اس کا اعتراض بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ اصل حقیقت کو نہیں سمجھتے اور فرمایا کہ میری طبیعت میں اس قدر وسعت نہیں۔ مجھے دنیا کی باتوں سے سخت انقباض اور تنگی ہونے لگتی ہے۔

(۱۰۴) احکام کی علت دریافت کرنا عامی کا حق نہیں :

فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ ایک اہلکار نے یہ سوال کر کے بھیجا کہ فرائض میں اگر ابن العم (چچا کا لڑکا) اور بنت العم (چچا کی لڑکی) دونوں جمع ہوں تو ابن العم کا تو حصہ

ہے اور بنت العم محروم ہے۔ اس کی کیا وجہ؟ میں نے کہا سائل کو چاہئے کہ ملازمت وغیرہ سب ترک کر کے چار برس مدرسے میں رہیں تاکہ ان کو بترتیب عربی کی تعلیم دی جائے۔ اس کے بعد یہ بھی ان کی سمجھ میں آجائے گا۔

(۱۰۵) روحانی امراض کے ازالہ کی فکر ازحد ضروری ہے :

فرمایا کہ اگر کسی کو کوئی مرض ہو جاتا ہے تو عادت یوں ہے کہ اول اپنے شہر میں علاج کراتے ہیں اور اگر وہاں صحت نہیں ہوتی تو قرب و جوار کے شہروں میں جاتے ہیں۔ اگر وہاں بھی امید صحت نہ ہو تو دور دراز کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ لیکن آج تک باستثناء شاذ و نادر کسی کو نہ دیکھا ہو گا کہ اگر اس کو کوئی مرض اعتقادی یا عملی لاحق ہو گیا ہو تو اس نے محض اس کے ازالے کے واسطے سفر اختیار کیا ہو' بلکہ سفر تو درکنار نہایت درجہ تقاضوں کے باوجود اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی شبہات کو قلم بند کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ کیا بے فکری ہو گی۔ علماء ہر حال میں موجود ہیں لیکن کوئی ان سے کام بھی تو لے۔

(۱۰۶) اصلاح ظاہر و باطن کا وعظ عموماً خشک ہوتا ہے :

فرمایا اگر وعظ میں خشک مضامین ہوں اور رنگین ولذیذ مضامین نہ ہوں تو اس سے دلچسپی ہونا چاہئے کیونکہ اس میں صرف اصلاح ظاہر و باطن کے قواعد ہوتے ہیں۔ اس کی ایسی حالت ہوتی ہے جیسے حکیم محمود خاں صاحب کا نسخہ کہ اس کو دیکھ کر یا سن کر نہ کسی کو وجد ہوتا ہے نہ سر کو حرکت ہوتی ہے۔ البتہ اس کے استعمال میں اور استعمال کے بعد نتیجے میں ایسی لذت ہوتی ہے کہ ہزاروں لذتیں اس پر قربان ہیں۔

(۱۰۷) سلسلہ امدادیہ بہت بابرکت سلسلہ ہے :

فرمایا کہ سلسلہ امدادیہ میں یہ امور اکثر مریدوں کو ضرور حاصل ہو جاتے ہیں:

زہد و قناعت و خشوع و پستی۔ (اور حق جل شانہ نے آپ کے سلسلے میں بہت سے حضرات کو توکل کی توفیق دی ہے جو اس زمانے میں کالعدم ہے اور واقعی ہے بھی بڑا بھاری کام۔ اس سے بڑے بڑے مراحل دینیہ طے ہوتے ہیں اور اس زمانے میں استغناء باطنی کی خاص کر ضرورت ہے تا کہ اہل دنیا سے اختلاط کی حاجت نہ ہو۔ اللہ پاک نے اس سلسلے کو منتخب اور بڑا برگزیدہ فرمایا ہے اور بڑے بڑے اہل کمال ظاہری و باطنی اس وقت بھی اس سلسلے میں موجود ہیں' فالحمد للّٰہ علٰی ذٰلک۔ (احمد حسن عفی عنہ)

(۱۰۸) کسی کو اپنی حالت پر ناز نہ ہونا چاہئے :

اکثر لوگوں کو جو اپنی عبادت یا کسی اپنی حالت پر ناز ہو جاتا ہے اس کی بابت فرمایا کہ جب خداوند کریم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو یہ سب علوم جو وحی کے ذریعے آپ کو عطا کئے ہیں آپ سے سلب کرلیں تو دوسرا کون شخص ہے کہ اپنی کسی حالت پر ناز کرسکے۔ بلکہ ہر وقت تغیر و زوال سے ترساں لرزاں رہنا چاہئے۔

(۱۰۹) کسی شخص پر دو خوف جمع نہیں ہوتے :

فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی میں دو خوف جمع نہ ہوں گے۔ جو شخص دنیا میں خائف رہے گا وہ قیامت میں لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ کا مصداق ہوگا اور جو دنیا میں بے باک رہے گا وہ آخرت میں خوف میں مبتلا ہوگا۔ تو انسان کو چاہئے کہ خائف اور امیدوار رہے۔

(۱۱۰) اکثر اہل دنیا کو دنیا کی بھی عقل نہیں ہوتی :

فرمایا کہ اکثر اہل دنیا کو جس طرح دین کی عقل نہیں ہوتی دنیا کی بھی عقل نہیں ہوتی۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اپنی عقل پر مغرور ہوتے اور اس کو کافی سمجھتے ہیں۔ نصیب سے مشیر جو ملتے ہیں تو ایسے کہ ان کو بجز حضور درست ہے، حضرت بجا ہے کے اور کچھ بھی نہیں آتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس خود رائی میں ان کے اکثر کام تباہ و برباد ہوتے ہیں۔

(۱۱۱) امراء کی دعوت قبول کرنے میں احسان مند ہونا پڑتا ہے

فرمایا کہ اکثر بزرگ جو امراء کی دعوت قبول نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ امراء دعوت کرکے اپنا احسان ظاہر کرتے ہیں اور نہ بھی کریں تو دل میں تو سمجھتے ہی ہیں اور غرباء الٹا اپنے اوپر احسان سمجھتے ہیں کہ انہوں نے قبول کرلی۔ یہ تفاوت خلوص کا ہے۔

(۱۱۲) ہر شخص سے کچھ لوگ بد اعتقاد ہوتے ہیں :

فرمایا کہ (تکوینی طور پر) مصلحت ہے کہ ہر شخص سے کچھ لوگ بد اعتقاد اور معترض بھی رہیں تاکہ اس کو اپنی کسی حالت پر عجب نہ پیدا ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مرحوم ایک مرتبہ ایک سرائے میں مقیم تھے۔ وہاں ایک ہندو مہاجن بھی مقیم تھا۔ رات کو اس لڑکے کے ہاتھ سے کسی نے کڑے نکال لئے اور مولانا بھی صبح کی نماز سے قبل ہی سرائے سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔ چونکہ مولانا کا لباس بالکل معمولی ہوتا تھا اس لئے اس بنئے کو یہ خیال ہوا کہ وہ بڈھا ہی نکال کر لے گیا ہوگا۔ آخر وہ دوڑا گیا اور راستے میں آپ کو پکڑ کر سخت گستاخی سے پیش آیا۔ پھر جھنجھانہ کی پولیس میں لے گیا۔ وہاں داروغہ آپ کا معتقد تھا۔ اس نے جو مولانا کو اس حالت میں دیکھا تو اس بنئے پر سخت برہم ہونے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ

بھائی اس کو کچھ نہ کہنا' یہ معذور ہے' کیونکہ اس کی چیز گم ہو گئی ہے' اور اس بنئے سے فرمایا کہ تو بھاگ جا۔ اس واقعہ کے بعد فرماتے تھے کہ جب کبھی لوگ ہاتھ پاؤں چومتے ہیں اور نفس میں عجب پیدا ہونے کاڈر ہوتا ہے تو اس واقعہ کو یاد کر کے نفس سے کہتا ہوں کہ تو تو بس اس لائق ہے۔ اپنی اس حالت کو یاد کرلے' بس یہ خدا کا فضل ہے کہ باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے تجھ کو اتنی عزت دی ہے۔

(۱۱۴) نہ کسی کو دھوکہ دیں نہ دھوکہ کھائیں :

بعض طلباء غلہ بے تولے پنساری کو دے دیتے اور بے تولے لے لیتے۔ ایک مرتبہ ان طلباء سے فرمایا کہ ایک ترازو خرید لو تاکہ دھوکہ نہ کھا سکو' کیونکہ دھوکہ کھانا بیوقوف کی علامت ہے۔ باقی جو حدیث میں آیا ہے: المومن غر کریم۔ اس میں لفظ کریم گویا تفسیر ہے۔ یعنی بوجہ اپنے کرم کے ناآزمودہ کار بن جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ مومن کی عقل کم ہوتی ہے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہ حدیث مقابل ہے خب لئیم کے اور خب کے معنی ہیں فریب دہندہ کے۔ پس غر سے مراد وہ ہے کہ خب نہ ہو' یعنی کسی کو فریب نہ دے' اور فریب نہ دینا جیسا محمود ہے ایسا ہی فریب نہ کھانا بھی محمود اور فضائل میں سے ہے۔ ہرقل نے حضرت عمرؓ کے سفیر سے دریافت کیا کہ تمہارے خلیفہ کے اخلاق کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ لا یَخْدِعُ ولا یُخْدَعُ۔ نہ فریب دیتے ہیں' نہ فریب کھاتے ہیں۔ ہرقل نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اس شخص کا تدین تو اس سے ظاہر ہی ہے کہ کسی کو فریب نہیں دیتا اور کمال عقل اس سے ظاہر ہے کہ کسی سے فریب نہیں کھاتا۔ اور جو شخص عاقل بھی ہو اور متدین بھی ہو موید من اللہ ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ ضرور ان کی اطاعت قبول کرلینی چاہئے۔ مگر کسی نے موافقت نہیں کی۔

(۱۱۴) اہل محبت کے ذکر میں بھی لذت ہے :

حضرات صوفیاء کرام ؒ کے ذکر کے متعلق فرمایا کہ ان حضرات کے تذکرے میں بہت لذت آتی ہے' بخلاف تذکرۂ علماء ظاہر کے۔ مثلاً امام رازیؒ وغیرہ کہ ان کے ذکر میں لذت نہیں آتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرات صوفیاء اہل محبت ہیں۔ ان کے تذکرے میں بھی محبت کا اثر ہوتا ہے اور اس سے روح لذت یاب ہوتی ہے۔

(۱۱۵) نکاح سے پیشتر لڑکے اور لڑکی کی رائے معلوم کرلینا مناسب ہے

فرمایا کہ میرے نزدیک مصلحت ہے کہ تقرر نکاح سے پیشتر لڑکے اور لڑکی دونوں کی رائے لے لی جائے اور اطلاع مافی الضمیر اشارات و قرائن سے ممکن ہے' جیسا فقہاء نے مستاذنہ کے گریہ اور ضحک میں فرق کیا ہے۔ لیکن اب تک اس خیال کے عام کرنے کی کوئی صورت ذہن میں نہیں آئی۔

(۱۱۶) حضرت علیؓ پر خلفاء ثلاثہ کا احسان ہے :

فرمایا کہ روافض کہتے ہیں کہ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا۔ شیخین نے ان پر ظلم کیا (نعوذ باللّٰہ منہ) حالانکہ ان لوگوں کو خلفاء ثلاثہ کا ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے چوبیس سال تک حضرت علیؓ کو اس بار سے بچائے رکھا اور اپنے سر پر اس بوجھ کو لیا۔ اگر ابتداء سے حضرت علیؓ کے سر پر یہ بار ہوتا تو تیس برس تک کیسی تکلیف ہوتی۔ مگر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس وقت کی خلافت آج کل کی نوابی تھی۔ کوئی خود حضرت علیؓ سے پوچھے کہ کیسی مصیبت و مشقت کی چیز تھی۔

(۱۱۷) بڑے انسان کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے :

فرمایا کہ خدا جس کو بڑائی دیتا ہے خواہ دنیا کی بڑائی ہو یا دین کی اس کا حوصلہ

بھی بڑھا دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بڑی بڑی باتوں کو یہ لوگ خاطر میں بھی نہیں لاتے۔ کوئی ان کے ساتھ دشمنی کرے یہ اس کے ساتھ سلوک کرتے ہیں بخلاف معمولی آدمی کے کہ وہ ذرا سی بات میں شور مچا دیتا ہے۔

(۱۱۸) سرسید نے قرآن کی تفسیر میں تحریف کی ہے :

فرمایا کہ سرسید نے قرآن کی تفسیر میں بہت تغییر و تبدیل کی ہے۔ چنانچہ اس تفسیر کے دیکھنے سے اہل علم کو معلوم ہوتا ہے اور جو اس سے نہ سمجھے وہ اس کے جواب رسالہ البرہان کو دیکھ لے۔

(۱۱۹) مسجد میں ریزگاری لینا دینا جائز نہیں :

فرمایا کہ بسا اوقات انسان ایک کام کرتا ہے اور اس کے جواز و عدم جواز کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس مسجد میں ایک مرتبہ مولوی محمد رشید صاحب کانپوری موجود تھے۔ میں نے ایک روپے کی ریزگاری خریدلی اور روپیہ دیا۔ مولوی محمد رشید صاحب نے فرمایا کہ یہ بیع ہے اور بیع مسجد میں نہ چاہئے۔ اس وقت مجھے التفات ہوا اور میں نے فوراً توبہ کی اور آئندہ کے لئے قصد کیا کہ ہمیشہ خیال رکھوں گا اور مبیع قلیل کا احضار جو مسجد میں جائز ہے وہ معتکف کے واسطے ہے' چونکہ اس کو باہر جانا ناجائز ہے اور غیر معتکف کو باہر جانے میں کچھ دشواری نہیں۔

(۱۲۰) سوال کی عبارت مختصر اور معنی خیز ہونی چاہئے :

فرمایا کہ سوال اس طرح کرنا چاہئے کہ اس کی عبارت مختصر ہو اور معنی خیز ہو۔ بعض لوگ خط میں سوال اس طرح لکھتے ہیں کہ جس شخص کو اس معاملے کی حقیقت پہلے سے نہ معلوم ہو وہ اس عبارت سے کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوال کے اجزاء حل کرنے کی مکرر ضرورت ہوتی ہے۔

(۱۲۱) دارالاسلام میں تعدد ممکن نہیں :

ایک روز سبق سراجی کے بعد فرمایا کہ دارالاسلام میں تعدد ممکن نہیں' کیونکہ حکم یہ ہے کہ سب مسلمان ایک سلطان کے تابع ہو کر رہیں' ورنہ گنہگار ہوں گے۔ البتہ دارالحرب متعدد ہو سکتے ہیں۔

(۱۲۲) اہل اللہ کے لئے دشوار علوم آسان ہو جاتے ہیں :

فرمایا کہ حضرات اہل اللہ کو اکثر دشوار علوم آسان ہو جاتے ہیں اور جو دقائق اور حقائق و نکات کہ ان حضرات کو منکشف ہوتے ہیں دوسروں کو نصیب بھی نہیں ہوتے۔

(۱۲۳) اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے والا ذلیل ہوتا ہے :

فرمایا کہ جو شخص اپنے کو بڑا اور بزرگ سمجھنے لگتا ہے وہ خدا کے نزدیک بھی خوار ہوتا ہے اور خلق اللہ کی نظروں میں بھی ذلیل ہوتا ہے۔

(۱۲۴) شیخ کی تسلی کافی ہے :

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خدام میں سے ہمیشہ اپنی خستہ حالی لکھا کرتے اور حالت ان کی اچھی تھی لیکن پریشانی زیادہ تھی۔ اس لئے کسی بات سے تسلی نہ ہوتی تھی اور ہمیشہ یہی لکھتے کہ جواب تمہارے سب صحیح ہیں مگر تسلی نہیں ہوتی۔ آخر میں نے ایک دفعہ جواب میں لکھا کہ ہم کو تمہاری تسلی سے کچھ غرض نہیں' ہم کو ہماری تسلی کافی ہے۔ بس اس سے ان کی پوری تسلی ہو گئی اور کسی قسم کا اضطراب نہ رہا۔

(۱۲۵) لایعنی کلام اصوات بہائم سے بھی بدتر ہے :

فرمایا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ادھر ادھر سے سن سنا کر خبریں بیان کیا

کرتے ہیں کہ فلاں جگہ طاعون ہو رہا ہے' فلاں مقام پر اس قدر آدمی مر گئے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کرتا کہ ایسی خبر دینے سے کیا غرض ہے؟ اگر یہ غرض ہوتی کہ ہم کو بھی چاہئے کہ موجبات طاعون سے بچیں تو یہ غرض نہایت محمود تھی' لیکن واقع میں یہ غرض نہیں ہوتی۔ چنانچہ ان کی حالت سے ظاہر ہے اور اگر یہ غرض ہوتی تو کبھی تو وہ اس خبر کے ساتھ اس غرض کو بیان کرتے اور اسی طرح وہ لوگ خود بھی کچھ تو ان موجبات سے بچتے۔ مگر جب یہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا یہ مقصود نہیں' حالانکہ کوئی حکایت من حیث هی حکایة مقصود نہ ہونا چاہئے۔ دیکھئے قرآن و حدیث میں جہاں کوئی خبر دی ہے یا عقلاء کے کلام میں جہاں خبر پائی جاتی ہے ان سب سے مراد محض اخبار نہیں ہوتا بلکہ کوئی انشاء مراد ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ فی الواقع خدا ایک ہے۔ تم بھی ایسا اعتقاد رکھو۔ پس جو خبر بلا کسی غرض کے ہو وہ جانوروں کے اصوات کی مانند محض بیہودہ ہوگی' بلکہ بعض اصوات بہائم میں بھی معانی ہوتے ہیں۔ مثلاً پیاس یا بھوک کے وقت جو آواز دیتے ہیں مقصود اس سے یہ انشاء ہوتی ہے کہ کھانے پینے کو دو تو لایعنی کلام اصوات بہائم سے بھی بدتر ہے۔

(۱۲۶) تعویذات کی بجائے درستی اعمال کی فکر کرنی چاہئے :

فرمایا کہ میں بہ قسم کہتا ہوں کہ لوگ جو تعویذوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں اور طاعون کے زمانے میں اپنی درستی اعمال کی فکر نہیں کرتے سو تعویذ سے کچھ معتد بہ نفع نہیں ہوتا اور میں تعویذ سے منع نہیں کرتا۔ مگر اس میں یہ ڈر ضرور ہے کہ اس سے اکثر بے فکری ہو جاتی ہے کہ فلاں بزرگ نے تعویذ دے دیا ہے بس کافی ہے اور پھر اس سے اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتے۔

(۱۲۷) مصیبت میں مبتلا ہونا مبغوض ہونے کی دلیل نہیں :

فرمایا کہ جو لوگ بلا اور مصیبت میں مبتلا ہوں ان کی نسبت یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ خدا کے نزدیک مبغوض ہیں اور ہم چونکہ بلا میں مبتلا نہیں اس لئے مرحوم ہیں۔ اس لئے کہ کبھی نیک لوگوں پر بھی بلا نازل ہوتی ہے تاکہ پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کے پاس جائیں اور بعض کو اتمام حجت عذاب کے لئے دنیا میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور فرمایا کہ یہ نعمت و بلا نیک و بد کو پہچاننے کا طریقہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا علامت نہ ہونا ارشاد ہے۔ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ ۔ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ ۔ كَلَّا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمیز کا طریقہ یہ نہیں ہے، بلکہ طریقہ اس کا محض فرمانبرداری اور نافرمانی ہے۔

(۱۲۸) شرارتی لوگ افلاس میں بھی شرارت کرتے ہیں :

ایک بار فرمایا کہ الحمدللہ امسال ہمارے قصبے کے لوگوں نے تعزیہ نہیں بنایا لیکن اس کا سبب فقط ان کی ہمت ہی نہیں ہے بلکہ حضرت افلاس نے بھی بہت مدد کی۔ نیز فقط افلاس بھی مانع نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہمت نہ ہو، کیونکہ جن کے قلب میں بد معاشی ہوتی ہے وہ افلاس میں بھی شرارت کرتے ہیں۔

(۱۲۹) محض ظن سے کوئی بات نہ کرنی چاہئے :

ایک روز اپنے ایک عزیز سے ایک عورت کے بارے میں جس نے بیعت کی درخواست کی تھی اور مولانا نے اس کو پرچہ شرائط بھیجا تھا اور وہ پرچہ پہنچنے سے پہلے چلی گئی تھی دریافت کیا۔ وہ کہنے لگے کہ میرے خیال میں تو یوں آتا ہے حضرت مولانا مد ظلہ اس کو سن کر متغیر ہو گئے اور فرمایا کہ اپنے خیالات و تخمینات نہ بیان کیا کرو۔ جس بات پر تیقن نہ ہو اس کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس بات پر انسان کو

خود بھروسہ نہیں اس سے دوسرے کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ بارہا میں نے سمجھایا لیکن تمہاری اصلاح ہی نہیں ہوتی۔

(۱۳۰) مطالعہ کی برکت سے استعداد و فہم پیدا ہوتا ہے :

سبق سراجی کے بعد مطالعہ کی بابت فرمایا کہ مطالعے کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کپڑا رنگنے کے لئے اول اس کو دھو لیا جاتا ہے، پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے اور اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر مطالعہ نہ دیکھا جائے تو مضمون اچھی طرح کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اس سے معلم کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بھی ایذا میں داخل ہے اور اس سے احتراز واجب ہے۔

(۱۳۱) دنیا خدا تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کا نام ہے :

فرمایا کہ آج صبح ایک حدیث کے ایک معنی سمجھ میں آئے ہیں کہ اس سے قبل کبھی وہ معنی میرے ذہن میں نہیں آئے۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ الدنیا ملعونۃ و ملعون ما فیہا۔ لفظ معلعونہ چونکہ اس میں خبر واقع ہو رہا ہے تو اس میں دنیا کے لئے ملعونیت کا حکم فرمایا اور دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ حُمّٰی کو برا نہ کہو کیونکہ اس سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور حدیث میں ہے: لا تسبوا الریح فانھا مامورۃ۔ جس سے معلوم ہوا کہ مامور ہونا مانع لعنت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قابل لعنت وہ شخص ہے جو مخالف امر ہے اور مخالف ہوگا ذی اختیار۔ پس غیر مختار پر لعنت درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے مراد سامان دنیا نہیں ہے کہ وہ اس تقریر سے مستحق لعنت نہیں اور حدیث میں دنیا کو ملعون فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دنیا سے مراد مخالف ہے حقیقتاً اور اسباب مخالفت مجازاً اس سے اس شعر کے معنی خوب واضح ہوتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(۱۳۲) حضرت حاجی صاحبؒ جامع شریعت و طریقت تھے :

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نہایت سادہ مزاج تھے اور حسن تربیت اعلیٰ درجے کا خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ ایک مرید نے ایک مرتبہ اپنے کچھ حالات بیان کئے اور یہ عرض کیا کہ یہ سب حضور ہی کا طفیل ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں بھائی میرے پاس سے کوئی چیز نہیں آئی بلکہ تمہارے باطن میں پہلے سے یہ کمالات اور حالات پوشیدہ تھے۔ اب میری تعلیم پر عمل کرنے سے ظاہر ہو گئے۔ تحقیق یہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ مگر تم کو یہی سمجھنا چاہئے جو تم نے کہا ہے (یعنی سب میری طرف سے ہے) یہ عجیب بات فرمائی کیونکہ اگر اس پر تنبیہ نہ کی جاتی تو ممکن تھا کہ عُجب پیدا ہو جاتا اور وہ اپنے کو مستقل غیر محتاج الی الشیخ سمجھنے لگتے جس کا نتیجہ ہلاکت تھا واقعی :

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے ندا ند جام و سنداں باختن

گویا آپ ہی کی شان میں ہے۔

(۱۳۳) بلا ضرورت سفر اختیار نہ کیا جائے :

فرمایا کہ سفر میں کچھ ایسے ناگوار واقعات پیش آتے ہیں کہ مجھ کو سفر سے نفرت ہوتی جاتی ہے۔ قصبہ رام پور حالانکہ مثل مکان کے ہے۔ تاہم مجھ کو اتنے سفر سے بھی ضرر ہوا کہ چند گھنٹوں کے واسطے گیا تھا وہاں سے زکام لے کر آیا۔ حدیث میں جو کام ہو چکنے کے بعد سفر میں دیر لگانے کی ممانعت آئی ہے اس سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ بلا ضرورت سفر نہ کیا جائے۔

(۱۳۴) حسنہ صغیرہ سے اگر حسنہ کبیرہ ترک ہو جائے تو وہ حسنہ نہیں

فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میرے ایک دوست کے خیالات نہایت عالی ہو گئے ہیں کہ ہندوستان میں مدارس عام قائم کریں اور علماء کی خدمت کریں اور ان کی حالت بالکل افلاس کی ہے۔ حضور ان کی اس حالت کا ازالہ فرماویں یا ان کے مقصود کے حصول کی کوئی تدبیر بتلادیں۔ اس کے جواب میں لکھا کہ اگر یہ خیالات مضر امور ضروریہ کو نہ ہوتے ہوں تو ازالے کی حاجت نہیں' کیونکہ ان سے اجر ملے گا اور اگر امور ضروریہ میں حرج ہوتا ہو تو ان کے ازالے کے لئے صحبت ضروری ہے اور مجبوری کی حالت میں ان سے کہئے کہ مجھ سے خود مراسلت کریں۔ فرمایا کہ وہ اگر میرے پاس لکھیں گے تو میں ان کو لکھ دوں گا کہ اگر وہ خیالات مضر امور ضروریہ کو نہ ہوں تو حاجت درخواست ازالے کی نہیں کہ اس نیت پر بھی اجر ملے گا اور اگر مضر ہوں تو ان کا ازالہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ مکر شیطانی ہے کہ بڑے اور ضروری اور اختیاری امور سے روک کر چھوٹے اور زائد اور غیر اختیاری امور کی طرف ملتفت کردیا ہے اور سمجھنا چاہئے کہ حسنہ صغیرہ اگر موجب ترک حسنہ کبیرہ ہو جائے تو وہ حسنہ حسنہ نہ رہے گی بلکہ سیئہ ہو جائے گی۔ اور اس کے زائل کرنے کی یہ تدبیر کرنی چاہئے کہ یہ سوچیں کہ جب نیت خیر سے اجر حاصل ہے تو اس کے عدم وجود اور عدم تیسیر سے غمگین نہ ہونا چاہئے۔

(۱۳۵) اثر ذکر کے لئے کثرت ذکر جہر مفید ہے :

ایک شخص نے سوال پیش کیا کہ تہجد کے وقت میری آنکھ کھل جاتی ہے لیکن کاہلی کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتا اور اذکار و اشغال جو تعلیم فرمائے تو ان کو بلاناغہ کرتا ہوں مگر ذکر کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے جواب میں لکھا کہ دفع کاہلی کے لئے تو حبس دم کریں اور اثر ذکر کے لئے کثرت ذکر جہر ضرب کے ساتھ کریں'

لیکن اس قدر کہ اس کا تحمل ہو سکے حد افراط تک نہ پہنچے۔

(۱۳۶) نیکی کا اجر سات سو گنا تک محدود نہیں :

ایک روز ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی چیز کا ثواب ایک شخص کو بخشا جائے تب تو ظاہر ہے کہ پورا ثواب اسی کو ملتا ہے لیکن اگر متعدد آدمیوں کو بخشا جائے تو وہ مقدار منقسم ہوگی یا خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو مضاعف فرما کر سب کو پورا ثواب دیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ بات یقینی طور سے تو معلوم نہیں کیونکہ شریعت میں بعض غیوب تو مفصل ہیں اور بعض مجمل۔ اس مسئلے میں بھی تفصیل دیکھی نہیں گئی مگر اس میں شبہ نہیں کہ ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ وہاں ایک قیراط بھی مثل احد کے ہے۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی ایک خرما خدا کے رستے میں دے تو حق تعالیٰ اس کی تربیت فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مثل احد کے ہو جاتا ہے۔ تو اگر احد میں سے خرما کے برابر ٹکڑے کاٹے جائیں تو لاکھوں ہوں گے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس طاعت کو قبول کر کے اس کی مقدار کو اس قدر بڑھا دیں کہ وہ تقسیم ہو کر بھی بقدر کافی سب کو پہنچ جائے تو کیا عجب ہے اور خرما کی حدیث مذکور کے متعلق یہ بھی کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں مضاعف سات سو عدد تک آیا ہے۔ مقصود اس سے تکثیر ہے تحدید نہیں۔ یہاں سے اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جو کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا اور رسول کے کلام میں سات کا عدد بہت زیادہ آیا ہے۔ چنانچہ ہفت و ہفتاد و ہفت صد وغیرہ وجہ دفع یہ کہ یہ لوگ محاورۂ عرب سے واقف نہیں کہ اس سے مراد محض تکثیر ہوتی ہے عدد معین مراد نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہماری زبان میں بیس کا لفظ زیادہ آتا ہے۔ کہتے ہیں بیسیوں دفعہ کہا، بیسیوں دفعہ گیا۔ تو اگر قرآن زبان اردو میں نازل ہوتا تو بیس کا عدد بہت آتا۔ پس اس معنی کے اعتبار سے میرے نزدیک مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ

اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ (الایة) میں تکثیر مراد لینا زیادہ پسندیدہ ہے ہفت صد کے مراد لینے سے۔ نیز اس کے بعد وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ فرماتے ہیں۔ یہ عنوان بھی اسی کو موید ہے اور اس مراد کی تائید حدیث مذکور یعنی حدیث خرما سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۳۷) کشف کے مقابلہ استتار موجب آسانی ہے :

فرمایا کہ مقربین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنن عادیہ کے ترک سے بھی تنبیہہ کی جاتی ہے اور توبیخ ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص عرفاء میں سے خلوت میں بیٹھے تھے۔ اس حالت میں پیر پھیلا دیئے۔ فوراً عتاب ہوا کہ دربار سلاطین میں بھی پیر پھیلا کر بیٹھتے ہو۔ پھر انہوں نے تمام عمر پیر نہیں پھیلائے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے کبھی پیر پھیلا کر آرام نہیں فرمایا۔ اور ایک مرتبہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ محبوب کے سامنے پیر پھیلانا گستاخی ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ ذاکر شاغل لوگ کشف و تجلی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ لیکن ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ استتار موجب آسانی ہے ورنہ ایسی ذمہ داریاں اس پر عائد ہوں کہ زندگی وبال ہو جائے۔

(۱۳۸) اہل تجلیات ہر وقت خطرے میں ہوتے ہیں :

فرمایا کہ اہل تجلیات ہر وقت خطرے میں ہیں۔ ایک مجذوب کہتے تھے کہ اہل صحو کے اقوال پر مواخذہ ہوتا ہے اور ہمارے حال پر مواخذہ ہوتا ہے۔ اگر ادنیٰ تغیر ہمارے حال میں پیدا ہو جاتا ہے تو فوراً گرفت ہوتی ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے حدیث کیة و کیتان کو اسی معنی پر محمول کیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک صحابیؓ نے ایک دینار اور دوسرے نے دو دینار چھوڑ کر انتقال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ ایک دینار کیة من النار ہے اور دو دینار کیتان من النار ہیں۔ بعض نے اس کے یہ معنی کہے ہیں کہ یہ قبل

جواز ادخار کے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے بعد ادخار کی اجازت ہو گئی۔ لیکن قاضی ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ نسخ ماننے کی حاجت نہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے اظہار توکل کیا ہو اور پھر ان کی حالت خلاف توکل ظاہر ہوئی ہو تو ان کے اس حال کی وجہ سے یہ عتاب ہوا ہو۔

(۱۳۹) کلام میں صلہ کا اعتبار ہوتا ہے :

ایک مرتبہ ایک مفسد نے کچھ سوالات تحریری میرے پاس بھیجے۔ میں نے جواب میں آرندے سے کہا کہ ہم فن فساد و فتنہ سے ناواقف ہیں۔ اس مفسد نے ایک اشتہار دیا کہ فلاں شخص نے جہل کا اقرار کرلیا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے جہالت مجردہ کا اقرار نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ایک صلہ بھی تھا۔ تو اگر کلام میں صلہ معتبر نہیں ہوتا تو قرآن شریف میں سورۂ ممتحنہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد وَ کَفَرْنَا بِکُمْ آیا ہے۔ مشتہر صاحب کو اس کی بابت بھی ایک اشتہار اقرار کفر کا دینا چاہئے جس طرح میری نسبت اقرار جہل کا اشتہار دیا۔ اور اگر رعایت صلہ ضروری ہے تو میرے اقرار میں بھی ایک صلہ موجود تھا۔ یعنی فن فساد سے' اس کی رعایت بھی ضروری ہے۔

(۱۴۰) سرسید قوم کے نادان دوست تھے :

فرمایا کہ سید احمد خاں کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے جواب میں دو فقرے لکھے کہ ان کی تمام تر حالت کا پورا نقشہ ہے۔ قادیانی کی بابت تو میں نے لکھا مبتلائے اوہام۔ (یہ ملفوظ اس وقت کا ہے جب مرزا قادیانی نے ابھی نبوت وغیرہ کا دعویٰ نہیں کیا تھا' ۱۲ منہ ازہر) اور سید احمد خاں کی نسبت لکھا نادان دوست کہ لوگوں کی خیرخواہی تو کی' اس میں تو شک نہیں لیکن اپنی نادانی سے لوگوں کو ضرر پہنچایا۔

(۱۴۱) سنت پر عمل کرنے میں برکت ہے :

فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خط لکھ کر اس پر کچھ خاک ڈال دو۔ اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ بعض اوقات کاغذ جاذب سے حروف محو ہو جاتے ہیں اور خاک ڈالنے میں یہ احتمال نہیں۔ دوسرے خاک ڈالنے میں ایک قسم کی تواضع اور انکسار بھی ہے جس سے ان شاء اللہ توقع کامیابی کی بھی ہے۔

(۱۴۲) حضرت تھانوی ؒ کو تفسیر سے عجیب مناسبت تھی :

۱۶ صفر ۱۳۲۹ھ کو فرمایا کہ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک طالب علم میرے پاس یہ آیت پڑھ رہا ہے: هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْمِنُوْنَ۔ (آیت آخر سورۂ اعراف) میں نے خواب ہی میں اس سے پوچھا کہ بَصَآئِرُ کو جمع کیوں لائے ہیں اور هُدًى وَّرَحْمَةٌ کو مفرد کیوں لائے ہیں۔ اس نے جواب دیا تاکہ رستہ چلنے والے پریشان نہ ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں نے خود کہا کہ رستہ چلنے والوں کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک ضیاء کی، دوسرے طریق کی، تیسرے منزل کی۔ لیکن ضیاء سے کام لینے کے لئے آنکھیں شرط ہیں اور آنکھیں ہر شخص کے لئے علیحدہ ہونی چاہئیں۔ اس لئے بصائر کو جمع لایا گیا اور ہدٰی مثل طریق کے واحد ہے۔ اس لئے وہ مفرد لایا گیا اور رحمۃ مثل ثمرۂ طریق یعنی منزل کے ہے۔ وہ بھی متعین اور واحد ہے۔ اس واسطے اس کو بھی واحد لایا گیا۔

(۱۴۳) زیادہ تعظیم سے عجب پیدا ہو سکتا ہے :

فرمایا کہ کانپور میں طالب علموں میں ایک شخص تھے۔ ان کی حالت نہایت ہی اچھی تھی اور ان سے خوارق کا صدور بھی ہوتا تھا مگر تھے وہ نو عمر۔ اس حالت کو دیکھ کر طلباء ان کے معتقد ہو کر ان کی تعظیم کرنے لگے۔ آخر میں نے منع کیا کہ ان کی

زیادہ تعظیم نہ کیا کریں، کیونکہ یہ نو عمر ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان میں عجب پیدا ہو جائے۔

(۱۴۴) فضولیات میں مشغولی اچھی نہیں :

فرمایا کہ بعض لوگ مجھ سے سوال کیا کرتے کہ کوا حلال ہے یا حرام؟ میں ان سے سوال کیا کرتا کہ کیا اسے کھانے کا ارادہ ہے؟ وہ کہتے کہ صاحب بھلا اس کو کب کھانے لگے۔ میں کہتا کہ جب ارادہ کھانے کا نہیں تو پھر کیوں پوچھتے ہو؟ کیونکہ یہ مسئلہ فروع میں سے ہے اصول میں سے نہیں کہ قیامت میں پوچھ ہو کہ اس کی نسبت کیا اعتقاد رکھا تھا۔ غرض میری یہ تھی کہ عوام الناس کو علماء پر جرات نہ ہو اور فضول میں مشغول نہ ہوں۔

(۱۴۵) قرآن مجید کے ادب میں تقویٰ کا لحاظ چاہئے :

فرمایا کہ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن خان صاحب (مرحوم) نے قرآن شریف طبع کرنے کے لئے ایک قسم کا کاغذ منگایا کہ اس پر گھوڑے کی تصویر تھی، لیکن ایسی تھی کہ دیکھنے میں بظاہر تمیز نہ ہوتی تھی کہ یہ تصویر ہے۔ مجھ سے مسئلہ دریافت کیا۔ میں نے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا، کیونکہ فقہاء غیر مستبین کو منع نہیں کرتے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ کلام اللہ پر گھوڑا کھڑا ہے۔ صبح کو میں نے خان صاحب سے کہا کہ اگرچہ فتویٰ وہی ہے مگر تقویٰ کے خلاف ہے۔

(۱۴۶) تعویذ کے ساتھ تدبیر بھی کرے :

ایک شخص حضرت مولانا سے تعویذ لینے آیا کہ اس کی بہو (زن پسر) اس کی اطاعت نہیں کرتی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کا تعویذ یہ ہے کہ تم اس کو اور اپنے لڑکے کو جدا کردو۔ پھر نہایت درجہ مطیع ہو جائے گی۔ دوسرے میں خود تعویذات اور عملیات نہیں جانتا۔ ہاں دعا کرالو مگر ان امور میں دعا و تعویذ کا اثر اتنا ہی ہے کہ اگر کوئی تدبیر کرے تو یہ اس میں معین ہو جاتے ہیں۔ باقی فقط تعویذ اور دعا پر اکتفا

کرنے سے کچھ بھی نفع نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص چاہے کہ میرے اولاد ہو اور نکاح نہ کرے یا چاہے کہ مجھے بہت سا اناج مل جائے اور زراعت نہ کرے' یا چاہے کہ مجھے نفع ہو اور تجارت نہ کرے بلکہ ان سب کے بجائے بزرگوں سے دعا کرایا کرے اور تعویذ لے کر رکھ لے تو یہ کھلا جنون ہے۔ پھر فرمایا کہ اس زمانے کی عورتیں آزادی پسند ہیں۔ بعد نکاح ہی اس ادھیڑبن میں رہتی ہیں کہ کسی تدبیر سے ساس سسر سے علیحدہ ہو جائیں۔ اپنے مرد کے دو چار پیسے خسر کے ہزار ہا روپے سے زیادہ مرغوب ان کو ہوتے ہیں اور اپنے شوہر کے ساتھ رہ کر فاقہ کشی کو خسر کے گھر کی ریاست پر ترجیح دیتی ہیں۔ انہی خیالات کی وجہ سے خانہ جنگیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

(۱۴۷) بھائی کی چیز بھی بلا قیمت نہیں لینی چاہئے :

فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ جیسا ہم سب بھائیوں میں اتفاق ہے ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم سب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کسی کا کوئی بار دوسرے پر نہیں۔ حتیٰ کہ میں نے تو اس کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ حتی الامکان بھائیوں سے کوئی چیز عاریتاً بھی نہیں لیتا' بلکہ اگر وہ چیز کرایہ کی ہوئی تو کرایہ پر لیتا ہوں۔ چنانچہ جب تک ریل نہیں ہوئی تھی اس وقت تک جب کبھی گاڑی کی ضرورت ہوتی تو اپنے بھائی کی گاڑی بھی کرایہ پر لیتا تھا۔ اس کا یہ نفع تھا کہ اگر کبھی ان کو خود ضرورت ہوتی تو وہ صاف کہہ دیتے کہ اس وقت گاڑی خالی نہیں' کیونکہ جانتے تھے کہ اس سے بھائی کو کوئی نقصان نہ ہو گا' کیونکہ کرایہ ہر حال میں دینا ہو گا اور اگر میں عاریتاً لیتا تو ہرگز وہ اس صفائی سے نہ کہہ سکتے اور اس سے طبیعت پر گرانی ہوتی۔ اسی طرح میں اپنے بھائی کے نوکروں سے کبھی کوئی کام نہیں لیتا کہ ممکن ہے کبھی تنگ دلی پیدا ہو۔ نیز جلانے کی لکڑی کہ جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ایک بار ان کے یہاں بہت سی بچ گئیں۔ میں نے وہ بھی بہ قیمت لیں' کیونکہ اس سے مفت

خوری کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ آج لکڑیاں آئیں کل پیاز آئے گی، پرسوں ترکاری آئے گی۔ علیٰ ہذا۔

(۱۴۸) شادی کے بعد بیوی کو علیحدہ گھر میں بسائے :

فرمایا کہ بعض لوگ عرفی بدنامی کے خوف سے اپنے والدین سے جدا نہیں ہوتے۔ ان ہی میں شامل رہ کر ہمیشہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تو راحت اور نیک نامی تو جمع نہیں ہو سکتی مگر راحت ایسی نیک نامی سے زیادہ ضروری الحصول ہے۔ پس اس زمانے میں بعد نکاح کے یہی چاہئے کہ علیحدہ رہے اور جو کچھ بھی ہو سکے اپنی کمائی سے والدین کی جدا خدمت کردے۔

(۱۴۹) حساب کتاب صاف ہونا چاہئے :

فرمایا کہ میرا بھتیجا شبیر علی میرے پاس رہتا تھا۔ ان کے والد خرچ بھیجتے تھے۔ میں اس کا حساب ان کے پاس روانہ کردیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے شکایت کی کہ حساب لکھ کر بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس میں مصلحت ہے۔ چنانچہ ان کی سمجھ میں بھی وہ مصلحت آگئی۔ وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کا خرچ تخمین کے موافق نہیں ہوتا۔ تو جب اپنے زعم کے خلاف پیش آئے اور اس کی وجہ معلوم ہو جائے تو کوئی خیال پیدا نہیں ہوتا۔ حکماء عرب کا قول ہے: تعاشروا کالاخوان و تعاملوا کالاجانب۔

(۱۵۰) طاعات میں شریعت سے بڑھنے میں بھی مفاسد ہیں :

فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ حدیث میں جو آیا ہے مروا صبیانکم بالصلوۃ اذا بلغوا سبعًا۔ سبعًا کی قید آسانی کے لئے لگادی ہے۔ ورنہ یہ قید ضروری نہیں بلکہ جب بچہ ذی ہوش ہو جائے اس کو نماز پڑھوانا چاہئے۔ گو سات سال سے کم ہو۔ یہ خیال کرکے میں نے مدرسے میں حافظ صاحب

سے (کہ وہ لڑکوں کو پڑھاتے ہیں) کہا کہ سب لڑکوں سے نماز پڑھوائی جائے۔ خواہ ان کی عمر سات برس ہو یا اس سے کچھ کم۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ نماز کے بعد معلوم ہوا کہ ایک لڑکے نے جس کی عمر سات برس سے کم تھی جانماز پر پیشاب کر دیا۔ اس وقت سات سال کی تشریع کی حکمت معلوم ہوئی اور یہ سمجھ میں آیا کہ اس سے قبل اچھے برے کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ واقعی احکام شرعیہ بہت ایسے ہیں کہ خلاف کرنے سے جب مضرت نظر آتی ہے تب ان کی تشریع کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ارتکاب معاصی میں مفاسد ہیں اسی طرح طاعات میں شریعت سے بڑھنے میں بھی مفاسد ہیں۔

(۱۵۱) ظہر کی پہلی سنتیں پڑھے بغیر امامت کروا سکتا ہے :

حافظ مولوی عبدالعلیم صاحب بردوانی نے مولوی محمد اسحٰق صاحب کی طرف سے ایک سوال پیش کیا کہ ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر امامت درست ہے یا نہیں اور بصورت جواز اس میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ کسی جگہ صراحتًا اس کے متعلق نہیں دیکھا گیا۔ لیکن ترمذی کی اس حدیث سے کان اذا فاتته الاربع قضٰها بعد الرکعتین سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ نہایت نفیس استنباط ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ تو ہمیشہ امام ہوتے تھے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون سنت ادا کئے ہوئے بھی فرض ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۵۲) اللہ والوں کے ہاں مادح اور ذام برابر ہوتے ہیں :

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی جب کوئی تعریف کرتا تو مولانا کچھ نہیں فرماتے تھے بلکہ خاموش رہتے تھے۔ اور یوں فرمایا کرتے کہ اگر منع کیا جائے تو اور زیادہ تعریف کی جاتی ہے اور اگر خاموش رہیں تو تعریف کرنے والا سمجھتا ہے کہ ہماری تعریف کی کچھ قدر نہیں ہوئی۔ اس واسطے پھر وہ سلسلہ قطع ہو جاتا ہے

علیٰ ہذا۔ اگر کوئی برا کہتا تب بھی نہ زبان سے کچھ کہتے اور نہ دل میں ناخوش ہوتے اور فرماتے جس کا جو جی چاہے کہے 'میرا کیا نقصان ہے۔

(۱۵۳) ہدیہ بغرض ثواب اخروی دیا جائے تو بحکم صدقہ ہے :

دہلی سے ایک شخص مولانا کے پاس فرائض (مسائل میراث) لے کر آیا اور کچھ نذرانہ دینا چاہا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ میں نہ لوں گا اور فرمایا کہ آج کل بزرگوں کو بصورت ہدایا دیا جاتا ہے اکثر ان کی تین قسمیں ہیں: ایک تو بہ غرض دنیا' یعنی رشوت۔ دوسرے بہ غرض ثواب اخروی یعنی صدقہ و خیرات۔ تیسرے کسی امر دینی کی غرض سے (مثلاً استفتاء کا جواب) اس کی اجرت اور میں ان تینوں قسموں میں سے ایک قسم کا بھی روپیہ وغیرہ نہیں لیتا۔ البتہ جو محبت سے دیا جائے وہ لے لیتا ہوں۔ کیونکہ صدقہ لینا تو مجھے بوجہ غنی ہونے کے جائز نہیں۔ اور اجرت امور دینیہ پر لینا بھی میں جائز نہیں سمجھتا اور رشوت تو سب ہی کے نزدیک حرام ہے اور جو محض محبت سے ہو وہ ہدیہ ہوتا ہے' اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

(۱۵۴) ہدیہ کا التزام درست نہیں :

فرمایا کہ مریدوں کو ہدیہ کا التزام مناسب نہیں ہے کہ اس میں مرید کا بھی ضرر ہے اور شیخ کا بھی۔ مرید کا تو ضرر یہ ہے کہ اگر کسی وقت کچھ پاس نہ ہو تو شیخ کے پاس جاتے ہوئے شرم آئے گی اور ان کی زیارت سے محروم رہے گا۔ اور شیخ کا ضرر یہ ہے کہ جب ہر دفعہ اس کو ہدیہ ملے گا تو اس کی حرص بڑھے گی کہ ضرور یہ کچھ لایا ہوگا۔

مریدوں کو اپنے شیخ سے بیعت ہونے کی ترغیب دینا مناسب نہیں

فرمایا کہ مریدوں کو یہ مناسب نہیں کہ لوگوں کو اپنے شیخ سے بیعت ہونے کی ترغیب دیں' کیونکہ اس سے شیخ پر بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ انہوں نے یہ چیلے چھوڑ

رکھے ہیں کہ لوگوں کو پھنسائیں اور بزرگوں پر بدگمانی زہر قاتل ہے۔

(۱۵۶) معلم کو اجرت بذل سعی کی ملتی ہے :

فرمایا کہ معلمین کو اجرت علم کے عوض میں نہیں ہوتی' ورنہ چاہئے تھا کہ اگر علم کسی کو حاصل نہ ہو تو یہ مستحق اجرت نہ ہوں' بلکہ یہ اجرت بذل سعی اور صرف کوشش کی ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر لڑکوں کو کچھ بھی نہ آئے تب بھی ان کے سرپرستوں پر تنخواہ واجب ہوگی۔

(۱۵۷) متعلقین کی ناگوار حرکت سے سخت تکلیف ہوتی ہے :

ایک شخص نے ایک عورت کی طرف سے جو کہ حضرت مولاناؒ کی پیر بہن مگر حضرت حاجی صاحبؒ کی سپردگی کی وجہ سے بمنزلہ مرید تھی۔ مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں عورت بیمار ہے اور آپ کو اس نے بلایا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس سے کہنا کہ میں ہرگز نہ آؤں گا اور میں تجھ سے ناخوش ہوں کیونکہ تو میرے بتلائے ہوئے طریقے پر نہیں چلتی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے جو بیعت کرنے میں بہت کمی کردی ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ میں نے تجربہ کیا کہ بہت لوگ بیعت ہونے کے بعد ایسے ایسے کام کرتے ہیں کہ ان سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور فرمایا کہ متعلقین سے اگر کوئی ناگوار حرکت صادر ہوتی ہے تو اس سے ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی اپنی اولاد کی نالائقیوں سے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ صرف ملاقات کا تعلق رکھا کریں تو اس میں زیادہ لطف رہے۔ کیونکہ ملاقات میں تو ہنر ہی پر نظر ہوتی ہے اور متعلقین کے عیوب پر بھی نظر ہوتی ہے۔

(۱۵۸) تعلیم کے بغیر ذکر و شغل میں لگنا بسا اوقات باعث ضرر ہو جاتا ہے

منشی محمد یوسف صاحب باشندۂ گلاؤٹھی مہمان تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ پوچھا کہ فلاں طالب علم آخر شب میں اٹھتا ہے اور ذکر کرتا ہے اور اِلاَّ اللّٰہ پر پہنچ کر اس

کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ اس کو بالکل ہوش نہیں رہتا۔ تو اس حالت میں وضو رہتا ہے یا نہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ اذکار واشغال بغیر تعلیم کے ہرگز نہ کرنے چاہئیں کہ ان سے بسا اوقات ضرر ہو جاتا ہے۔ وہ طالب علم از خود ذکر کیا کرتا تھا۔

(۱۵۹) ابن السبیل کا حق سب پر علی الکفایہ ہوتا ہے :

فرمایا کہ مہمان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ کہ خاص کسی ملاقات کے لئے اس کے پاس آئیں۔ اس کا حق تو صاحب خانہ پر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ کہ ابن السبیل ہوں اور رستے میں کسی سے ملاقات بھی کرلیں۔ اس قسم کے لوگوں کا حق علیٰ سبیل الکفایہ سب پر ہوتا ہے، کسی شخص معین پر نہیں ہوتا۔

(۱۶۰) بعض جاہلانہ کلمات سے ایمان چلا جاتا ہے :

فرمایا کہ ان جاہل فقیروں کی زبان سے بعض اوقات ایسے کلمات صادر ہوتے ہیں کہ ان سے ایمان بھی جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ تھانہ بھون سے ایک شخص پیران کلیر گئے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ میں جارہا تھا اور چند فقیر بیٹھے ہوئے بھنگ وغیرہ پی رہے تھے۔ مجھے بلا کر کہا کہ سنو آج تم کو ایک راز بتلائیں۔ وہ یہ کہ جب خدا تعالیٰ نے ارواح کو جمع کر کے احکام صادر فرمائے تو فقراء تو قریب تھے اور علماء دور تھے۔ تو فقراء نے تو سنا بنگ بوزہ اور علماء نے سنا نماز روزہ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ تِلْكَ الْخُرَافَاتِ)

(۱۶۱) متوکلین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا :

فرمایا کہ اسی طرح ایک اور قصہ مشہور ہے کہ ایک جاہل فقیر نے اپنے مرید کو یہ تعلیم کیا کہ یَا شیطٰن یا شیطٰن کا وظیفہ پڑھا کرو اور چالیس دن تک اس کو پڑھو۔ چنانچہ اس نے پڑھا۔ جب چالیس روز پورے ہو گئے تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ کو کیوں پکارا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ کل بتلاؤں گا اور اپنے پیر

سے پوچھا کہ شیطان آیا تھا۔ اب میں اس سے کیا کہوں؟ پیر صاحب نے کہا کہ اول تو اس کو خدا کی قسم دینا۔ اس کے بعد کہنا کہ نزع کے وقت میرے پاس نہ آنا۔ چنانچہ اس مرید نے ایسا ہی کیا۔ شیطان بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ خیراب تو میں نے قسم کھالی ہے۔ اس کے خلاف نہ کروں گا اور نزع کے وقت تمہارے پاس نہ آؤں گا۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ اب سلب ایمان کا خوف نہیں رہا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ سب لغو باتیں ہیں۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں ہے: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ پس اگر کوئی شخص ایمان لائے اور توکل کرے اور شیطان کے ساتھ دوستی نہ کرے اس پر شیطان کا غلبہ ہرگز نہ ہوگا۔ بس یہ ہے شیطان کے عدم تسلط کی تدبیر۔ نہ یہ کہ اس کے نام کا وظیفہ پڑھ کر اس کو بلایا جائے اور پھر اس کو قسم دے کر اس پر بھروسہ کیا جائے۔ جہل سے یہ سب مہملات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱۶۲) علم کے لئے عقل کی بھی ضرورت ہے:

فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص تھے۔ ان کا پیٹ بہت بڑھا ہوا تھا اور اس وجہ سے ان کو موئے زہار تراشنا سخت مشکل ہوتا تھا۔ وہ میرے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا۔ میں نے کہا کہ تم نورہ یعنی چونہ ہڑتال کا استعمال کرو۔ وہ بار بار پوچھنے لگے کہ کیا اس کا استعمال جائز ہے؟ میں نے پوچھا کہ آخر آپ کو اس قدر تعجب کیوں ہے؟ کہنے لگے کہ میں نے ایک ذی علم صاحب سے اس مسئلے کو پوچھا تھا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اپنی بیوی سے صاف کرایا کرو۔ اب بتلائیے کہ بیوی اس بے حیائی کو کیسے منظور کرلیتی۔ اس واسطے وہ میرے جواب سے بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ایسا کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن سخت بے حیائی ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے: یک من علم راده من عقل میباید۔

(۱۶۳) مولانا مظفر حسینؒ صاحب کی صاحبزادی نیک ہونے کے ساتھ فہیم بھی تھیں :

فرمایا کہ حضرت مولانا مظفر حسینؒ صاحب کی بڑی صاحبزادی جو کہ معمر ہیں نیک بختی میں مشہور ہیں۔ مجھ کو یہ خیال تھا کہ نیک ہونا اور بات ہے اور فہیم ہونا اور بات ہے۔ شاید عورت ہونے کے سبب خوش فہم نہ ہوں۔ میں ایک بار ان کے پاس حاضر ہوا۔ واقعی ان کو میں نے خوش فہم بھی پایا۔ مابہ الاستدلال میرا یہ تھا کہ جب میں وہاں جاکر بیٹھا تو نہایت تواضع اور تضرع سے فرمانے لگیں کہ میں بہت گنہگار ہوں۔ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمادیں تو یہ انکسار اور عاجزی ان کے صاحب فہم ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ کم فہم کو تو ذرا سے نماز روزے پر ناز ہو جاتا ہے۔ پھر نہایت عاجزی اور خلوص کے ساتھ انہوں نے میرے سامنے ناشتہ پیش کیا۔ یہ بھی ان کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ صاحبزادگی کے باوجود ایسا تذلل بدون نور فہم کے نہایت بعید ہے۔

(۱۶۴) شیخ کی خدمت آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کرے :

فرمایا کہ بلگرام میں ایک عالم تھے بہت بڑے بزرگ۔ ایک روز ان پر فاقہ تھا۔ ان کے ایک شاگرد پڑھنے کے لئے آئے۔ چہرے سے فاقہ کے آثار معلوم کرکے حیلہ لطیف کرکے کہنے لگے کہ آج تو میری طبعیت کچھ کسلمند ہے۔ سبق پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ ان بزرگ نے کہا بہت اچھا۔ یہ اجازت پاکر وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر آئے اور خوان میں بہت سا کھانا لے کر شیخ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ یہ کھانا ایسے وقت آیا ہے کہ مجھے حاجت ہے لیکن چونکہ تمہارے جانے کے وقت مجھے خیال ہوا تھا کہ تم کھانا لے کر آؤ گے لہٰذا میں اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حدیث میں ہے: ما اَتٰکَ من غیر اشراف نفسٍ فخذہ۔ تو

چونکہ بعد اشراف نفس آیا اس کا قبول کرنا خلاف سنت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کو سلاطین نے جاگیریں دینی چاہیں مگر انہوں نے قبول نہیں کیں کہ قلب ان کے ساتھ متعلق ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے اشراف نفس کو مذموم قرار دیا ہے۔ غرض وہ شاگرد شیخ کا انکار سن کر فوراً واپس ہو گئے اور کھانا بھی اٹھا لے گئے مگر جب نظر سے غائب ہو گئے تو پھر واپس آئے اور عرض کیا کہ حضرت اب تو اشراف نفس نہ رہا ہو گا بلکہ قلب بالکل مایوس ہو چکا ہو گا۔ اب تو قبول فرما لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے قبول فرما لیا اور بہت سی دعائیں دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جب کسی کو خدمت کرنے کی تمنا ہوتی ہے تو باوجود مخدوم کے مذاق کے محفوظ رکھنے کے بھی اس کا کوئی نہ کوئی طریقہ پیدا ہو ہی جاتا ہے اور فرمایا کہ ادب یہی ہے کہ جب شیخ انکار کر دے تو پھر اپنی رائے پر اصرار نہ کرے اور اپنی بات کے لئے حجت اور تاویل نہ کرے بلکہ شیخ کی حسب مرضی کام کرے۔ دیکھئے حضرات صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ چونکہ ان حضرات کو معلوم تھا کہ حضور اس کو پسند نہیں فرماتے۔ پس جب بات سے کسی کے قلب پر بار ہو وہ تعظیم نہیں، مگر آج کل اس کی ذرا پروا نہیں کی جاتی۔

(١٦٥) ستارے ٹوٹتے ہوئے دیکھے تو استغفار کرے :

فرمایا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ آسمان سے ستارے ٹوٹ رہے ہیں یعنی شہاب ثاقب۔ میں حدیث شریف کی تعلیم کے مطابق استغفار کر رہا ہوں اور مجھ پر خوف غالب ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ان شاء اللہ ایک بات ہو گی اور خدا کرے کہ دونوں ہوں۔ ایک تو یہ کہ کوئی شخص ایسا کامل پیدا ہونے والا ہے یا ظاہر ہونے والا ہے کہ اس سے دین کو نفع بہت ہو گا اور دوسرے یہ کہ ہندوستان سے طاعون دفع ہونے والا ہے، کیونکہ شہاب ثاقب سے دفع جنات ہوتا ہے اور طاعون کو دخترجن فرمایا گیا ہے۔

(۱۶۶) مکاشفات قطعی نہیں ہوتے :

فرمایا کہ مکاشفات اولیاء قطعی نہیں۔ کبھی خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ نیز ہمیشہ کشف ہونا بھی ضروری نہیں۔ چنانچہ ایک مجذوب سے جب کوئی پوچھتا کہ فلاں واقعہ کس طرح ہو گا یا فلاں امر کب واقع ہو گا تو کہتے کہ کیا اللہ میاں سے میری رشتہ داری ہے۔ مجھے کیا خبر کہ کب ہو گا اور بہت برا بھلا کہتے تھے۔ غرض افعال خداوندی میں بندے کو کیا دخل اور غلام کو اپنے مولیٰ کے امور میں دخل دینے سے کیا واسطہ۔

(۱۶۷) ہمیشہ صاف گوئی سے کام لینا چاہئے :

فرمایا کہ بعض لوگ محض تفریح طبع کے لئے آتے ہیں اور بہانہ کرتے ہیں میری ملاقات کا۔ پھر غضب یہ کہ میرا انتظار بھی نہیں کرتے بلکہ بلا ملاقات ہی کے چل دیتے ہیں۔ اگر دو تین گھنٹے انتظار کرتے تو میں بھی سمجھتا کہ واقعی یہ ملاقات ہی کی غرض سے آئے ہیں۔ فرمایا کہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ بعضے میرے کام کے وقت آکر بلا ضرورت میرے وقت کو ضائع کرنا چاہتے ہیں اور اگر وہ کہیں کہ تمہارے وقت فرصت میں ہم کو فرصت نہ تھی تو میں کہتا ہوں کہ ان کو اگر دنیا کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں ہے تو مجھے دین کے کام یعنی اپنے لکھنے پڑھنے کی وجہ سے فرصت نہیں ہے۔

(۱۶۸) کثرت کلام مضر ہے :

فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ سکوت سے قلب میں جو بات پیدا ہوتی ہے وہ گفتگو کے بعد باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ وہ گفتگو محمود ہی کیوں نہ ہو لیکن حد ضرورت سے زائد ہو۔ شیخ فرید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

گرچہ گفتارش بود در عدن : دل ز پر گفتن بمیرد در بدن

(۱۶۹) دوستوں سے ملاقات کے لئے جانے میں تکلیف نہیں ہوتی :

فرمایا کہ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوبؒ ایک مرتبہ جلال آباد تشریف لے گئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت نے بہت تکلیف فرمائی۔ حافظ صاحب نے ذرا سختی سے فرمایا کہ کیا میں تمہارا نوکر ہوں کہ میں تمہارے لئے تکلیف کرتا یا تم مجھے تنخواہ دیتے ہو۔ یہ سخت بے ادبی کا کلمہ ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ آپ نے کرم کیا' عنایت فرمائی کہ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگر مجھے تکلیف ہوتی تو کیوں آتا۔ مولانا نے فرمایا کہ حافظ صاحبؒ کی کیفیت مجذوبانہ تھی اور مجذوبوں کا کلام اکثر بے ٹھکانے ہوتا ہے۔ لیکن حافظ صاحبؒ کی باتیں نہایت پاکیزہ اور عقلاء کے کلام کی طرح ہوتی تھیں۔ آجکل تکلیف فرمائی آداب میں شمار ہوتا ہے۔ حالانکہ دوستوں کی ملاقات کو جانے میں تکلیف نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو تقاضائے محبت سے وہ محسوس نہیں ہوتی۔ حافظ صاحبؒ کا مقصود اس سے ادب کی تعلیم فرمانا تھا۔

(۱۷۰) طاعون والی جگہ پر نہ جانا چاہئے :

ایک روز کچھ تذکرہ طاعون کے متعلق تھا۔ فرمایا کہ میرا قصد فلاں جگہ جانے کا تھا۔ مگر چونکہ معلوم ہوا کہ اس جگہ طاعون ہے' اس واسطے قصد ملتوی کردیا۔ اب سنا گیا ہے کہ وہاں کچھ تخفیف ہے۔

(۱۷۱) طاعون میں مرنے والا شہید ہے :

فرمایا کہ حدیث میں ہے: المطعون شہید۔ بے شک بالکل ٹھیک ہے۔ واقعی جو لوگ طاعون میں مرتے ہیں ان کی موت حیرت انگیز ہوتی ہے۔ بالکل اولیاء کی سی موت ہوتی ہے۔

(۱۷۲) عصر حاضر کے علوم پہلے بھی موجود تھے :

فرمایا کہ آج کل کی جدید معلومات اور جدید اختراعات کی نسبت ایک شخص کہنے لگا کہ آج کل معجزے ہو رہے ہیں (معاذاللہ) اور بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جو علوم اب پیدا ہوگئے ہیں یہ پہلے نہ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ سب علوم تھے مگر متقدمین اس کو کمال سمجھ کر چھپاتے تھے اور یہ لوگ اس کو مال سمجھتے ہیں' اس لئے اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی ان کی نیت محض تجارت ہے اور تحصیل نفع وہ جس چیز سے بھی ہو باقی دوسروں کو نفع رسانی۔ سو یہ ان کی غرض نہیں ہوتی' الا ماشاء اللہ۔

(۱۷۳) اصلاحی تعلق نہ رکھنے والوں پر ڈانٹ ڈپٹ مناسب نہیں :

میں نے (یعنی مولوی محمد صاحب نے) عرض کیا کہ آج دوپہر دو آدمی آئے تھے۔ ان میں سے ایک کی داڑھی کتری ہوئی تھی مگر دونوں آپ سے ملاقات کے بغیر چلے گئے۔ میں تو ڈرتا بھی تھا کہ یہ طالب علم ہیں اور داڑھی ان کی کتری ہوئی ہے۔ مولانا ان پر بہت خفا ہوں گے۔ مولانا سلمہ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو مجھ سے تعلق نہیں ہوتا میں ان کو کچھ نہیں کہتا۔ کیونکہ ایسے موقع پر کہنے سے سوائے ناگواری کے اور کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ آئندہ کے لئے اور وحشت ہو جاتی ہے جس سے نفع بعید ہو جاتا ہے۔

(۱۷۴) توفیق عطائے خداوندی ہے :

ایک شخص نے مسجد کے باہر کھڑے ہو کر حاجی عبدالرحیم صاحب کارندۂ منشی اکبر علی صاحب کو آواز دی اور مسجد میں نہ آیا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ ایک وہ بھی خدا کے بندے ہیں کہ دور دور سے آتے ہیں۔ ایک یہ ہیں کہ ان سے دو چار قدم بھی آگے نہیں آیا جاتا۔

(۱۷۵) پیچھے سے پکارنے والے کو جواب نہ دے :

فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کو جو نہایت متقی اور نہایت حلیم اور نہایت پرہیزگار تھے' انہوں نے اپنی وصیت میں امام ابو یوسفؒ کو فرمایا ہے کہ اگر کوئی تم کو پشت کی طرف سے آواز دے تو اس کو جواب نہ دو' نہ اس کی طرف التفات کرو' کیونکہ اس نے تم کو حیوان سمجھا کہ حیوان کو پشت کی جانب سے آواز دیتے ہیں اور جب اس نے تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا تو تم اس کے ساتھ انسان کا سا برتاؤ کیوں ضروری سمجھو۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے اصلاح اور تنبیہہ کا اور یہی نیت ہونی چاہئے نہ کہ کبر و ننگ۔

(۱۷۶) اصلاح عملی زیادہ نافع ہوتی ہے :

فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص بلا استیذان کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خیمے میں چلے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے اذن کیوں نہیں لیا؟ پھر فرمایا کہ باہر جاؤ اور اذن طلب کرنے کے بعد پھر آؤ اور ایک دوسرے شخص سے اشارہ فرمایا کہ ان کو طریقہ سکھادو۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام اور ہر معاملے کا طریق جداگانہ ہے۔ اس طریق کے موافق چلنا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اصلاح عملی زیادہ نافع ہے۔

(۱۷۷) نیک اخلاق کا یہ معنی نہیں کہ نہی عن المنکر نہ کرے :

ملفوظ سابق کے تتمے میں فرمایا کہ نیک اخلاقی کے یہ معنی نہیں کہ آدمی لوگوں کا خاک پا ہوجائے کہ جس کا جس طرح جی چاہے اس سے برتاؤ کرے۔ حضرات انبیاءؑ خصوصاً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ وسیع الخلق کون ہوگا' مگر پھر بھی دیکھئے آپ نے کس طرح اس شخص کی غلطی پر سکوت نہیں فرمایا۔ پس آپ کی سنت کے موافق رہنا چاہئے۔

(۱۷۸) مستعار چیز کو جلد واپس کرنا چاہئے :

ایک روز عنایت خان صاحب جلال آباد سے کچھ مرکب دوا اپنے پیالے میں اور کوئی دوسری چیز رومال میں لے کر آئے۔ مولانا نے تاج علی کو بلا کر فرمایا کہ یہ ہمارے گھر پر دے آؤ اور رومال اور پیالہ واپس لے آؤ۔ خان صاحب نے فرمایا کہ پیالے کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میری عادت یہ ہے کہ میں مستعار چیزوں کو جلدی واپس کردیتا ہوں اور اگر کسی وجہ سے واپس نہ کرسکوں تو اس کی بہت حفاظت کرتا ہوں اور گھر میں سب چیزوں سے علیحدہ محفوظ جگہ میں اس کو رکھ دیتا ہوں اور گھر میں سب کو منع کردیتا ہوں کہ اس کو استعمال نہ کریں' کیونکہ اس کا استعمال درست نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے پاس کھانا بھیجے تو اس کے برتن میں کھانا جائز نہیں کیونکہ اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر کھانا ایسا ہو کہ برتن کے بدلنے سے متغیر ہو جائے تو اس قرینے کی وجہ سے اجازت سمجھی جائے گی۔ اس میں تغافل کرنے سے بسا اوقات گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ مگر اب تو لوگ بدون تقاضے کے واپس بھی نہیں کرتے۔ بلکہ بعض مرتبہ ایک گھر سے دوسرے گھر وہاں سے تیسرے گھر چلا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ چند روز کے بعد انکار ہی کردیتے ہیں۔

(۱۷۹) حساب کتاب صاف رکھنا چاہئے :

فرمایا کہ اس مدرسے میں متفرق مدوں میں چندہ آتا ہے۔ میں نے سب کے لئے متفرق تھیلیاں تیار کر رکھی ہیں اور سب کا حساب جداگانہ ہر وقت صاف اور پاکیزہ رکھتا ہوں اور آمدنی اور یافتنی سب کو لکھتا ہوں اگرچہ چند پیسے ہی ہوں۔

(۱۸۰) مالی معاملات کو لکھ لینا چاہئے :

فرمایا کہ کانپور میں ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کا قرضہ دو مرتبہ ادا کیا۔ مجھے

یاد تھا کہ میں دے چکا ہوں لیکن اس نے اعتبار نہ کیا اور کہا کہ مجھے یاد نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ۔ یعنی لکھنے سے اکتاؤ نہیں، چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا اور فرمایا کہ لوگ خدا تعالیٰ کی وسعت رحمت پر لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن میں اس آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ الخ سے استدلال کرتا ہوں۔ کیونکہ خداوند کریم کے نزدیک دنیا نہایت ذلیل ہے تو جب اس کی حفاظت کے لئے یہ طرق بتلائے۔ تو معلوم ہوا کہ خدائے کریم ہماری آخرت میں تو ذرا بھی کمی نہ فرمائیں گے۔ غرض ہر شے میں ایک طریقہ خاص ہے، اسی کے موافق اس کو انجام دینا چاہئے۔

(۱۸۱) بلا ضرورت شدید سفر نہ کرنا چاہئے :

سفر کرنے کے متعلق تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ اب تو جی یوں چاہتا ہے کہ سفر کو بالکل ترک کردیا جائے، کیونکہ اب سفر سے تکالیف زیادہ ہونے لگی ہیں۔ فرمایا کہ آج اور کل دیوبند والے میرا انتظار کریں گے مگر شاید آج میرا خط نہ جانے کے متعلق پہنچ جائے۔ وہاں جانے میں ایک تو کثرت بارش کی وجہ سے سخت تکلیف ہونے کا اندیشہ ہے، دوسرے سنا گیا ہے کہ وہاں طاعون بھی ہے۔ مولوی عبدالعلیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! چند روز تک تو اور سفر ترک نہ کیا جائے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کو بہت سے منافع ہوجاتے ہیں۔ فرمایا کہ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ سفر میں بجز اس نفع کے کہ وعظ ہوجاتا ہے اور کوئی نفع نہیں ہوتا اور وعظ میں بھی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو مخالفین۔ ان کو تو کوئی نفع ہوتا ہی نہیں۔ دوسرے موافقین۔ ان کو چنداں حاجت وعظ کے سنانے کی نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ان کی کیفیت اطمنانیت کی اور تجدید ہوجاتی ہے۔ تیسرے وہ لوگ کہ ان کو نہ اقرار ہے نہ انکار۔ ایسوں کو البتہ کچھ نفع ہوجاتا ہے لیکن ایسے بہت ہی کم ہوتے

ہیں۔ البتہ اگر کہیں ایک مدت دراز تک قیام کیا جائے اور مخالفین کو مانوس کرنے کے بعد پھر خیر خواہی کے طور پر کچھ کہا سنا جائے تو ضرور مفید ہو۔ مگر اتنی مدت کہاں سے آئے۔ تو زیادہ مدت میسر نہیں' تھوڑی مدت میں نفع متصور نہیں۔ پھر سفر کرنا بلا ضرورت پریشان ہونا ہے اور سفر میں علاوہ تعب جسمانی کے روحانی ضرر بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنے اختیار میں نہیں رہتا اور آزادی سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خواہ مخواہ بھی لوگوں کو رعایت کرنی پڑتی ہے۔ نیز کھانے سونے کا کچھ بھی انتظام نہیں رہتا' وظیفے الگ قضا ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ دن بھر پاؤ ہو میں اور لوگوں کے نیک و بد سننے میں گزرتا ہے۔ نیز زمانہ سفر میں بعض لوگ یہاں آتے ہیں اور مجھے نہیں پاتے تو ان کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اگرچہ میں گھر پر رہ کر بھی کچھ نہیں کرتا لیکن تاہم کر تو سکتا ہوں اور جب فراغ قلب ہوتا ہے تو کم و بیش کچھ کر بھی لیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی بات ہے کہ میرے مزاج میں ذرا تیزی ہے۔ اس سے بھی لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور جوانی میں تو میں نہایت ہی تیز مزاج تھا۔ اب تو قویٰ بھی ضعیف ہو گئے ہیں' کچھ تیزی کم ہو گئی ہے۔ شاید آئندہ اور زیادہ کم ہو جائے۔ پہلے تو میں اکثر لوگوں کو مارنے لگتا تھا مگر خیر اب وہ بات تو نہیں رہی لیکن کبھی کبھی اب بھی کوئی پٹ ہی جاتا ہے۔ کیا کروں لوگ بھی تو بہت ہی زیادہ پریشان کرتے ہیں۔

(۱۸۲) امراء کی صحبت سے احتراز بہتر ہے :

فرمایا کہ امراء کی صحبت سے میری طبیعت نہایت ہی منقبض ہوتی ہے اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ امراء کی صحبت میں بیٹھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ پنجرے میں بند کر دیا گیا۔

(۱۸۳) طاعون کے زمانے میں بھاگنے سے ممانعت مبنی بر حکمت ہے

فرمایا کہ طاعون کے زمانے میں بھاگنے کی ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی ہے

کہ جو شخص کسی حادثے کے قریب ہوتا ہے اور اس کا معائنہ کرتا ہے تو اس کا خوف کم ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص دور ہوتا ہے اس کو زیادہ خوف ہوتا ہے اور اس کی بنا زیادہ تر اخبار کاذب ہوتے ہیں۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ برق و رعد کہ جو لوگ خانہ نشین ہیں ان کو زیادہ اندیشہ ہوتا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو جنگل میں ہوں۔

(۱۸۴) حضرت گنگوہیؒ کے ہاں امراء و غرباء سب برابر تھے

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ہاں امراء اور غرباء سب برابر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک تحصیل دار آئے۔ مولانا چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ ان تحصیل دار کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ آخر وہ واپس چلے گئے اور یہ شکایت کی کہ مجھ کو دیکھ کر مولانا نے آنکھیں بند کرلیں اور پہلو بدل لیا۔ میں نے اس قصے کو سن کر کہا کہ محض آنکھیں کھلی ہونے سے تو یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ بیدار ہیں۔ کیونکہ کبھی نیند کی حالت میں بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

(۱۸۵) دعوت میں بہت زیادہ تکلف نہ کرے :

فرمایا کہ آج میاں نثار احمد نے میری دعوت کی تھی۔ بارہ بجے تک میں نے کھانے کا انتظار کیا۔ اتفاق سے اس وقت تک بھوک بھی زیادہ نہیں لگی تھی۔ آخر ڈیڑھ بجے کے بعد میں نے اپنے گھر جا کر کھانا کھا لیا۔ اڑھائی بجے کے بعد وہاں سے کھانا آیا تو میں نے واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد نثار احمد خود آئے اور معذرت کرنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر کھانا بھیجا تو میں نے رکھ لیا۔ فرمایا کہ جب کسی کی دعوت کرے تو وقت پر جو کچھ میسر ہو سکے کھلا دے۔ اب بتلایئے کہ اتفاق سے آج رات کو بھی دعوت ہے تو یہ صبح کا کھانا تو شام کو کھایا جائے گا اور شام کا کھانا کل صبح کھانا چاہئے۔ ایسی دعوت میں کیا لطف ہے

(۱۸۶) دستی خط کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی :

فرمایا کہ دستی خط کی کچھ بھی قدر میرے دل میں نہیں ہوتی اور سمجھتا ہوں کہ اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر ان کو ضرورت ہوتی تو پیسہ خرچ کرکے ڈاک میں بھیجتے۔

(۱۸۷) سورۂ یٰسین شریف باعث شفاء ہے :

فرمایا کہ لوگوں کے خیالات اس قدر خراب ہوگئے کہ ایک مرتبہ میں ایک شخص کی عیادت کو گیا۔ اس پر سورۂ یٰسین پڑھ کر دم کرنے کا خیال ہوا۔ میں نے اس خوف سے کہ اس کے گھر والے برا مانیں گے کہ اس کو مردہ سمجھا نیز اگر یہ مرگیا تو اس کے گھر کے لوگ کہیں گے کہ یٰسین سے مرگیا۔ اس لئے سورۂ یٰسین آہستہ پڑھی۔ مگر خدا کا شکر کہ وہ تندرست ہوگیا۔

(۱۸۸) حقوق بقدر تعلق کے ہوتے ہیں :

فرمایا کہ حقوق بقدر تعلق کے ہوتے ہیں۔ پس جنس عالی اور جنس سافل اور نوع اور صنف سب کی شرکت موجب تعلق حقوق ہیں۔ مثلاً نفس حیوان ہونے میں یہ تمام حیوانات ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ تو ان کا بھی حق ہم پر ہے۔ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے حقوق بھی بتلائے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تجعلوا ظهور دوابكم منابر۔ یعنی جانور کی پشت کو منبر نہ بناؤ۔ یعنی اگر کوئی شخص مثلاً گھوڑے کی پشت پر بیٹھا ہے اور چلتے ہوئے یا کچھ وقفہ کرکے دوسرے کے ساتھ کلام کرے تو جائز ہے، لیکن بہت دیر تک گھوڑے کو کھڑا رکھنا اور اس کی پشت پر سوار رہنا یہ نہ چاہئے۔ اگر باتیں کرنے کی ضرورت ہی ہے تو گھوڑے سے اتر کر کریں۔

(۱۸۹) اجنبی مسلمان کی عیادت و نماز جنازہ میں شرکت کرنی چاہئے

فرمایا کہ لوگ اپنے دوستوں اور مخدوموں کی عیادت تو کرتے ہیں لیکن محض مسلمان ہونے کی وجہ سے کسی کی عیادت نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ بھی کرنی چاہئے۔ اسی طرح مشایعت جنازہ میں کہ اپنے ملنے والوں کے جنازے کی مشایعت تو کرتے ہیں لیکن کسی اجنبی مسلمان کے جنازے کی مشایعت کوئی نہیں کرتا' حالانکہ کرنی چاہئے۔

(۱۹۰) نمائش کے لئے کپڑے پہننا داخل کبر ہے :

مولوی عبدالعلیم صاحب نے پوچھا کہ جمعہ کے روز غسل کرکے عمدہ کپڑے پہننا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ جمال ہے اور حدیث میں آیا ہے: اِنَّ اللّٰہ جمیلٌ یحبُّ الجمال۔ اور فرمایا کہ عمدہ لباس اور اسی طرح ہر لباس کے پہننے میں چار نیتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے دوسروں کی تحقیر مقصود ہو۔ دوسرے یہ کہ فقط اپنے نفس کو خوش کرنا ہو۔ تیسرے یہ کہ اپنے کو ذلت اور خواری سے بچانا ہو۔ چوتھے یہ کہ اس سے کسی دوسرے کی تعظیم کرنا ہو۔ مثلاً کسی حاکم کے پاس جاتا ہے یا کسی بزرگ کے پاس جاتا ہے اور اس کے اکرام کے لئے کپڑے بدلتا ہے۔ پہلی صورت حرام ہے۔ کیونکہ وہ بطر میں داخل ہے۔ اسی کی بابت حدیث میں ہے: من جر ازارہ خیلاء۔ اور دوسری صورت داخل جمال ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ تیسری صورت دفع مضرت کے اندر داخل ہے (حسن ثیابك فان بھا یعز الناس ویکرم) چوتھی صورت بھی مسنون ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ حضرت حمزہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے چادر منگا کر اوڑھ لی اور مقصود اس سے حضرت حمزہؓ کی تعظیم تھی چونکہ وہ آپ سے رشتہ اور عمر میں بڑے تھے۔

(۱۹۱) ہر کمال عطیہ خداوندی ہے :

فرمایا کہ اگر کسی میں کوئی کمال ہو اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا عطیہ سمجھے تو یہ اس کا شکر ہے اور اگر اسی اعتقاد سے اس کو ظاہر بھی کرے تو یہ تحدث بالنعمت ہے۔

(۱۹۲) توفیق حق طالب صادق کی دستگیری کرتی ہے :

مولوی عبدالعلیم صاحب نے پوچھا کہ اگر کوئی جزئیہ کتب فقہ میں نہ ملے یا میری سمجھ میں نہ آئے تو اس کی بابت کیا کروں؟ فرمایا کہ جو شخص چند روز شیخ کی خدمت میں رہے اور درستی اعمال کی فکر رکھے تو عادت اللہ یوں جاری ہے کہ اس کو ہدایت الی الامر الحق ہو ہی جاتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ اور اگر شرح صدر نہ ہو اور وہ کام ضروری ہو تو اس کام کو کرلیا جائے اور خدا تعالیٰ سے استغفار کیا جائے۔ اس کی ضرورت نہیں کہ جب وہ بالیقین ناجائز ثابت ہو جائے تب ہی اس سے استغفار کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں اس کی تعلیم ہے کہ اَسْتَغْفِرُكَ مما تعلم ولا اعلم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ ان کا معصیت ہونا معلوم نہیں ہوتا اور پھر بھی ان سے استغفار مشروع ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ استغفار مقبول ہونے کے لئے اس کا معصیت یقینی ہونا شرط ہے۔ دوسرے اگر کوشش بھی کی تو اس کی یہی تو ہوگی کہ توبہ کرے۔ پس توبہ کو تلاش تک موخر رکھنے کی کیا ضرورت ہے' بلکہ یہ ایک قسم کا شیطانی شوشہ ہے کہ اس کو سوچ بچار میں ڈال دیا اور دوسرے کاموں سے کھو دیا۔ حکم تو یہ ہے کہ انسان ہر وقت مطالعہ جمال حق میں رہے۔ شیطان اس سے ہٹا کر دوسرے بیکار کاموں میں مشغول کردیتا ہے۔

(۱۹۳) جزئیات غیر منصوصہ میں اجتہاد منقطع نہیں ہوا :

مولوی عبدالعلیم صاحب نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ مائۃ رابعہ

میں اجتہاد منقطع ہو گیا جبکہ نئے واقعات میں اب بھی استدلال کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اس سے اجتہاد مطلق مراد ہے یعنی قواعد کا مقرر کرنا کسی کو جائز نہیں۔ نیز جن جزئیات کو فقہاء متقدمین مستخرج کر چکے ہیں ان کا استخراج بھی اب جائز نہیں۔ کیونکہ ضرورت نہیں۔ البتہ جن جزئیات کا وقوع اس زمانے میں نہیں ہوا تھا اور فقہاء نے اس کی تصریح نہیں فرمائی۔ ایسے جزئیات کا انطباق ان کے قواعد مدونہ پر جائز ہے اور ایسے لوگ ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں' ورنہ شریعت کو کامل نہیں کہہ سکیں گے اور جزئیہ منصوصہ کا استخراج جدید اس لئے جائز نہیں کہ حضرات سلف علم میں' فراست میں' تقویٰ میں' زہد میں' جہد فی الدین میں' غرض سب باتوں میں ہم سے بڑھے ہوئے تھے۔ تو تعارض کے وقت ان کا اجتہاد مقدم ہو گا۔ باقی جزئیہ غیر منصوصہ میں اجتہاد کر کے عمل کرنا جائز ہے۔

(۱۹۴) نسبت کا خود بخود ادراک ہو جاتا ہے:

فرمایا کہ اگر اسی طرح کسی مرید کو شیخ نے اجازت تلقین کی نہ دی ہو اور وہ اپنے اندر تلقین کی قوت پائے تو اس کو جائز ہے کہ وہ بغیر اجازت بھی دوسرے کو تعلیم کر دے۔ پس تعلیم اور بیعت لینے میں اجازت تو شرط نہیں لیکن کسی کا مرید ہونا شرط ہے۔ مولوی عبدالعلیم صاحب نے پوچھا کہ وہ قوت کیونکر دریافت ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ جو شخص بالغ ہوتا ہے اس کو کسی کی شہادت دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تو اگر کسی کو معلوم نہ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ابھی وہ قوت پیدا نہیں ہوئی۔ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید میں نشوونما پا رہی ہے لیکن ابھی بالکل ظاہر نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے مرید کو اس پر اطلاع نہیں ہوئی اور شیخ کو ادراک ہو گیا اور اس لئے اجازت دے دی۔ ایک وقت وہ بھی ہو گا کہ بالکل ظاہر ہو جائے گی اور اس کو بھی ادراک ہونے لگے گا۔

(۱۹۵) مغلوب الحال مبتدی ہوتا ہے :

مولوی عبدالعلیم صاحب نے دریافت کیا کہ ابتدا و توسط و انتہاء فی التصوف کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ مبتدی ہے اور جو کبھی غالب ہو جاتا ہو اور کبھی مغلوب وہ متوسط ہے اور جو اکثر غالب اور مستقیم رہتا ہو اِلاَّ مَا شَاءَ اللّٰہ وہ منتہی ہے۔

(۱۹۶) سپرٹ ملی دوا کا استعمال درست نہیں :

انگریزی دوا کی نسبت فرمایا کہ میں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ جس قدر ٹنکچر ہیں ان میں اسپرٹ ضرور ہے۔ علی گڑھ میں مجھے ایک مرتبہ خناق ہوا۔ میرے بھائی محمد مظہر ایک دوا اسی قسم کی لائے۔ ایک واقف سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں اسپرٹ نہیں ہے۔ میں نے اس کا استعمال کیا اور اس سے مجھے فائدہ ہو گیا۔ اس کے بعد بریلی میں ایک مرتبہ پھر یہ مرض ہوا۔ پھر اسی دوا کا استعمال شروع کیا اور اسی حالت میں گھر آکر میں نے ایک نہایت ہی برا خواب دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ اس دوا کا اثر تھا۔ آخر میں نے خدا پر توکل کر کے اس کو چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک دوست نے ایک جنگلی دوا بھیج دی۔ اس سے خدا تعالیٰ نے صحت بخشی۔

(۱۹۷) اہل تقویٰ کو ٹنکچر کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے

فرمایا کہ ہر اسپرٹ اشربہ اربعہ میں سے نہیں ہے۔ پس ایسے اسپرٹ کا شیخین ؒ کے نزدیک استعمال جائز ہے۔ لیکن فتویٰ امام محمد ؒ کے قول پر ہے۔ تاکہ عوام الناس کو جرات نہ بڑھ جائے۔ تو چونکہ یہ فتویٰ سدباب فتنہ کے لئے ہے اس لئے مبتلیٰ کو گنجائش استعمال کی ہے اور اس میں سرکہ ڈال دیا جائے تو بعد انقلاب وہ سرکے کے حکم میں ہو جاتا ہے اور استعمال جائز ہو جاتا ہے، لیکن جو مخلوط دوسری اشیاء کے ساتھ ہو وہ اس کی وجہ سے نجس ہو جائیں گی اور ان کی نجاست باقی

رہے گی گو اسپرٹ میں انقلاب ہو جائے تو اہل تقویٰ کو ٹنکچر کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے اور جو عوام مبتلا ہوں ان پر سختی نہ کریں۔

(۱۹۸) غیر معلوم المعنی الفاظ سے دم کرنا جائز نہیں :

فرمایا کہ جس رقیہ کی عبارت کے معنی معلوم نہ ہوں یا اس کے معنی خلاف شرع ہوں اس کو پڑھ کر جھاڑ پھونک نہ کرے، کیونکہ نفع اس پر موقوف نہیں۔ دوسرے رقیہ میں اگر عزم برضا کا کرلے وہ بھی نافع ہوتا ہے، کیونکہ جھاڑ پھونک کی حقیقت یہ ہے کہ عامل کی قوت یقین سے اثر ہوتا ہے خواہ رقیہ کچھ ہی ہو۔

(۱۹۹) حاضرات کا عمل تخیل کا کرشمہ ہے :

فرمایا کہ انگوٹھی وغیرہ کے ذریعے سے جو حاضرات کا عمل کیا جاتا ہے یہ سب واہیات ہے۔ اس جگہ جن وغیرہ کچھ بھی حاضر نہیں ہوتے بلکہ جو کچھ عامل کے خیال میں ہوتا ہے اگر عامل اپنے پورے تخیل سے کام لے تو وہی اس میں نظر آنے لگتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عمل کے لئے بچہ یا عورت کا ہونا شرط ہے کیونکہ ان کے خیالات زیادہ پراگندہ نہیں ہوتے اور ان میں مادہ شک کا بھی کم ہے۔ اس لئے ان کا متخیلہ جلدی متاثر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی عقلمند ہو گا تو اس کو شبہات پیش آئیں گے۔ اس لئے عامل کو کامیابی نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ ایک شخص کہتے تھے کہ میں نے ایک انگوٹھی ایک بچے کو دی، پھر جو کچھ میرے خیال میں تھا سب اس کو نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر میں میں نے اس طرف سے توجہ ہٹالی اور ایک کتاب دیکھنے لگا تو وہ سب صورتیں اس بچے کی نظر سے غائب ہو گئیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تو محض کھیل ہے۔ اسی واسطے اگر ایک شخص قصد کرے کہ نظر آئے اور دوسرا جو پہلے سے زیادہ قوی الخیال ہو قصد کرے کہ نظر نہ آئے تو ہرگز نظر نہ آئے گا۔

(۲۰۰) جنات کی تسخیر کا عمل جائز نہیں :

فرمایا کہ جنات کا وجود فی الواقع ہے اور وہ مسخر بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کا مسخر کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں غیر کے قلب پر بلا ضرورت شرعیہ تصرف جبری ہے اور یہ ناجائز ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورت کے لئے مرد کو تابع کرانے کا تعویذ کرانا جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ حقوق ادا نہ کرتا ہو تو اس سے جبراً بھی وصول کر لینا جائز ہے۔ اسی وجہ سے یہ بھی حکم ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی توجہ سے فاسق کو فرائض اور واجبات کے ادا کرنے پر مجبور کرے تو جائز ہے۔ لیکن نوافل کے لئے درست نہیں۔ اور روپیہ وغیرہ وصول کرنے کے لئے تو اور بھی برا ہے۔

(۲۰۱) تسخیر ہمزاد کوئی چیز نہیں :

فرمایا کہ مسمریزم کے عمل میں ارواح وغیرہ کچھ نہیں آتیں۔ فقط اس شخص کا ارادہ اور اس کی قوت متخیلہ ہوتی ہے جو مشخص ہو کر نظر آتی ہے۔ اسی طرح تسخیر ہمزاد کوئی چیز بھی نہیں اور لطف یہ کہ خود عامل بھی اس دھوکے میں ہیں کہ کوئی چیز آتی ہے۔

(۲۰۲) انسان نظارۂ حادث کے لئے نہیں :

فرمایا کہ انسان توجہ الی القدیم کے لئے پیدا ہوا ہے نہ کہ نظارۂ حادث کے لئے۔ پس جو کچھ مکشوف ہو اگرچہ عالم ملکوت سے ہو وہ مثل ناسوت کے غیر حق ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے اشد ہے۔ یعنی انسان انوار میں مشغول ہو کر حق تعالیٰ سے غافل ہو جاتا ہے، اس لئے اس طرف التفات نہ کرے۔

(۲۰۳) حالات وواردات مقصود بالذات نہیں :

فرمایا کہ ابتداء میں ہر شخص کو حالات اور واردات کا شوق ہوتا ہے۔ چنانچہ

ایک شخص میرے پاس آئے اور ذکر و شغل شروع کیا۔ اتفاقاً وہ ایک پیر صاحب کے پاس گئے (میں اس واقعے سے قبل ان شیخ کو محقق اور کامل سمجھا کرتا تھا) انہوں نے پوچھا کہ کچھ کرتے بھی ہو؟ اس شخص نے میرے بتلائے ہوئے اذکار کی اطلاع کی۔ کہنے لگے کہ ہاں خیر ثواب لیتے رہو۔ فرمایا کہ جب سے میں نے یہ قول سنا ہے میرا اعتقاد ان سے بالکل جاتا رہا کہ انہوں نے ثواب کی تحقیر کی' حالانکہ تمام اذکار و اشغال سے مقصود حصول ثواب ہی تو ہے۔ لیکن اب اکثر حالات اور وجد کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں۔ آخر ان پیر صاحب نے اس بے چارے کو توجہ دینی شروع کی جس سے قلب میں ایک قسم کی حرکت بھی محسوس ہونے لگی اور چند روز کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ قلب بالکل سیاہ ہے۔ پھر وہ چمکتا معلوم ہونے لگا۔ پھر کچھ جبال و صحاری نظر آنے لگے۔ پھر یہ سب آہستہ آہستہ غائب ہوگئے۔ آخر پریشان ہو کر مجھ کو اطلاع کی۔ میں نے جواب دیا کہ اپنا معمول قدیم کرو اور سب چھوڑ دو۔ جب ان بے چارے نے ان کی توجہ وغیرہ کو چھوڑا اور اپنے اذکار و اشغال میں مشغول ہوئے۔ چند روز ہوئے کہ ان کا خط آیا ہے کہ اب بحمد اللہ ذوق و شوق' خشوع و خضوع اور عبدیت میسر ہوئی ہے۔ فرمایا کہ جس کو اس دولت سے کچھ حصہ میسر ہو جاتا ہے وہ حالات اور واردات سب پر لات مار دیتا ہے۔

(۲۰۴) صرف نسبت مع اللہ کی طلب ہونی چاہیے :

فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ پوری توجہ سے اپنے کام میں لگا رہے۔ جو کچھ اس کی تقدیر میں ہے خود حاصل ہوگا۔ باقی حالات امور مواجید کا خواہاں نہ ہو' کیونکہ یہ امر اختیاری نہیں ہے بلکہ نسبت مع اللہ کی طلب ہونی چاہیے۔ جب یہ حاصل ہو جائے گی تو معلوم ہوگا کہ اس میں کیا لذت ہے اور معلوم ہوگا کہ اس کے مقابلے میں سب حالات ہیچ ہیں۔ کیونکہ یہ دائم اور باقی ہے اور اس نسبت کا اثر یہ ہوگا کہ دوسروں کے حقوق ضائع کرنے سے ایسا بھاگے گا جیسے بکری بھیڑیئے سے۔

(۲۰۵) متبع سنت ہی آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلانے کا مستحق ہے :

فرمایا کہ میرے نزدیک من سلك طریقی فهو الٰی میں لفظ من عام نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ میری اولاد میں سے جو شخص میرے طریقے پر ہو وہ تو میری اولاد ہے اور جو نسبتًا میری اولاد ہو کر پھر میرے طریقے کے خلاف چلے وہ معنی میری اولاد سے نہیں (یعنی مجھے اس سے کچھ واسطہ نہیں) اور یہ ایسا ہے جیسے نوح علیہ السلام کے لڑکے کی شان میں آیا ہے: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اور اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ تمام مخلوق میں سے جو شخص میرے طریقے پر چلے گا وہ میری اولاد میں سمجھا جائے گا' اگرچہ آل میں سے نہ ہو اور گو کیسا ہی دنی القوم ہو۔

(۲۰۶) جوابی خط پر پتہ صاف لکھنا چاہئے :

فرمایا کہ میرے پاس ڈاک کثرت سے آتی ہے لیکن جس قدر دقت پتہ لکھنے میں ہوتی ہے جواب خط لکھنے میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ بعضے تو خط کے شروع میں پتہ لکھ دیتے ہیں' بعضے درمیان میں لکھتے ہیں' بعضے آخر میں لکھتے ہیں۔ بعض ایسا کرتے ہیں کہ لفافہ پر کچھ پتہ لکھتے ہیں اور خط کے اندر اس کے خلاف۔ بعض پتہ ہی لکھنا بھول جاتے ہیں۔ بعض میری یاد پر یہ بھروسہ کرکے کہ کسی پہلے خط کا لکھا ہوا یاد ہوگا نہیں لکھتے۔ بعض لکھتے ہیں مگر وہ پڑھا نہیں جاتا۔ مناسب یہ ہے کہ ایک لفافے پر اپنا پتہ لکھ کر خط کے اندر رکھ دیں اور میرا خیال ہے کہ ایک پرچہ چھپوا کر سب دوستوں کے پاس بھیج دوں۔ اور اگر خط ہی میں لکھا جائے تو نام اور پتہ شروع ہی میں لکھے۔ نام کا شروع میں لکھنا حدیث سے ثابت ہے۔ اس زمانے میں چونکہ ڈاک خانہ نہیں تھا اس لئے پتہ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا کہ یورپ نے امور نافعہ ہمیں سے سب سیکھے ہیں' مگر آج ان کو معلم الاخلاق سمجھا جاتا ہے۔ فرمایا کہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب نے خط بھیجا مگر پتہ ندارد۔ دو چار روز کے بعد دوسرا خط آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ جواب نہ دینے کی کیا وجہ؟ میں نے لکھا کہ وجہ یہ

تھی کہ آپ نے پتہ نہیں لکھا تھا۔

(۲۰۷) اپنا مقصود صاف الفاظ میں بیان کرنا چاہئے :

ایک شخص نے آکر درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسا تعویذ لکھ دیجئے کہ میری قوم مجھے سردار بنالے۔ لیکن اس مطلب کو اس طرح ادا کیا کہ حضرت مولاناؒ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ مولانا نے کئی مرتبہ اس سے پوچھا لیکن اس نے ناتمام جواب دیا۔ آخر بہت دیر کے بعد اس کا مطلب سمجھ میں آیا۔ مولانا نے حاضرین سے خطاب کرکے فرمایا کہ جو لوگ سال دو سال میں صرف ایک ہی دفعہ کسی کے پاس ہو آئیں ان کے اخلاق کی درستی کیا ہو سکتی ہے اور فرمایا کہ افسوس ہے آج کل بزرگوں نے بھی ان امور میں لوگوں کو روک ٹوک کرنا بالکل ترک کردیا ہے' کیونکہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو کچھ نہ کچھ بد اخلاق بننا پڑتا ہے۔ بدون اس کے اصلاح دوسرے کی نہیں ہوتی تو اکثر حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کیوں برے بنیں۔

(۲۰۸) ضرورت شدیدہ کے بغیر کسی کے وقت کا حرج نہ کرنا چاہئے:

ایک روز مولوی عبدالعلیم صاحب نے کہا کہ ہم کو تو نیاز احمد کے برابر بھی اخلاق حاصل نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ماشاء اللہ آپ عالم ہیں وہ جاہل ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پھر فرمایا کہ ایک روز اس نے یہ حماقت کی کہ دروازہ پر جاکر بار بار امۃ الرحمٰن (ایک چھوٹی بچی کا نام ہے) کو پکارنا شروع کیا۔ آخر وہ اپنا کام چھوڑ کر آئی تو آپ نے اس سے کہا کہ میں دھوبی کے گھر گیا تھا' کپڑے ملے نہیں۔ آخر میں نے پکڑ کر خوب پیٹا کہ تم نے اتنی ذرا سی بات کے واسطے اس کو کام سے بیکار کیا۔ تم کو چاہئے تھا کہ بلند آواز سے اس کی اطلاع کردیتے۔ پھر اگر کوئی ضرورت ہوتی تو وہ آکر بیان کردیتی۔ اس روز سے پھر کبھی بلا ضرورت کسی کو نہیں بلایا۔ بلکہ جو کچھ کہنا ہوتا ہے دروازے ہی سے پکار کر کہہ دیتا ہے۔

(۲۰۹) دوسروں کی ضرورت کا بھی لحاظ کرنا چاہئے :

فرمایا کہ ایک روز ایک صاحب معمر مجھ سے کھانے کے وقت ملنے آئے۔ میں اس وقت گھر میں تھا۔ وہ آکر دروازے کے باہر بیٹھ گئے اور جو بچہ بھی گھر میں جاتا اس سے اپنے آنے کی خبر کہلا کر بھیجتے مگر میں برابر اپنے کام میں مشغول رہا۔ میرے گھر میں کہنے لگیں کہ یہ شخص کتنی دیر سے اطلاع کر رہا ہے۔ آپ کو ہو آنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ مجھے صبح سے شام تک بہت سے آدمیوں سے معاملہ پڑتا ہے۔ میرے دل میں اس قدر رحم نہیں کہ اپنا کام چھوڑ کر محض ملنے کے لئے چلا جاؤں۔ آخر ظہر کے قریب اپنے کام سے فارغ ہو کر میں باہر گیا تو وہ شخص کہنے لگے کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی بات سنوں گا۔ لیکن پہلے آپ یہ بتلائیے کہ آپ نے اپنی ضرورت کی رعایت کر کے مجھے بار بار اطلاع دے کر پریشان کیا۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ دوسرے کو بھی کوئی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر ایسی ہی ضرورت تھی تو کیا میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے نہ آتا۔ اس وقت وہ ضروری بات آپ کہہ سکتے تھے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ یہ سن کر وہ نہایت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ مولویوں کو ایسا بد اخلاق نہ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا کہ جناب! میں نے مولویت کا دعویٰ ہی کب کیا ہے؟ کہنے لگے کہ میں بہت سے مولویوں کے پاس گیا۔ کسی نے مجھ کو ایسا نہیں کہا۔ میں نے کہا کہ خیر آج تو آپ کو فائدہ ہو گیا کہ آئندہ کبھی آپ کسی کے پاس جا کر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ آخر وہ سخت ناراض ہو کر چلے گئے۔

(۲۱۰) مصلح بے ضابطگی پر خاموش نہیں رہ سکتا :

فرمایا کہ مامون الرشید جو اپنے غلاموں کی بد اخلاقیوں پر صبر کرتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اصلاح اخلاق اس کا فرض منصبی نہ تھا۔ اس لئے صبر کرتا تھا ورنہ اگر فرض منصبی ہوتا تو ہرگز صبر نہ کرتا۔ مثلاً اگر یہ خبر سنتا کہ غنیم آرہا ہے تو یقیناً بے قرار

ہو جاتا۔

(۲۱۱) قرآن کریم کے مسئلے میں معارضہ کی صورت نہیں ہونی چاہئے

ایک روز دیوبند کے ایک طالب علم جو قازان ملک روس کے رہنے والے تھے آئے ہوئے تھے۔ وہ قرآن اچھا پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ سب لوگ ٹھہر جائیں قرآن پڑھا جائے گا۔ تو میں نے عرض کیا کہ ایک دوسرے قاری بھی موجود ہیں یعنی مولوی فضل الرحمٰن صاحب حاجی گنجی۔ فرمایا کہ ان کا پھر کسی وقت سن لیں گے۔ اس وقت سننے میں ایک معارضہ کی سی صورت ہے' اس وقت سننا مناسب نہیں۔

(۲۱۲) نفس بھروسہ کے قابل نہیں :

فرمایا کہ انسان کو اپنے نفس پر ہرگز بھروسہ اور اطمینان نہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ کوئی کتنا ہی بڑا صاحب کرامت ہو' کتنا ہی بڑا عالم ہو' فہیم ہو' بزرگ ہو' مگر نفس کسی کا کسی حالت میں بھی اطمینان کے قابل نہیں۔

(۲۱۳) بغیر گھڑی ظہر کا وقت پہچاننے کا طریقہ :

ایک روز جمعے کے خطبہ اخیرہ میں فرمایا کہ ہمارے تمام شہروں میں ایک بجے نماز جمعہ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم نے اپنے اہل شہر کی رعایت کرکے ایک بجے شروع کرنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ مگر غضب ہے کہ لوگ پھر بھی غفلت کرتے ہیں۔ آج سات آٹھ منٹ زیادہ ہو گئے ہیں مگر اب تک لوگ جمع نہیں ہوئے۔ بعض لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ اذان ہو جائے تو چلیں۔ بعض لوگ بازار میں بیع و فروخت کرتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ نماز سے پہلے آنے کو ایک فضول کام سمجھتے ہیں کہ اتنی دیر بے کار بیٹھے رہیں گے۔ کتنی بڑی غلطی کی بات ہے۔ بعض لوگ اس لئے دیر کر دیتے ہیں کہ ان کو وقت کی پہچان نہیں ہوتی۔ اس کا

سہل طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کرکے اپنے سایہ کو دیکھو۔ اگر ٹھیک داہنے طرف سایہ ہو تو دوپہر ہے اور اگر قبلہ کی طرف سایہ مائل ہو تو قبل زوال ہے اور اگر اس شخص کی پشت کی طرف سایہ مائل ہو تو سمجھنا چاہئے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ اس طریقہ کو محفوظ کرلو تو نہ گھڑی کی ضرورت ہے نہ انتظار اذان کی۔

(۲۱۴) خاص حضرات خلوت میں بھی آسکتے ہیں :

فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک مرتبہ آرام کے وقت حاضر ہوا۔ پھر وہاں جاکر خیال ہوا کہ میں بے وقت آیا تو میں نے اس کو عرض کیا اور معذرت چاہی کہ میں خلاف قاعدہ خلوت خاص میں حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ خلوت از اغیار باید نہ از یار۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اوقات کو تین حصوں پر تقسیم فرما رکھا تھا۔ ایک حصہ راحت اور آرام کے لئے بھی مقرر فرما رکھا تھا اور اس وقت میں بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حاضری کی اجازت تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلوت ہر شخص سے مقصود نہیں ہوتی۔

(۲۱۵) قربانی کی نہایت تاکید ہے :

جمعے کے روز بیان فرمایا کہ عید الاضحیٰ قریب ہے مگر بہت سے لوگ باوجود وسعت کے قربانی نہیں کریں گے خاص کر دیہات کے لوگ اس میں بہت غفلت کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں ہے (والحدیث فی سنن ابن ماجہ) کہ من وجد سعة فلم یضحی فلا یقربن مصلانا اور یہ معلوم ہے کہ عید گاہ میں وہ لوگ جاتے ہیں جو مسلمان ہیں اور عید گاہ سے بے تعلقی اور بعد ان ہی کو ہے جو کافر ہیں۔ اب غور کرنا چاہئے کہ حدیث میں قربانی نہ کرنے والوں کے لئے کس قدر تہدید ہے۔

(۲۱۶) بعض مضامین نہایت ضروری ہیں :

فرمایا کہ روز بروز علوم دین کی کمی لوگوں میں ہوتی جاتی ہے۔ مجھے تو یہ خوف ہے کہ اپنے حضرات کے بعد پسماندگاں کا طبقہ بددینوں کے جواب بھی شاید نہ دے سکے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ ایک رسالہ علم کلام جدید میں اور دوسرا فقہ میں۔ یعنی ملازمت' تجارت' فلاحت وغیرہ کی جو جدید صورتیں پیش آتی ہیں ان سب کے متعلق حرمت یا حلت کو ظاہر کردیا جائے اور تیسرا حدیث میں یعنی حدیث سے دلائل حنفیہ لکھے جائیں اور فرمایا کہ حنفیہ کے دلائل تو کتب حدیث میں منتشراً موجود بھی ہیں' تتبع کے بعد ان کی تدوین ہو بھی سکتی ہے لیکن پہلے دو مضمون البتہ غامض ہیں۔ اس وقت تو بحمد اللہ ایسے علماء موجود ہیں کہ اگر مجھے کسی مقام پر شبہ ہو تو ان سے رجوع کر سکتا ہوں۔

(۲۱۷) تقویٰ صوری بھی موجب خطر ہے :

فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ قیامت کے روز مجھ سے یہ سوال نہ کیا جائے کہ تو اس قدر متقی کیوں تھا۔ پھر اس کی تفسیر میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ بعض تقویٰ صوری ہوتا ہے کہ وہ صورتاً تقویٰ معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں کوئی مفسدہ مبطن ہوتا ہے۔ قیامت میں خواص سے ایسے تقویٰ کی نسبت باز پرس ہوگی اور ایک تقویٰ حقیقی ہے۔ وہ ہر حالت میں مطلوب عندالشرع ہے۔

(۲۱۸) مکفرین کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے :

فرمایا کہ رام پور میں ایک روز عصر کے وقت ایک مسجد میں نماز کے لئے جانا ہوا (اس مسجد کے اکثر لوگ ہماری جماعت کی تکفیر کرتے ہیں) وہاں جاکر معلوم ہوا کہ یہاں تو بالکل مکروہ وقت میں نماز ہوتی ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا بھی کہ

آپ امامت کریں لیکن میں نے کچھ مناسب نہ سمجھا کہ میں ایک اجنبی مسجد میں اپ انتظام کو دخل دوں اور میں نے ان سے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو دوسری مسجد میں چل کر نماز پڑھیے یا اپنے گھر پر چل کر جماعت کیجئے۔ آخر ہم سب وہاں سے چلے آئے اور ایک مکان میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔

(۲۱۹) امت کو تفریق سے بچانا ہر حال میں ضروری ہے :

فرمایا کہ کعبے کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا جو حکم ہے اس میں یہی مصلحت ہے کہ تفریق کلمہ نہ ہو اور شریعت کے تمام کام انتظام سے انجام پائیں۔ ورنہ اگر آیت فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه سے ہر شخص جس طرف چاہے نماز پڑھ لیا کرے تو اس مطلق العنانی سے جماعت کا کام انجام کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۲۲۰) حالات میں قبض و بسط ہوتا رہتا ہے :

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ مشرق و مغرب کے ذکر میں اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح شمس میں طلوع و غروب ہوتا ہے اسی طرح حالات میں بھی قبض و بسط اسی کے مشابہ ہوتا ہے، یعنی قبض میں حال سلب نہیں ہوتا بلکہ مستور ہو جاتا ہے مثل آفتاب کے کہ غروب ہو جاتا ہے۔

(۲۲۱) مقبولان حق کے ساتھ گستاخی انتہائی خطرناک ہے :

وَذَرْنِي الخ میں تسلی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ مجھ کو ان مکذبین کے ساتھ نبٹنے دو۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مقبولان حق کے ساتھ گستاخی کرنے سے خود حضرت حق تعالیٰ انتقام لیتے ہیں۔ چنانچہ ذَرْنِي فرمایا۔ بس تجربہ کردیم الخ ہر کہ در افتاد بر افتاد۔ ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد۔ تا دل صاحب دلی نیاید بدرد۔

(۲۲۲) سالک کو قلب و نظر کی حفاظت کرنی چاہیے :

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ بمعنی گلیم پیچیدہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ صوفیہ کا یہ

بھی ایک طریق ہے کہ اپنے بدن کو جس میں سر بھی داخل ہے کپڑے میں لپیٹے رہیں۔ تاکہ نگاہ منتشر نہ ہونے پائے۔ اس سے قلب بھی منتشر ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲۲۳) فضائل کے بیان میں کسی نبی کی سوء ادبی نہ کرے :

فرمایا کہ بعض لوگ اس کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ جو فضیلت کسی نبی کے لئے ثابت ہو اس کو جناب رسول کریم ﷺ کے لئے بھی اس سے زیادہ مرتبے میں ثابت کریں۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں' کیونکہ حضور ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت کلی ثابت ہے اور دوسرے انبیاء کے لئے فضائل جزئیہ ثابت ہو جانا اس میں قادح نہیں' نیز اس کوشش سے نصوص کے خلاف لازم آتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: فاذا ھو اعطی شطر الحسن۔ اگرچہ اس حدیث کی ایسی تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے ہر دو امر کی رعایت ہو جائے۔ وہ اس طرح کہ حسن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ کہ دفعتاً تو دیکھنے والے کو متحیر بنا دے لیکن تامل کے بعد اس کے دقائق متناہی ثابت ہوں۔ اس کو حسن صباحت کہتے ہیں اور دوسرا وہ کہ دفعتاً تو متحیر نہیں بناتا لیکن رفتہ رفتہ اس میں قوت انجذاب ترقی پذیر ہو۔ پس اول کو جمال یوسفیؑ اور ثانی کو جمال محمدی ﷺ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ لیکن حضور کی فضیلت کلی ثابت ہونے کے بعد ہم کو اس تاویل کی ضرورت کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح بعضے لوگ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور اِنَّ مَعِیَ رَبِّی سے حضور ﷺ کی فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ثابت کیا کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر دونوں حضرات تشریف فرما ہوتے پھر بھی کسی کی یہ مجال ہوتی ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ امر دونوں حضرات کے خلاف مزاج ہوتا۔ باقی حقیقت اس کی یہ ہے کہ حسب اختلاف وارد کے یہ ارشاد مختلفہ صادر ہوئے۔

(۲۲۴) شوال کے چھ روزے مقصود بالذات ہیں :

فرمایا کہ بعض کتب فقہ میں تداخل عبادتین کے متعلق بعض متاخرین سے ایک جزئیہ میں غلطی ہوگئی ہے۔ یعنی یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں اگر تحیۃ المسجد کو جداگانہ نہ پڑھے بلکہ سنن یا فرائض کی نیت کرلے تو اس سے تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی اس پر قیاس کیا ہے ستہ شوال کو اور کہا ہے کہ اگر قضاء رمضان ان دنوں میں رکھ لے تو ستہ شوال ادا ہو جائیں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اور مابہ الافتراق یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں مقصود احترام مسجد ہے اور وہ ہر نماز سے حاصل ہے اور دوسری صورت میں ستہ شوال خود مقصود بالذات ہیں۔ وہ کسی فرض یا واجب کے ضمن میں ادا نہ ہوں گے۔

(۲۲۵) کافر کا مال بھی ناجائز طور پر لینا حرام ہے :

فرمایا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کافروں کا ہم پر کوئی حق نہیں اور ان کا مال ہر طرح کھانا جائز ہے اور اس سے کوئی وبال نہیں پڑتا۔ حالانکہ اس کا وبال مسلمانوں کا حق رکھ لینے سے زیادہ پڑتا ہے۔ اس واسطے کہ نصوص سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن صاحب حق کو اس ظالم کے حسنات دلائے جائیں گے یا من لہ الحق کے گناہ اس من علیہ الحق پر ڈالے جائیں گے۔ تو اول تو اپنی نیکیاں اگر دے تو اپنے بھائی مسلمان کو دے' کافر کو کیوں دے۔ دوسرے بعض نیکیوں کی قابلیت کفار میں نہیں۔ مثلاً نماز کے حاصل کرنے کی قابلیت بوجہ کفر کے نہیں ہے۔ اس لئے اگر دوسری صورت متحقق ہوئی یعنی اس کے گناہ اس مسلمان پر ڈالے گئے تو کافر کے گناہ ظاہر ہے کہ زیادہ سخت ہوتے ہیں' وہ اس پر لادے گئے۔ کتنی سخت بات ہے۔ رہا یہ شبہ کہ اس سے کافر کو کیا فائدہ۔ سو جواب یہ ہے کہ اس کافر کا عذاب خفیف ہو جائے گا اگرچہ خود اس کو کچھ تمیز نہ ہو۔

☆ مجادلات معدلت ☆

(۱) خلوت قربات مقصودہ میں سے نہیں :

فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ حضرات صحابہؓ تو خلوت گزیں نہ تھے، بلکہ لوگوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ آجکل فقراء نے ان حضرات کے خلاف خلوت کیوں اختیار کی ہے۔ یہ بظاہر بدعت معلوم ہوتی ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ بدعت تو غیر دین کے دین قرار دینے کو کہتے ہیں اور فقراء خلوت کو قربت مقصودہ نہیں جانتے بلکہ معالجہ سمجھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ تندرست تھے اور ہم لوگ بیمار ہیں اور بیمار کو معالجے کی حاجت ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی خلوت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اطباء سے پوچھئے کہ جب وہ کسی کو مسہل دیتے ہیں تو اس کو جیسے غذاء ثقیل اور بار اٹھانے سے روکا جاتا ہے۔ اسی طرح اختلاط بالناس سے بھی روکا جاتا ہے کہ طبیعت غیر دفع کی طرف مشغول نہ ہو۔ سو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انجمن میں بھی یکسوئی قلب حاصل تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے: لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور ہم لوگ جو کہ ناقص الاخلاق ہیں ہماری اصلاح تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بدون اس طریقے کے نہیں ہو سکتی۔ سو یہ تمام خلوات اور ریاضات حصول مطلوب کے طرق ہیں، قربت مقصودہ نہیں۔

(۲) ہمیں تعیین علل کا استحقاق نہیں :

فرمایا کہ ہمارے دوستوں میں ایک شخص ہیں۔ اول وہ فوٹوگرافی کا کام کرتے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان کو توفیق عطا فرمائی تو وہ اس سے تائب ہو گئے۔ ایک صاحب مدعی تحقیق ان کو بہت پریشان کیا کرتے تھے کہ تم نے اس کام کو کیوں

چھوڑ دیا۔ ایک مرتبہ اتفاقاً ان مدعی تحقیق سے میری ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے کہ تصویر کشی کی ممانعت تو اسی لئے تھی کہ یہ فعل منجر ہو جاتا تھا بت پرستی کی طرف۔ آج چونکہ تہذیب کا زمانہ ہے' یہ احتمال مرتفع ہے۔ پس اب وہ حرمت بھی نہ رہی ہوگی۔ میں نے کہا کہ ہم کو تعیین علل کا بلا ضرورت کب حق حاصل ہے۔ گورنمنٹ کے سینکڑوں قانون ہیں اور ان سب پر عمل کیا جاتا ہے۔ لیکن رعایا کو ان قوانین کی علت دریافت کرنے کا استحقاق نہیں تو خدائی قوانین میں علل تلاش کرنے کی کیوں ضرورت ہے۔ پھر میں نے ان سے سوال کیا کہ اچھا بتلایئے زنا کی حرمت کی کیا وجہ؟ کہنے لگے کہ مجھے تو علم نہیں۔ میں نے کہا کہ لیجئے میں تبرعاً بتلاتا ہوں کہ وجہ اس کی احتمال اختلاط نسب ہے' یعنی اگر کئی مرد ایک عورت سے صحبت کریں اور پھر حمل رہ جائے تو ممکن ہے کہ ہر ان میں سے اپنے نسب کا دعویٰ کرے تو اس صورت میں ان میں سخت جنگ و جدال کا اندیشہ ہے اور ممکن ہے کہ ہر ایک انکار کردے۔ تو اس صورت میں اس عورت اور بچے پر سخت مصیبت ہوگی۔ یہ وجہ سن کر وہ صاحب بہت ہی محظوظ ہوئے اور کہنے لگے کہ بے شک یہی وجہ ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی تدبیر کرلے کہ علوق کا احتمال ہی نہ رہے' مثلاً کوئی ایسی دوا استعمال کرے یا کوئی عورت سن ایاس کو پہنچ گئی ہو یا جوانی میں کسی مرض سے حیض بند ہو گیا ہو' نیز جنگ و جدال کا بھی احتمال نہ ہو' مثلاً زانیوں کی کسی جماعت خاصہ میں محبت اور اخوت ہو جائے' جس سے احتمال بھی جنگ و جدال کا نہ رہے تو اس صورت میں زنا جائز ہو جائے گا؟ کیونکہ علت حرمت کی مرتفع ہے' ہرگز نہیں۔ حالانکہ جو علت بتلائی گئی تھی وہ یہاں مرتفع ہے۔ اب تو بہت خاموش ہوئے۔ پھر یہ قصہ نقل کرکے فرمایا کہ نہایت افسوس ہے کہ اس زمانے میں بعضے نو تعلیم یافتہ حضرات ہر امر کی علت دریافت کرنے کی فکر میں ہیں اور اسی طرح اکثر احکام شریعت پر اعتراض کرتے ہیں' حالانکہ جس کا نام فہم

ہے اس کی ہوا بھی انہیں نہیں لگی۔

(۳) قرآن کریم کو مصری لہجے میں بلا قصد تغنی پڑھنا جائز ہے

بعض لوگوں نے اپنا یہ شبہ بیان کیا کہ مصری لوگ قرآن کو لحن اور تغنی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔ تو مصری لہجے میں قرآن پڑھنا بھی ممنوع ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ تغنی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ قواعد موسیقی پر منطبق کرنے کا قصد کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قصد تو صرف تصحیح حروف اور تحسین صوت ہی کا ہو مگر وہ اتفاقاً کسی قاعدۂ موسیقی پر منطبق بھی ہو جائے۔ سو اول صورت مذموم ہے اور دوسری محمود اور اس پر کسی قسم کا اعتراض کرنا صحیح نہیں۔ دیکھو قرآن مجید اور حدیث شریف میں بعضے جملے ایسے ہیں کہ ان میں مصراعیت کی شان ہے اور بعض بالکل موزون ہیں لیکن وہ چونکہ بلا قصد ہیں اس لئے یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ یہ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ کے خلاف ہیں۔ پس جس طرح شعر وہ ہے جس میں قصد وزن کا ہو نہ وہ جس میں اتفاقاً وزن ہو جائے۔ اسی طرح تغنی میں بھی تفصیل ہے۔

(۴) جس شخص کو جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچے، ایمان لانا ضروری ہے:

ایک صاحب نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یہ تو میرا اعتقاد ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت عام ہے لیکن یہ خلجان ہوتا ہے کہ امریکہ میں نہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں بھیجا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور کہیں منقول ہو جاتا، حالانکہ منقول نہیں۔ نیز امریکہ کا حال بہت بعد میں معلوم ہوا ہے کہ ایک جہاز غلط رستے پر ہو لیا تھا اور وہ وہاں پہنچ گیا اور اس کو معلوم ہوا کہ یہاں بھی کچھ لوگ رہتے ہیں۔ جب وہاں آپ

کی دعوت نہیں پہنچی تو نبوت عام کیسے ہوئی؟ جواب میں فرمایا کہ بعثت عامہ کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ بعثت کے عام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب کبھی جس کسی کو حضور ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی اور وہ آپ پر ایمان نہ لائے اور احکام قبول نہ کرے تو وہ کافر ہے اور یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں حضور ﷺ کی بعثت کی خبر ساری دنیا کو ہوگئی تھی۔ اس تقریر کے بعد اب کوئی شبہ نہیں ہے۔ پس امریکہ میں جس وقت خبر پہنچی اسی وقت سے وہاں کے لوگ مکلف ہوں گے۔

(۵) مولوی کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے :

فرمایا کہ مولویوں کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے۔ اس کو ایسی تاویلیں سوجھتی ہیں کہ دوسروں کا تو وہاں تک ذہن بھی نہیں جا سکتا۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور ان کو پانچ سو روپے کی ضرورت تھی۔ کہنے لگے کہ کسی رئیس کے پاس آپ سفارش لکھ دیں۔ میں نے عذر کیا اور کہا کہ مجھے کسی کے ساتھ اس قسم کی بے تکلفی اور ایسا تعلق نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ آخر آپ سے بہت سے ذی وسعت دینی تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بلا رضامندی کسی کے اس پر بار رکھنا جائز نہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگے آخر خرچ کرنا خلاف خوشی خاطر ایک قسم کا مجاہدہ تو ہے اور تعلیم مجاہدہ کا تم کو حق حاصل ہے۔ تو ان لوگوں کو بطور مجاہدہ کے فرما دیجئے۔ یعنی ان سے پانچ سو روپیہ خرچ کرنے کو کہئے تاکہ ان سے رذیلہ بخل دور ہو جائے۔ میں نے کہا کہ اول تو کیا ضروری ہے کہ ان میں بخل کی صفت ہو ہی۔ ممکن ہے کہ وہ اس سے بالکل پاک ہوں اور اگر ہو بھی تو یہ کیا ضروری ہے کہ اس کے ازالے کی میں یہی صورت تجویز کروں اور اگر یہ صورت بھی اس کے ازالے کی تجویز کی جائے تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اس انفاق کا مصرف آپ ہی کو قرار دیا جائے۔ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اچھا آپ لوگوں کے نام بتلایئے۔ میں اول ان سے پوچھوں گا کہ ایک شخص ایسا چاہتے ہیں کیا

میں سفارش لکھ دوں؟ کہنے لگے کہ یوں تو وہ قبول نہ کریں گے۔ میں نے کہا کہ میں اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ لا یحل مال امرء الا بطیب نفسہ۔ آخر کہنے لگے کہ اچھا آپ ان سے دریافت ہی کر لیجئے۔ چنانچہ ان سے دریافت کیا گیا۔ سب مقامات سے جواب میں رقوم ہی آگئیں اور اتفاق سے سب کا مجموعہ پانچ سو روپیہ تھا۔ میں نے وہ سب روپیہ ان مولوی صاحب کے حوالے کیا اور میں نے کہا کہ دیکھئے لوگ سمجھتے ہیں کہ حلال طریقے سے مال نہیں ملتا۔ یہ دیکھئے کیونکر مل گیا۔

(٦) مولد شریف کو بوجہ اقتران منکرات منع کیا جاتا ہے :

فرمایا کہ چونکہ مولد شریف میں بے حد امور خلاف شرع پیدا ہو گئے ہیں، اس لئے ہم اس کو منع کرتے ہیں یعنی اکثر سننے والے سود خور رشوت خور ہوتے ہیں۔ پڑھنے والے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ قصائد اور غزلیات میں اکثر مضامین کفریہ ہوتے ہیں اور اہل محفل اکثر امارد اور بے نمازی ہوتے ہیں۔ روایات اکثر موضوع اور مخترع ہوتی ہیں۔ اس لئے عام طور سے اس کو منع ہی کیا جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ میں ان تمام خرابیوں سے پاک کر کے مجلس منعقد کرتا ہوں تو اس کو بھی اس حالت اکثریہ کو دیکھ کر اجازت نہ دی جائے گی۔ اور اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ہیضہ اور وبا کے زمانے میں حاکم ضلع کو یہ معلوم ہو کہ امرود یا ککڑی سے رطوبت بڑھے گی اور اس سے مرض پیدا ہو گا تو وہ عام حکم دیدے گا کہ کوئی شخص امرود و ککڑی نہ کھائے اور نہ اسے فروخت کرے اور اگر پولیس کسی کے پاس دیکھے گی تو فوراً تلف کر دے گی۔ اس وقت میں اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ میں صحیح المزاج ہوں مجھے اجازت دیدی جائے یا کوئی فروخت کرنے والا یہ کہے کہ میں صحیح المزاج لوگوں کے ہاتھ فروخت کروں گا تو کیا ان کو اجازت ہو جائے گی، ہرگز نہیں بلکہ حکم عام رہے گا۔ اسی طرح یہاں بھی حکم عام رہے گا۔ اس لئے ہم منع کرنے

میں موردِ اعتراض نہیں ہو سکتے۔

(۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمال بڑھ کر ہے :

حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیل علیہما وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے قصہ ذبح سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ تو صرف دوسرے ہی کی جان لینے پر راضی ہو گئے تھے جو ظاہراً زیادہ کمال نہیں اور حضرت اسمٰعیلؑ تو خود اپنی جان دینے پر راضی ہو گئے تھے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ اس سے بھی حضرت ابراہیمؑ ہی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کے فعل کا حاصل خود کشی تھا اور وہ اتنا دشوار نہیں جتنا فرزند کشی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فعل پسر کشی تھا اور یہ سخت دشوار ہے کہ اپنے بے قصور بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

(۸) قربانی محض امتثال امر ہے :

بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ ایام حج میں میدان منیٰ کے اندر ہزاروں جانور ذبح ہوتے ہیں اور ان کو یوں ہی دبا دیا جاتا ہے۔ یہ اضاعۃ مال ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ ثواب محض امتثال امر میں ہے (اور وہ اراقۃ دم ہے۔ احمد حسن) باقی گوشت کا کھانا یا دبا دینا دونوں برابر ہیں اور اس کی تائید میں محمود و ایاز کی حکایت بیان فرمائی کہ موتی توڑنے کے لئے محمود نے سب کو حکم دیا۔ ایاز نے امتثال کیا۔ گو وہ موتی ضائع ہوا مگر امتثال سے اس کی قدر بڑھی اور دوسرے امراء پر امتثال نہ کرنے سے عتاب ہوا۔

(۹) حضرت ابراہیمؑ کا مقصود امتحان تھا :

فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

سے یہ فرمایا کہ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ اس سے یہ مقصود نہ تھا کہ اگر حضرت اسمٰعیل راضی نہ ہوئے تو میں اپنے ارادے سے باز رہوں گا بلکہ مقصود امتحان تھا کہ ان کا جواب سنیں۔ مگر سبحان اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی آخر نبی ہونے والے تھے۔ اگرچہ اس وقت کمسن تھے لیکن استعداد نبوت سے بلا تامل یہ جواب دیا کہ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔

(۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخطی رقاب میں کسی کی ایذا یا تذلیل کا احتمال نہیں ہے :

فرمایا کہ حدیث میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت تخطی رقاب فرمانا آیا ہے اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ تخطی تو ممنوع ہے' پھر آپ نے کیوں اس کا ارتکاب فرمایا۔ بات یہ ہے کہ ممانعت کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو ایذاء مسلمین' دوسرے تذلیل مسلمین۔ چنانچہ لوگوں کو غرباء و مساکین کی گردنوں کو پھاندتے تو دیکھا ہو گا لیکن امراء کی گردنوں کو پھاندتے کبھی نہ دیکھا ہو گا اور غضب یہ کہ آئیں تو سب کے بعد اور بیٹھنا چاہیں سب سے آگے اور یہ دونوں امر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخطی رقاب میں مفقود تھے۔ اس سے کسی کو نہ ایذاء پہنچتی تھی اور نہ تذلیل کا احتمال تھا اور صحابہ تو افضل الامم ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت عامہ کی تو یہ حالت ہے کہ حیوان اور احجار بھی جن میں قوت ادراکیہ بہت کم ہوتی ہے وہ بھی آپ پر قربان ہوتے تھے۔

(۱۱) ہر کمال سے اگلا درجہ موجود ہے :

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے متوسلین میں ایک صاحب کو حضرت مولاناؒ کے کسی مکتوب میں یہ مضمون دیکھ کر کہ بخدا مجھ میں کوئی کمال نہیں شبہ پیدا ہو گیا کہ مولانا

قسم کھا کر ایسی بات فرماتے ہیں تو ہم نہ یہ اعتقاد کر سکتے ہیں کہ قسم غلط ہے اور نہ اس مضمون کی صحت کا اعتقاد کر سکتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ مولاناؒ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جن باتوں کو مولانا کمال سمجھتے ہیں ان سے اپنے کو خالی بتاتے ہیں۔ ان میں قسم سچی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی نظر نہایت عالی ہو جاتی ہے۔ لیکن جن امور کو ہم کمالات سمجھتے ہیں ان کے حاصل ہونے میں شبہ نہیں' ان کی نفی نہیں کی جاتی۔ الغرض کامل اپنے کو کامل نہیں سمجھتے اور اسی طرح مبتدی بھی۔ لیکن فرق اتنا ہوتا ہے کہ مبتدی کو اضطراب ہوتا ہے اور منتہیوں کو سکون ہوتا ہے۔ باقی طلب دونوں جگہ رہتی ہے۔

(۱۲) برا آدمی نیک کے پاس آئے تو اسے نفع ہو گا :

ایک شخص نے اعتراض کیا کہ شریعت میں صحبت بد کی نہی آئی ہے اور صحبت نیک کا امر آیا ہے۔ پس اگر برا آدمی نیک آدمی کے پاس جائے اور نیک اس سے اجتناب نہ کرے تو وہ نیک نہ رہے گا۔ چونکہ منہی عنہ کا ارتکاب کیا' اور اگر نیک آدمی اس سے بچا تو پھر صحبت نیک سے کس طرح منتفع ہو۔ پس ہر حال میں صحبت نیک کا میسر آنا سخت دشوار ہے۔ جواب میں فرمایا کہ شہادت تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب ہمیشہ متاثر ہوتا ہے اور مطلوب موثر ہوتا ہے۔ پس جب برا آدمی طالب بن کر نیک کے پاس آیا ہے تو اس کو نفع ہو گا اور چونکہ نیک مطلوب ہے اس کو صحبت بد سے تاثر نہ ہو گا۔ اس لئے اس کو اس بد کی صحبت سے اجتناب ضروری نہ ہو گا اور چونکہ وہ نیک اس بد کی صحبت کا طالب نہیں ہے لہٰذا وہ اس کو موثر نہ ہو گی' تو یہ اجتماع نہ مضر ہو گا اور نہ ممنوع ہو گا بلکہ عین امتثال امر ہے۔

(۱۳) آنحضرت ﷺ کا نکاح فرمانا بے انتہا صبر کی دلیل ہے :

فرمایا کہ ایک شخص نے یہ شبہ کیا کہ جناب رسول مقبول ﷺ کی ازواج

مطہرات نو تھیں۔ (نظر کوتاہ میں) شہوت پرستی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ میں تیس مردوں کی قوت تھی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ میں سو مردوں کی قوت تھی۔ پس اس حالت میں آپ کو ایک روایت کی بناء پر ایک سو بیس اور دوسری کی بناء پر چار سو عورتیں کرنی چاہئیں تھیں۔ اس حساب سے کہ ایک مرد کو چار عورتیں درست ہیں۔ تو صرف نو پر اکتفاء کرنا بے انتہا صبر کی دلیل ہے، شہوت پرستی کا کہاں وسوسہ رہا؟

(۱۴) فساد عقیدہ راس الامراض ہے :

فرمایا کہ سال گزشتہ سے پیشتر ایک مرتبہ علی گڑھ میں پرنسپل کے پیشی کے منشی چند طلباء کی موجودگی میں آئے اور کہنے لگے کہ یہاں کے طلباء کے متعلق جس قدر شکایتیں سنی جاتی تھیں دیکھنے سے زیادہ حصہ ان کا غلط نکلا۔ میں نے ان کے جواب میں کہا کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص سے کسی نے آکر کہا کہ فلاں مقام پر آپ کا لڑکا فلاں فلاں اور فلاں فلاں امراض میں مبتلا ہے۔ وہ اس کو سن کر نہایت پریشان ہو کر وہاں پہنچا اور دیکھا کہ اکثر امراض سے صحیح سالم ہے، نہ کہیں کوئی زخم ہے نہ پھڑیہ ہے۔ نہ پیر میں درد ہے نہ ہاتھ میں نہ کان میں نہ کسی عضو میں ورم ہے۔ لیکن صرف ایک مرض وبائی میں مبتلا ہے کہ اس کو سرسام ہو گیا ہے اور اس کے دماغ کی حالت متغیر ہو گئی ہے اور اب کوئی گھڑی میں اس کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پس اس وقت کوئی شخص اس سے آکر کہے کہ آپ گھبرائیے نہیں، نہ علاج کی فکر کیجئے، کیونکہ آپ نے جس قدر مرض سنا تھا اس کا اکثر حصہ تو غلط ہے۔ صرف ایک مرض اس کو لاحق ہے۔ کیا اس تسلی سے وہ باپ مطمئن ہو جائے گا یا یہ کہے گا کہ یہ گو ایک مرض ہے مگر ہزار مرضوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ تو کیا میں اس حالت میں اس سے بے فکر ہو سکتا ہوں۔ اسی طرح یہاں فساد عقائد کا جو مرض ہے وہ راس الامراض ہے۔ تو اس کے ہوتے ہوئے زیادہ حصہ جزئیات کا غلط نکلنے سے

بے فکری کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ ایک ہی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔ بہت سی بداعمالیوں کی ضرورت نہیں۔ اس جواب سے وہ ساکت ہو گئے۔

(۱۵) اکبر الہ آبادی کا اشکال رفع ہو گیا :

فرمایا کہ الہ آباد میں سید اکبر حسین صاحب جج پنشنر نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ قرآن میں مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ارشاد ہے اور ہمارے حضور ﷺ کی زبان عربی تھی اور ان دو مقدموں سے وسوسہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی امت عجم نہیں ہیں۔ ان مولوی صاحب نے شاید جو کچھ ان کو معلوم تھا بیان کیا۔ میرے ذہن میں اسی وقت یہ القاء ہوا کہ اس سے تو صرف اتنا لازم آیا کہ حضور ﷺ کی قوم عرب تھی۔ سو یہ واقعی امر ہے۔ کیونکہ قوم کہتے ہیں برادری کو اور ظاہر ہے کہ اقوام عجم آپ کی برادری نہیں ہیں۔ اس سے یہ کب لازم آیا کہ عجم حضور کی امت بھی نہ ہوں۔ کیونکہ بِلِسَانِ اُمَّتِهٖ نہیں فرمایا اور تمام امت کی طرف مبعوث ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ قوم تو خاندان اور برادری کو کہتے ہیں اور امت اس کی مرادف نہیں ہے۔ اس جواب کی جب اطلاع جج صاحب کو ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور سوار ہو کر میرے پاس آئے۔ اس کے بعد پھر متعدد مرتبہ الہ آباد میں ملاقات کا اتفاق ہوا اور بہت عنایت فرماتے ہیں۔

(۱۶) وَوَجَدَكَ ضَالًّا میں ضَالًّا کا ترجمہ ناواقف ہے :

فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے لیکن پہلے آپ اس آیت کا ترجمہ کر دیجئے: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى۔ میں نے کہا ترجمہ اس کا یہ ہے کہ پایا آپ کو ناواقف پس واقف بنا دیا۔ یہ ترجمہ سن کر وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا کہ اب جو کچھ آپ پوچھنا چاہتے تھے پوچھئے۔ کہنے لگے کہ اب تو کچھ بھی نہیں رہا۔ میں نے کہا کہ آپ کو غالباً کسی

ترجمے میں لفظ گمراہ دیکھ کر شبہ ہوا ہے۔ سو سمجھئے لفظ گمراہ ہماری اصطلاح میں اس شخص پر اطلاق کیا جاتا ہے جو باوجود راہ حق کے معلوم ہونے کے پھر اس راہ سے بے راہ ہو، بخلاف عربی اور فارسی کے کہ اس میں لفظ ضلال اور گمراہی عام ہے اس بے راہی کے بعد جو بعد راہ بتلانے کے ہو اور اس ناواقفی راہ کو بھی جو قبل راہ بتلانے کے ہو۔

(۱۷) کثرت عبادت نہیں قلت عبادت سے منع کیا گیا ہے:

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال سے اور تمام شب کی بیداری سے منع فرمایا ہے۔ اس سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت عبادت سے منع فرمایا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے تکثیر عبادت کا طریق بتلایا ہے اور تقلیل عبادت سے روکا ہے، کیونکہ جب ایک شخص اپنی وسعت سے زیادہ بیدار رہے گا یا وصال کرکے بھوکا رہے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ قویٰ کمزور ہو کر معمولی عبادت کی بھی طاقت نہ رہے گی اور قدر قلیل بھی فوت ہوجائے گا اور اعتدال کے ساتھ کام کرنے سے عمر بھر دوام کرسکے گا۔

(۱۸) دو بظاہر متعارض احادیث میں لطیف تطبیق :

فرمایا کہ حدیث لا عدوی اور حدیث فر من المجذوم فرارك من الاسد میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ دفع تعارض کے لئے لوگوں نے ایک حدیث کو محکم اور دوسری کو ماول کہا ہے، مگر یہ مطلب نہیں کہ اپنی رائے سے کچھ دست اندازی کی ہے۔ علماء اس سے بالکل بری ہیں بلکہ جس میں تاویل کی جاتی ہے دوسری نص کی ضرورت سے کی جاتی ہے۔ تو بعض نے تو حدیث لا عدوی کو محکم قرار دیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں تاویل کی ہے اور بعض نے اس کے عکس

حدیث ثانی کو محکم اور حدیث اول کو ماول کہا ہے۔ پہلوں نے کہا ہے کہ فرار از مجذوم کا حکم عقیدۂ باطل تعدیہ مرض سے حفاظت کی غرض سے فرمایا گیا ہے اور دوسروں نے کہ جن پر مذاق حکماء غالب تھا یہ کہا کہ تعدیہ تو صحیح اور مشاہد ہے تو حدیث لا عدوی کے معنی یہ ہیں کہ یہ امراض بالذات متعدی نہیں۔ یعنی جہلاء عرب حکماء یونانیین کی طرح یوں سمجھے تھے کہ بعض امراض بالذات متعدی ہیں۔ مثلاً جیسے خدا نے آگ میں جلانے کی خاصیت رکھی ہے تو جب کوئی چیز آگ سے ملاتی ہوگی آگ اس کو ضرور جلائے گی۔ اس میں عادتاً تخلف نہیں ہو سکتا۔ پس لا عدوی سے اس اعتقاد کو روکا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ تعدیہ کا مطلقاً تحقق نہیں۔ پس طاعون کے مقام سے عدم خروج کا حکم فرقہ اولیٰ کی تحقیق کی بناء پر تو ظاہر ہی ہے کہ جب عدوی نہیں تو کیوں بھاگتے پھرو اور طاعون کی جگہ میں نہ جانے کا حکم اس لئے کہ ضعیف الاعتقاد لوگوں کے اعتقاد میں عدم تعدیہ میں کمی نہ آجائے۔ یعنی ممکن ہے کہ ان کی تقدیر میں موت من الطاعون لکھی ہو اور اس مقدر کا وقوع طاعون کی جگہ جاکر ہو اور یوں سمجھے کہ یہاں آنے سے بیماری لگ گئی اور اس طرح اعتقاد خراب ہو جائے۔ باقی دوسرے فرقے کی تحقیق کی بناء پر بھاگنے کی ممانعت کی وجہ تو یہ ہوگی کہ حقوق مرضیٰ کی اضاعۃ لازم نہ آئے۔ یعنی جب تمام تندرست وہاں سے بھاگ جائیں تو بیماروں کی دیکھ بھال کون کرے گا اور اگر وہ مر جائیں تو ان کی تجہیز و تکفین کیسے ہوگی اور بیماری کی جگہ نہ جانے کا حکم تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ تعدیہ کا سبب نہ ہو جائے اور تتمہ مسئلہ خروج کا یہ ہے کہ اب اگر سب کے سب شہر سے باہر چلے جائیں تو جائز ہے جیسا حضرت مولانا گنگوہیؒ فتویٰ دیتے تھے لیکن بعض کا رہنا اور بعض کا باہر چلے جانا یہ جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ باہر سے آکر ان کی خبر گیری کرتے رہیں تو بعض کا جانا بھی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر فناء بلد سے دور نہ ہوں۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ ان کے اعتقاد کے موافق تعدیہ لازم

نہیں بلکہ کبھی تعدیہ ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ تو تعدیہ مشکوک ہوا۔ اب عدم خروج کا حکم تو اس لئے ہے کہ بزدلی کے عیب سے تحرز رہے اور بیماری کی جگہ جانے کی ممانعت اس لئے کہ تہور سے اجتناب رہے۔ کیونکہ امر مشکوک سے بھاگنا جیسے بزدلی ہے ایسے ہی محتمل الضرر جگہ میں جانا بھی تہور ہے اور دونوں عقلاً ممنوع ہیں اور یہ توجیہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

(۱۹) دو متضاد حقیقتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں :

فرمایا کہ امریکہ سے ایک شخص نے اشتہار دیا کہ میرے دو دل ہیں۔ اکثر لوگوں نے اس کا انکار کیا اور تمام عالم میں ایک شور مچ گیا اور لوگوں نے سوالات تیار کرکے بھیجے۔ فضلاء شیعہ میں سے بھی ایک صاحب نے جو علم طب اور ہیئت و ریاضی سے واقف تھے اس کے رد میں ایک طویل تقریر اس دعوے کی تکذیب میں لکھی اور اس کو طبع کرایا۔ میں نے بھی اس کو دیکھا مگر مجھے پسند نہیں آئی۔ کیونکہ محض دلائل طبیہ سے اس کی نفی یا عدم امکان ثابت نہیں ہو سکتا۔ میرے پاس بھی اس کے متعلق سوال آیا تھا۔ میں نے اس کے دو جواب لکھے۔ ایک تو ظاہر نظر میں نہایت وقیع تھا۔ اور دوسرا واقع میں وقیع تھا۔ منشاء شبہ کا یہ تھا کہ قرآن مجید میں ہے: مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ۔ تو دعویٰ اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب اول تو یہ تھا کہ کلام اللہ میں لفظ ماضی سے ارشاد فرمایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ زمان نزول وحی تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس سے مستقبل میں نفی لازم نہیں آتی۔ دوسرا جواب کہ وہی باوقعت جواب ہے یہ ہے کہ کلام اللہ میں بطور مثال کے فرمایا ہے۔ زید بن حارثہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبنّٰی زوجہ کے قصہ میں مقصود یہ ہے کہ بنوت اور عدم بنوت دونوں وصف جمع نہیں ہو سکتے۔ جیسے ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے اور تمام مثالوں میں اکثریت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس میں کلیت ضروری نہیں اور فرمایا کہ یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور تکذیب واقعہ کی بلا

ضرورت اور رد و انکار میرے نزدیک مشکل غیر صحیح ہے اس واسطے کہ اول تو ممکن ہے کہ ان دلائل تکذیب کا کوئی اس سے اقویٰ دلیل سے رد کرے۔ دوسرے دلائل اس شخص کے مقابلے میں کافی نہیں ہیں جس نے مشاہدہ کیا ہو۔

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استنجاء کے فوراً بعد تیمم فرمانا ایک خاص مصلحت کی بناء پر تھا :

فرمایا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استنجے کے فوراً بعد تیمم فرما لیتے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ مجھے خوف ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ وضو سے پیشتر ہی موت آجائے اور پانی تک نہ پہنچ سکوں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ما من نبی الا و قد خیر۔ تو اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ہر نبی کی موت اختیار سے آتی ہے تو وہ احتمال کہاں تھا جس کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً تیمم فرما لیتے تھے۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کو اختیار تھا کہ آپ قبل وضو موت کو اختیار نہ فرماتے۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ تو مسلم ہے کہ نبی کی موت ان سے دریافت کر کے اور ان کو اختیار دے کر آتی ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ دریافت کرنے کے وقت بھی یہ امر ذہن میں آئے کہ مجھے اتنی مہلت لینی چاہئے کہ وضو کر لوں۔ ممکن ہے کہ دوسرے اہم امور اس وقت ذہن میں ہوں اور اس کی طرف التفات بھی نہ ہو۔

(۲۱) کسی نئے مسئلے کا استخراج تقلید کے منافی نہیں :

مولوی عبدالعلیم صاحب نے دریافت کیا کہ تقلید شخصی کے کیا معنی ہیں جبکہ سب مسائل صاحب مذہب سے نقول نہیں۔ فرمایا کہ ایک شخص نے جو قواعد مقرر کر دیئے ہیں ان کے موافق عمل کرنا یہ تقلید شخصی ہے۔ تو اگر ان قواعد سے کوئی دوسرا بھی مسائل کا استخراج کر لے تو وہ مقلد ہی رہے گا۔

(۲۲) مہمان کے مذاق کالحاظ رکھنا چاہئے :

فرمایا کہ ایک مرتبہ دیوبند میں لیفٹننٹ گورنر صاحب کے استقبال کے لئے حشمت و آرائش ظاہری بہت ہوئی تھی۔ اس کی نقل چند روز کے بعد ایک قصبے میں کی گئی۔ مدرسے کے جلسے کے موقع پر اور علماء کو مدعو کیا۔ اتفاق سے میں کسی عذر کی وجہ سے نہیں جا سکا تھا۔ حضرات علماء دیوبند خصوصاً حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اس خرافات کو دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ داعی نے بطور شکایت کے ایک سوال تیار کیا کہ غیر مذہب کے آدمی کے لئے جو اہتمام کیا گیا اگر وہی ہم نے اپنے علماء کے لئے کیا تو اس کو ناجائز کہا گیا۔ اس کی کیا وجہ؟ میں نے جواب میں لکھا کہ اکرام ضیف ضروری ہے، لیکن اکرام مذاق ضیف کے موافق ہوتا ہے نہ کہ داعی کے مذاق کے موافق۔ دیوبند میں جو کچھ کیا گیا اس میں گورنر صاحب کے مذاق کی رعایت تھی اور آپ کے جلسے میں جو کچھ ہوا وہ آپ کے اضیاف کے مذاق کے بالکل خلاف تھا۔ اس لئے یہ جائز نہ تھا، لیکن یہ جواب اس لئے دیا گیا کہ معترض کی نیت اعتراض سے صالح نہ تھی۔ باقی فی نفسہ اتنا تکلف کہیں بھی مناسب نہ تھا۔

(۲۳) شجرۃ الزقوم اور ثمرۃ الزقوم میں فرق ہے :

فرمایا کہ مولوی بدرالاسلام صاحب کیرانوی برادرزادہ مولوی رحمتہ اللہ صاحب مہاجر نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ قرآن مجید میں شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ کو اہل جہنم کی غذا فرمایا ہے اور اہل عرب اس کا پھل کھاتے ہیں اور وہ نہایت لذیذ ہوتا ہے اور وہاں اس کا ایک موسم ہوتا ہے۔ جیسے ہندوستان میں انبہ کا موسم ہوتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ فوراً میری سمجھ میں اس کا جواب یہ آیا کہ قرآن میں شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ کو اہل جہنم کا طعام فرمایا ہے اور اہل عرب ثمرۃ الزقوم کھاتے ہیں اور ان

دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ چنانچہ ہمارے ہندوستان میں بیری کا درخت خاردار ہوتا ہے مگر اس کا پھل کھایا جاتا ہے اور وہ نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ خصوصاً جھڑ بیری میں تو بہت ہی کانٹے ہوتے ہیں مگر پھل اس کا بھی کھایا جاتا ہے۔ اس تقریر سے مولوی بدرالاسلام صاحب بہت خوش ہوئے۔

(۲۴) بطور رقیہ کوئی چیز پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے :

فرمایا کہ اہل دیوبند پر ختم بخاری کے باب میں لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ خود تو ختم و تہالیل کو منع کرتے ہیں اور کبھی کبھی خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ختم بخاری حصول ثواب کے لئے پڑھ کر کبھی اس پر نذرانہ نہیں لیا جاتا بلکہ شفاء مریض کے لئے یا مقدمہ حق میں غلبہ حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاتا ہے اور مقاصد دنیوی پر اجرت لینا جائز ہے۔

مقالات حکمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طہارت قلب کے ساتھ نماز کی ظاہری حالت بھی مقصود بالذات ہے

سبق اربعین میں امام کی اس عبارت کے متعلق کہ مقصود طہارت قلب ہے' فرمایا کہ امام کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طہارت جسم و طہارت ثوب اور ظاہری صورت صلوۃ مقصود بالذات نہیں ہے۔ یہ صرف ذریعہ اور واسطہ ہے اور مقصود بالذات صرف طہارت قلب ہے۔ حالانکہ یہ نصوص کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اگر مقصود بالذات قلب کی طہارت اور اس کا ذاکر ہو جانا ہوتا تو چاہئے تھا کہ اگر یہ ذکر اور طہارت کسی دوسرے ذریعے سے حاصل ہو جائے تو نماز کی کوئی ضرورت نہ رہی اور یہی غلطی ہے جو فلاسفہ اور جاہل صوفیہ کو پیش آئی کہ انہوں نے اصل مقصود ذکر قلب کو قرار دے کر ان سب چیزوں کو آلات اور ذرائع قرار دیا اور سب کو چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ راز اس میں یہ ہے کہ اگر نماز دوائے مفید بالکیفیت کے مشابہ ہوتی تو یہ ممکن تھا کہ اس کیفیت اور مزاج کی دوسری چیز وہ فائدہ دے سکتی جو فائدہ کہ صلوۃ کا ہے لیکن نماز بالکیفیت مفید نہیں بلکہ مشابہ دوائے مفید بالخاصہ کے ہے کہ اگر یہی صورت بہ ہیئت کذائیہ ہو تو وہ فائدہ اور قرب اس پر مرتب ہو سکتا ہے جو اس پر متفرع ہے اور اگر یہ ہیئت اور یہ صورت نہ ہو تو ہرگز وہ فائدہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ پس امام کا یہ کہنا کہ مقصود طہارت قلب ہے اور طہارت بدن وغیرہ تشریعی غیر مقصود اور ذریعہ ہیں ماؤل ہے یعنی مقصود بالذات دونوں ہیں۔ مگر ایک کو دوسرے پر ایسی فضیلت ہے جیسے مقصود بالذات کو مقصود بالعرض پر اور امام کو اس موہم عنوان کے اختیار کی نوبت اس لئے آئی کہ امام جس

طرح کامل صوفی ہیں اسی طرح متکلم اور فلسفی بھی ہیں۔ فلاسفہ کی نظر میں اس کو قریب کرنے کے لئے مجاراتا یہ فرمادیا کہ مقصود تو یہ ہے اور طہارت ظاہری اس کا ذریعہ ہے اور اسی حکمت کی وجہ سے مشروع ہوا ہے۔ فرمایا کہ بعضے ایسے کلاموں کو ظاہر پر محمول کرکے غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ آجکل یہ مرض لوگوں میں ہے کہ وہ اول احکام کی علت تلاش کیا کرتے ہیں اور جب علت نہیں ملتی تو حکمت کو علت سمجھ کر اس کو جواب میں پیش کردیتے ہیں۔ حالانکہ علت کی حقیقت مایترتب علیہ الحکم ہے اور حکمت کی حقیقت مایترتب علی الحکم ہے اور تعیین حکمت چونکہ اکثر جگہ نص سے نہیں محض امر قیاسی ہے لہٰذا حکم مخترعہ میں مخالف جانب کا بھی قوی احتمال باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی وقت میں یہ حکمت مخترعہ مخدوش ہوجائے تو معلل کی نظر میں اس سے حکم خداوندی بھی مخدوش ہوجائے گا۔ سالم روش یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ احکام میں حکمتوں کا ہونا یقینی لیکن تعیین چونکہ شارع نے نہیں کی اس لئے ہم بھی نہیں کرتے اور ہمارے امتثال کی بناء صرف حکم باری ہے گو ہم کو حکمت معلوم نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اگر طہارت قلب مقصود بالذات ہوتی اور ظاہری ہیئت صلوٰۃ مقصود نہ ہوتی تو ضرور تھا حکم صلوٰۃ کو کسی علت کے ساتھ (مثلاً لان قلبك مظلم) دائر کیا جاتا کہ جہاں وہ علت ہوتی حکم ہوتا' جہاں نہ ہوتی نہ ہوتا۔ لیکن جب باری تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو ہم کو یہی کہنا چاہئے کہ نماز خود مقصود بالذات ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ طہارت معنوی بھی مقصود ہو۔ اس کے بعد نماز ظاہری کے بھی مقصود بالذات ہونے کی تائید میں فرمایا کہ میرے نزدیک تو روح کو عالم ناسوت میں بھیجنے کی اصلی غرض یہی ہے کہ بذریعہ اعضاء اس سے یہ خاص ہیئت ادا ہو اور اس کا خاص ثواب اور قرب اس کو حاصل ہوسکے۔ کیونکہ عالم ملکوت میں رہ کر روح سے یہ ارکان ادا نہیں ہوسکتے تھے بوجہ آلات نہ ہونے کے۔ پھر فرمایا کہ امامؒ کے کلام کی توجیہ یوں ہوسکتی ہے کہ

انہوں نے صرف ظاہری اعمال پر متوجہ رہ جانے اور طہارت باطنی کو چھوڑ دینے پر لوگوں کو ملامت کی ہے۔ گویا مقصود یہ ہے کہ صرف ظاہری صورت پر بس نہ کرو، دل کو بھی صاف کرو۔

(۲) کافر سے مسجد کے لئے چندہ لینا مناسب نہیں :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کافر اگر مسجد میں کوئی چیز دے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ فقہاء نے اس کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اگر اس کے نزدیک بھی وہ امر قربت ہو اور ہمارے نزدیک بھی وہ قربت ہو تو اس کا لینا جائز ہے اور چونکہ اکثر ہندو مساجد کی خدمت ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے اس وقت بہت علماء ایسے لینے دینے کو جائز سمجھتے ہیں مگر اس میں میرا ایک خاص خیال ہے۔ وہ یہ کہ فقہاء نے جو یہ کہا ہے کہ اس کے نزدیک قربت ہو، اس کا مطلب کیا ہے؟ آیا یہ ہے کہ اس کے خیال میں قربت ہو یا یہ ہے کہ اس کے مذہب میں قربت ہو۔ جیسا بیت المقدس کی خدمت عیسائیوں کی طرف سے کہ ان کے مذہب ہی میں قربت ہے برخلاف ہندوؤں کے کہ ان کی ملت میں مسجد کی امداد قربت معلوم نہیں ہوتی۔ دوسرے قطع نظر جواز و عدم جواز کے اس میں مجھے یہ بھی خیال ہے کہ اس صورت میں کافر کا احسان ہوتا ہے اسلام پر اور یہ مناسب نہیں ہے۔

(۳) اعظم گڑھ میں بدعات متعارفہ کم ہیں :

ضلع اعظم گڑھ اور اس کے اطراف کے متعلق فرمایا کہ بحمد اللہ یہاں بدعات متعارفہ کم ہیں۔

(۴) بزرگوں کے سامنے اپنی بات پر زیادہ اصرار نہ کرنا چاہئے :

فرمایا کہ بزرگوں پر زیادہ اصرار کسی امر میں کرنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد مولوی فتح محمد صاحب کا واقعہ گنگوہ تشریف لے جانے اور اپنی گاڑی میں سے اتر

پڑنے اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا واقعہ تھانہ بھون تشریف لانے کا بیان فرمایا۔ پہلی حکایت کا تتمہ یہ فرمایا کہ میں جب گاڑی سے اتر پڑا اور مولاناؒ پر بیٹھ جانے کا اصرار کیا۔ مولانا نے عذر فرمایا تو مجھ کو قرائن سے معلوم ہوا کہ مولاناؒ کو گاڑی میں سوار ہونا گراں ہے۔ میں نے پھر زیادہ عرض نہیں کیا۔ مولاناؒ پیادہ روانہ ہوگئے اور میں سوار روانہ ہوا۔ لیکن راستے میں معیت نہ رکھی کہ خلاف ادب تھا اور دوسری حکایت کا تتمہ یہ فرمایا کہ مولاناؒ نے استنجاء کی ضرورت ظاہر فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ بھنگی کو بلا کر پاخانہ صاف کرادوں۔ فرمایا نہیں اس کی حاجت نہیں۔ میں نے زیادہ اصرار نہیں کیا اور بتلا دیا۔

(۵) مرد اور عورت فطری طور پر یکساں نہیں :

فرمایا کہ نئے تعلیم یافتہ لوگ مرد و عورت میں مساوات کے مدعی ہیں۔ حالانکہ طبعًا اور فطرتًا دونوں میں فرق بین ہے۔ چنانچہ تمام اداؤں میں یہ تفاوت مشاہد ہیں۔

(۶) ہدیہ کا کچھ حصہ واپس کرنا درست ہے :

فرمایا کہ ایک تحصیل دار جو مجھ سے مرید بھی ہیں انہوں نے مجھے پچیس روپے دیئے۔ میں نے دس لئے، باقی واپس کردیئے۔ پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ زائد محض وضع داری سے لائے تھے اور لینے میں دس ہی کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ اس روز میں نے دس روپے کی لکڑیاں قرض منگائی تھیں اور دعاء کی تھی کہ اے اللہ دس روپے دیدے۔ اس لئے اس سے کم لینے کو خلاف ادب سمجھا۔

(۷) شیخ کو طبیب کامل کی طرح ہونا چاہیئے :

فرمایا کہ ہمارے حضرت قبلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کو طبیب ہونا چاہیئے، یعنی یہ دیکھنا چاہیئے کہ طالب کو کتنا علم ہے، کتنی قوت ہے، کس قدر فرصت ہے۔ مگر

آجکل چونکہ سلوک قاعدے سے تعلیم نہیں کیا جاتا اس لئے جو قاعدہ کی بات بتلاتا ہے اس پر شبہ خشکی کا ہوتا ہے۔ اب یہ حالت ہے کہ سب کو ایک لکڑی سے ہانکا جاتا ہے۔

(۸) ناک کا چھدوانا خلاف اولیٰ ہے :

ایک صاحب نے ناک چھدوانے کے متعلق دریافت کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کے متعلق صاحب درمختار نے یہ لکھا ہے کہ لم ار ۂ اور شامی نے اس کو کان پر قیاس کرکے جائز لکھا ہے۔ یعنی چونکہ کان اور ناک میں کوئی فرق بظاہر نہیں اور کان کے متعلق نص ہے لہٰذا اس کو بھی جائز کہا جائے گا۔ لیکن ناک کا چھدوانا خلاف اولیٰ ہے۔

(۹) مصالح مخترعہ کو احکام شرعیہ کی بناء قرار دینا غلط ہے :

فرمایا کہ جو لوگ مصالح مخترعہ کو بناء احکام شرعیہ تعبدیہ کی قرار دیتے ہیں ان کا رد اس آیت سے ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں فرماتے ہیں جبکہ انہوں نے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ تو اس میں ان کے فعل کا سبب نفی اور استثناء کرکے منحصر فرما دیا ہے ابتاء وجہ ربہ میں حالانکہ اس میں یہ بھی ایک مصلحت تھی کہ قومی ہمدردی ہے اور ایک کافر کے ظلم سے ان کو چھڑایا۔ دوسرے اس میں بڑی قباحت یہ ہے کہ اگر وہ دنیوی مصالح کسی دوسرے طریقے سے حاصل ہونے لگیں اور اسلام پر ان کے مرتب ہونے کی توقع نہ رہے تو چونکہ اسلام کو مقصود بالعرض رکھا ہے اور مصالح دنیویہ کو مقصود بالذات' اس لئے نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرے طریقے کو اختیار کرلیں گے۔ تیسرے یہ مصالح ہیں تخمینی اور تخمینات بہت آسانی سے مخدوش ہوسکتے ہیں۔ تو

اگر یہ کبھی مخدوش ہو جائیں تو چونکہ حکم شرعی اس پر مبنی سمجھا گیا تھا للہذا وہ حکم بھی مخدوش ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ علوم مقصود ہوتے تو حضرات صحابہؓ ان کی تحقیق کے زیادہ مستحق تھے لیکن صحابہؓ نے کبھی ایسے سوال نہیں کئے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں کئی حکمتیں ہیں :

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ہر فعل میں مصالح ہیں۔ مثلاً چوری کی تخلیق ہی ہے کہ اس کی بدولت لاکھوں آدمیوں کو حلال روزی ملتی ہے۔ مثلاً قفل بنانے والے دروازہ کواڑ بنانے والے بلکہ کفر کی تخلیق میں بھی کہ مسلمانوں کے لئے طرح طرح کے استحقاق ثواب کا وہ سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے مولانا فرماتے ہیں :

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است : وربما نسبت کنی کفر آفت است

(۱۱) بغیر ہاتھ اٹھائے بھی دعا کرنا درست ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ دعا کے لئے مروج طور پر ہاتھ اٹھانے میں بوجہ دیر تک دعا مانگنے کے چونکہ مونڈھے اور بازو دکھنے لگتے ہیں اس لئے یا تو سلسلہ جلدی ختم کرنا پڑتا ہے یا خیال بٹ کر حالت دعا میں فرق آتا ہے۔ اگر بغیر ہاتھ اٹھائے عرض معروض کی جائے تو نخوت و کبر کا شائبہ تو نہ ہوگا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ نہیں۔

(۱۲) کافر کے لئے ہدایت کی دعا کرنا درست ہے :

انہیں صاحب نے دریافت کیا کہ اپنے ساتھ سلوک و احسان کے صلے میں کفار کے واسطے دعائے بہبودی دارین و ہدایت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ مولاناؒ نے فرمایا کہ صرف ہدایت نیک کی دعا کا مضائقہ نہیں۔

(۱۳) جن کا حق ادا نہ کر سکے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے:

انہیں صاحب نے دریافت کیا کہ تعلقات دنیاوی کی وجہ سے جن لوگوں کے حقوق ادا کرنے رہ گئے ہیں یا جن لوگوں کو برا کہا گیا یا غیبت کی گئی اور اب فرادیٰ فرادیٰ اس کا تصفیہ بوجہ تفرق اور عدم موجودگی ان لوگوں کے ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اس سے گلوگزاری کیسے ہو سکتی ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اپنے ساتھ ان کے لئے بھی دعائے مغفرت کی جائے۔

(۱۴) آمدن بارادت کا معنی آمدن بعقیدت ہے:

فرمایا کہ آمدن بارادت و رفتن باجازت کے جو معنی عوام میں مشہور ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ اس مقولے میں ارادت کے معنی عقیدت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ عقیدت سے اگر کسی کے پاس جائے تو اس کی اجازت حاصل کئے بغیر رخصت نہ ہو اور دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ مقولہ معاشرت کے متعلق ہے اور معنی مشہور اصول معاشرت کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ معاشرت کا ایک ضروری العمل مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف و تکدر نہ ہو اور اس میں مہمان کو سخت تکلیف ہے کہ وہ بدون اجازت میزبان کے رخصت نہ ہو سکے۔

(۱۵) ہاتھ سے سلام کرتے ہوئے پیشانی پر ہاتھ لگانا مناسب نہیں:

فرمایا کہ سلام کے وقت جو اکثر لوگوں کی عادت ہاتھ اٹھانے کی ہے یہ عادت میرے نزدیک ضروری الترک ہے۔ کیونکہ سلام کے ادا ہونے میں تو ہاتھ اٹھانے کو کوئی دخل نہیں۔ بس ہاتھ اٹھانا محض تعظیم کے لئے ہے اور غالباً اس کی اصل یہ ہے کہ بعض سلاطین نے اپنے سلام کے لئے سجدہ تجویز کیا تھا۔ چند روز تک تو وہ سجدہ اپنی اصلی ہیئت میں باقی رہا۔ پھر چونکہ ہروقت زمین پر جھکنا گونہ تکلف تھا اس لئے کف دست کو زمین کا قائم مقام کر کے اس پر پیشانی کو رکھنا اور کچھ جھکنا شروع

کردیا۔ چنانچہ یہ رسم آج تک اسی ہیئت سے باقی ہے اور ناپسندیدہ ہے۔ البتہ اگر مخاطب دور ہو کہ وہاں تک سلام کی آواز پہنچنا مشکوک ہو اعلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ کردینا جائز ہے لیکن پیشانی پر لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۱۶) بیعت کی حقیقت معاہدہ اصلاح ہے :

ایک صاحب نے پوچھا کہ بیعت کی حقیقت کیا ہے اور اس کی ضرورت کہاں تک ہے؟ فرمایا کہ بیعت کی حقیقت ہے دونوں جانب سے معاہدہ ہونا۔ پیر کی طرف سے یہ کہ میں تمہاری نگرانی کروں گا اور مرید کی طرف سے یہ کہ میں اتباع کروں گا۔

(۱۷) مقصود بالذات عبادت ہے :

ایک صاحب نے پوچھا کہ کوئی ایسا ورد ہے یا نہیں کہ اس کے پڑھنے سے میرے دل میں سکون واطمینان اور شوق پیدا ہو؟ فرمایا کہ یہ مطلوب ہی نہیں ہے۔ اگر آپ نے کوئی ورد پڑھا اور یہ باتیں پیدا نہ ہوئیں آپ اپنے آپ کو ناکام سمجھیں گے اور زیادہ پریشانی بڑھے گی۔ مقصود تو محض تعبد ہے اور ورد مثل دوا کے ہے۔ کیا کوئی دوا کو شوق سے پیتا ہے!

(۱۸) مختلف مسائل میں مختلف اماموں کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں

ایک صاحب نے پوچھا کہ مختلف مسائل میں مختلف مجتہدوں کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ جائز نہیں، کیونکہ دین پابندی کا نام ہے اور اس میں مطلق العنانی ہے۔

(۱۹) مسجد کا چندہ کسی اور جگہ لگانا جائز نہیں :

ایک صاحب نے پوچھا کہ مساجد میں اگر وقف کا مال زائد از ضرورت ہو تو

اس کو جنگ ترکی میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ علاوہ روایت نہ ملنے کے اس میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں ایک راہ نکلتی ہے۔ آئندہ ممکن ہے کہ دوسرے مدارس اور انجمن والے اپنی ضرورتوں کے لئے مانگیں۔

(۲۰) تعبیر بے تکلف سمجھ آجائے تو بیان کرنے میں حرج نہیں

ایک شخص نے تعبیر کے متعلق دریافت کیا کہ اس باب میں کیا معمول رکھا جائے؟ تو فرمایا کہ اگر بے تکلف سمجھ میں آجائے تو بیان کردے، اختراع نہ کرے۔

(۲۱) بچے کی اذان درست ہے :

فرمایا کہ بچہ اگر سمجھتا ہو تو اس کی اذان واقامت معتبر ہوگی۔

(۲۲) ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا

فرمایا کہ فونوگراف میں آیت سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، کیونکہ وہ تلاوت نہیں۔ فقہاء نے اس کی نظیر لکھی ہے کہ صدا اور طوطے کے پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

(۲۳) امراء سے نہ ملنا ہی بہتر ہے :

امراء کے متعلق فرمایا کہ ان لوگوں سے الگ رہنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

(۲۴) مروجہ بیمہ حرام ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ عمر کا بیمہ جس کی صورت یہ ہے کہ کمپنی مثلاً دس برس تک کا بیمہ کرے اور دس روپیہ ماہوار اس شخص سے لے تو اگر وہ دس برس کے اندر مرجائے تو کمپنی ایک ہزار روپیہ اس کے وارثوں کو دے گی اور اگر وہ دس برس تک زندہ رہا تو ایک ہزار روپیہ اس کو دے گی۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ یہ جائز نہیں۔ یہ بالکل قمار کی صورت ہے۔

(۲۵) مسلمان کا ذبیحہ ہندو سے خریدنا درست ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر گوشت کا تاجر ہندو ہو اور ذابح مسلمان ہو تو کیا مسلمان کے ذمہ یہ واجب ہے کہ اس گوشت کے ختم ہونے تک اس ہندو تاجر کے پاس بیٹھا رہے۔ مولانا نے فرمایا کہ بے شک ضروری ہے۔ ان صاحب نے کہا کہ یہ تو بہت مشکل ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی سہل صورت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا مملوک جانور ذبح کرے اور ذبح کرکے پھر اس کو ہندو کے ہاتھ بیچ ڈالے۔ پھر وہ ہندو اپنی دکان پر لاکر فروخت کرے۔ اس صورت میں ختم گوشت تک مسلمان کے رہنے کی ضرورت نہیں۔

(۲۶) نہی عن المنکر کا سلیقہ ہر شخص کو نہیں ہوتا :

ایک صاحب نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک حافظ صاحب مسجد میں باتیں بہت کیا کرتے تھے۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ مسجد میں باتیں نہ کیا کریں۔ کیا آپ کو اپنے حافظ ہونے پر گھمنڈ ہے۔ اس پر وہ حافظ صاحب بیٹھ رہے اور دو دن تک مسجد میں نہیں آئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ان کے بیٹھ رہنے کا گناہ آپ پر بھی ہوا۔ پھر فرمایا کہ بعض مفسرین نے جو لکھا ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ میں کہ مِنْ تبعیضیہ ہے' یہ مجھ کو بہت پسند آتا ہے۔ کیونکہ امر واقعی یہی ہے کہ ہر شخص کو امر بالمعروف کا سلیقہ نہیں ہوتا اور اسی واسطے ہر شخص کا کہنا گوارا نہیں ہوتا۔

(۲۷) تاجر کو نرم مزاج ہونا چاہئے :

کچھ تجارت کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ نرمی بھی تجارت کے لئے لازمی معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سمحا اذا باع سمحا اذا اشترى۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ما كان الرفق فی شیء الا زانه۔

(۲۸) پیر کی حالت سفر میں مرید ہونا مناسب نہیں :

فرمایا کہ جو لوگ سفر کرتے ہیں ان کو چاہئے کہ جس سے مرید ہونا چاہیں اس کے گھر جاکر مرید ہوں۔ تاکہ اس کی نشست و برخاست' بولنا چالنا' رضا و غضب' اکل و شرب سب کو دیکھ سکے اور جانچ سکے۔ اور کسی مسافر سے بیعت نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ سفر میں کم و بیش ہر شخص اپنے کو بنا کر ہی رکھتا ہے۔ تو اس کی اصلی حالت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ البتہ جو لوگ سفر نہیں کرسکتے جیسے معذورین و مستورات وہ مجبور ہیں۔

(۲۹) ٹیکسی وغیرہ کا کرایہ طے کرکے سوار ہونا چاہئے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ یکہ اور گاڑی کا کرایہ سرکار کی طرف سے جو متعین ہوتا ہے اگر کرایہ کرتے وقت اس پر یکہ والا راضی نہ ہو اور اس سے زیادہ کہنے لگے تو کس قدر دینا چاہئے۔ فرمایا کہ جتنا وہ ٹھہرائے اسی قدر دینا چاہئے اور بے ٹھہرائے بھی سوار ہونا جائز نہیں۔ البتہ اگر سوار ہوتے وقت اس سے یہ کہہ دیا جائے کہ جو کچھ کرایہ بہ نرخ سرکاری مقرر ہے ہم اس قدر دیں گے اور وہ راضی ہو جائے تو جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ توجہ ہی نہیں کرتے ورنہ ذرا سی اصلاح سے بہت سے امور جائز ہو سکتے ہیں۔ جیسے اس مثال میں کہ اگر نرخ سرکاری کے اعتماد پر بلا تصریح کرایہ کے بیٹھ جاتے تو درست نہ تھا اور اگر اسی نرخ کے حوالے سے تصریح کردی تو جائز ہو گیا' کرایہ بدلنا نہیں پڑا۔

(۳۰) چھوٹوں کو سواری سے پہلے اترنا چاہئے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کوٹھی یا گاڑی سے اترتے وقت چھوٹوں کے لئے ادب کیا ہے؟ آیا بزرگوں سے اول اتریں یا ان کے بعد اتریں۔ مولانا نے فرمایا کہ جو کچھ میں سمجھے ہوئے ہوں وہ تو یہ ہے کہ بزرگوں سے اول اترنا ادب ہے۔

کیونکہ اول اترنے والا نیچے رہے گا۔ نیز جو پہلے اترے گا وہ پچھلے کی راحت رسانی کے لئے گویا آمادہ ہے۔

(۳۱) کسی کو گھیر گھار کر لانا پسندیدہ نہیں :

ایک صاحب نے عرض کیا کہ جناب کی واپسی سفر کے وقت اپنے بھائی کو مطلع کردوں کہ وہ فلاں اسٹیشن پر آکر ملاقات کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر وہ خود رغبت ملاقات ظاہر کریں تو مضائقہ نہیں۔ باقی گھیر گھار کر کسی کو لانا' میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس زمانے میں خود غرض لوگوں نے یہ شیوہ اختیار کرلیا ہے کہ دوسروں کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اسی وجہ سے اس قسم کی حرکات سے لوگوں کو خود غرضی کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ اور یہ طرز دین کی شان مطلوبیت کے خلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اس باب اعتقاد میں کسی کی ترغیب کو بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ شخص مشیر اصل شیخ کی ساز سے گھیر گھار کرتا ہوگا۔

(۳۲) بیعت نفع کا موقوف علیہ بھی نہیں ہے :

بعض لوگ بیعت ہونے پر اصرار کر رہے تھے اور مولانا انکار فرما رہے تھے کہ بیعت ہونا کچھ ضروری نہیں۔ آجکل لوگوں نے بیعت کو موقوف علیہ نفع کا بلکہ بعض نے خود اسی کو مقصود بالذات قرار دے رکھا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ ہم تم کو بیعت کئے لیتے ہیں مگر تعلیم کچھ نہ کریں گے تو وہ راضی ہو جائے گا اور اگر اس کا عکس کہا جائے تو راضی نہ ہوں گے۔

(۳۳) نسبت مع اللہ کا القاء ایک دم نہیں ہوتا :

فرمایا کہ نسبت مع اللہ کا القاء ایک دم سے نہیں ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی کیا حالت ہوگئی۔ مگر چند روز کے بعد

خود بھی معلوم ہونے لگتا ہے کہ میں کیا سے کیا ہوگیا۔ جیسے بچہ روزانہ بڑھتا ہے لیکن دیکھنے والوں کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا مگر جو دس برس پہلے اس کو دیکھ چکا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں کتنا فرق ہوگیا ہے۔

(۳۴) معجزہ بلا اسباب اور شعبدہ سبب خفی پر مبنی ہوتا ہے

المعجزۃ امر یقع بلا سبب طبعی یعنی جس امر کا وقوع بلا واسطہ اسباب طبعیہ کے ہو۔ والفرق بین الشعبدۃ والمعجزۃ ان الاولٰی مستند الٰی سبب طبعی خفی لا یقف علیہ الا الماہر فی الفن فیمکن تکذیب مدعی النبوۃ بہا بعد الحذاقۃ فیہا والثانیۃ تصدر بلا سبب طبعی وھو خارق للعادۃ غیر داخل تحت القدرۃ البشریۃ۔

(۳۵) چندہ میں جبر جائز نہیں:

فرمایا کہ مدارس کے چندوں کے متعلق ہمیشہ سے میری یہ رائے ہے کہ زور دے کر اور دباؤ ڈال کر وصول نہ کئے جائیں اور اس طرز کو سدا سے میں ناجائز کہتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ عجیب تفصیل قرآن شریف کی آیات سے مل گئی جس پر اس کے قبل کبھی نظر نہ ہوئی تھی۔ فرمایا کہ چندہ لینے میں ایک سوال کا مرتبہ ہے اور وہ ناجائز ہے اور ایک ترغیب کا مرتبہ ہے اور وہ جائز ہے اور سند اس کی کلام مجید کی اس آیت سے ملتی ہے۔ خدا تعالیٰ مذمت سوال میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ پس معلوم ہوا کہ سوال کرنا تو نہیں چاہئے لیکن چونکہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ الخ۔ اس لئے ترغیب چندہ میں مضائقہ نہیں۔ کیونکہ حفاظت دین ضروری امر ہے اور وہ بغیر سلسلہ تعلیم و تعلم ممکن نہیں اور یہ سلسلہ

بغیر اعانت مالی چل نہیں سکتا۔ پھر اعانت ایک امر خیر کا مقدمہ اور اس کا موقوف علیہ ہے۔ لہٰذا خیر ہے' بلکہ ایک امر ضروری کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے ضروری ہے اور ترغیب خیر کی خیر ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح علماء کو اجازت نہیں کہ دبا کر سوال کریں' اسی طرح اہل دنیا کو اجازت نہیں کہ ترغیب پر اعتراض کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ۔ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْآ اَمْثَالَكُمْ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم لوگ ایمان لا کر متقی بن جاؤ تو خدا تعالیٰ تم کو اجر بھی دے گا اور تم سے تمہارے مال کا سوال نہ کرے گا۔ کیونکہ اگر تم سے تمہارے مال کا خدا تعالیٰ سوال کرے اور سوال میں مبالغہ بھی کرے تو تم ضرور بخل کرو گے اور تمہارے بخل کو یہ سوال ظاہر کر دے گا (گویا اڑ کر سوال کرنے کا خاصہ یہ ہے کہ اس پر دینے کو جی نہیں چاہتا اور انسان انکار ہی کر دیتا ہے اور اسی طبعی خاصہ کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ خدا تم سے تمہارے مال کا سوال نہ کرے گا۔ لیکن اس سوال نہ کرنے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بالکل چھٹکارا ہو گیا اور اب کوئی بات بھی ہمارے ذمہ نہیں رہی کیونکہ باوجود سوال نہ کرنے کے) اے لوگو تم کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت (ترغیب) دی جائے گی اور تم لوگوں کی محبت مال اور دینی بے پروائی سے یہ خیال ہے کہ کچھ لوگ تم میں سے ترغیب پر دینے میں بھی بخل کریں گے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ اپنا ہی نقصان کریں گے (کیونکہ اس اعطاء کا ثواب ان ہی کو ملتا ہے) خدا (تو تمہارے مالوں سے) بالکل غنی ہے اور تم (اس کے افضال اور انعامات کے) سراپا

محتاج ہو اور (سن رکھو کہ) اگر تم لوگ (اس طرح بھی دینے سے) پھرو گے تو خدا تعالیٰ (تم کو نیست و نابود کر کے) تمہاری جگہ دوسری ایسی قوم پیدا کرے گا کہ وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اڑ کر سوال کرنے پر انکار کیا جائے تو چنداں عیب نہیں، کیونکہ انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ لیکن اگر محض ترغیب پر انکار کیا جائے تو سخت وبال کا اندیشہ ہے۔ پس چندہ مانگنے والوں کو بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ دبانے اور شرمانے سے کام نہ لیں، محض ترغیب کا مضائقہ نہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو خطاب خاص ہو ہی نہیں اور یا اگر خاص خطاب ہو تو ایسے بے تکلف دوست سے ہو جو بلا تکلف تم سے انکار بھی کر سکے۔

(۳۶) معصیت کے تقاضے پر ہرگز عمل نہ کرے :

فرمایا کہ بعض اوقات سالک کی طبیعت میں معصیت کا تقاضا پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے نفس کو روکتا ہے۔ روکنے سے تقاضا اور بھی بڑھتا ہے۔ اس وقت نفس اور شیطان یہ رائے دیتے ہیں کہ اگر تم اس وقت اس کام کو کر لو گے تو نفس تقاضے سے خالی ہو جائے گا اور دوسری عبادات میں مشغول ہو جائے گا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس تقاضے کو معدوم کر دینا اور اس تاویل سے اس معصیت کو جائز بلکہ اس کے ارتکاب کو اس وقت ضروری سمجھ کر کر لیتا ہے۔ حالانکہ یہ سخت غلطی بلکہ الحاد ہے۔ کیونکہ اس ارتکاب سے وہ رذیلہ جڑ پکڑ لیتا ہے اور پھر انسان کبھی اس کے ازالے پر قادر نہیں ہوتا۔ ایسے موقع پر نفس کو ہرگز اجازت ارتکاب نہ دینی چاہئے اور کامل ہمت سے روکنا چاہئے۔ باوجود روکنے کے بھی اگر تقاضائے نفس نہ بجھے تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرے، کیونکہ انسان سے تقاضائے نفس پر مواخذہ نہیں ارتکاب جرم پر مواخذہ ہے۔ نیز اس صورت میں خفیف ہونے کے بعد پھر ہمیشہ کو رذیلہ نفس خود بخود دب جاتا ہے۔ اس تقاضے کا یہی علاج ہے۔

(۳۷) تنگی میں صدقہ کا اجر بہت بڑھ جاتا ہے :

اربعین باب الزکوۃ سَبَقَ درھم مائۃ درھم۔ فرمایا ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں جو سَبَقَ فرمایا گیا ہے اس کی وجہ بشاشت قلب نہیں بلکہ اعطاء فی العسر ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس ایک ہی درہم ہے اور وہ اس نے دے ڈالا اور ایک شخص کے پاس دو سو درہم ہیں' ان میں سے سو درہم اس نے دے ڈالے تو پہلے کو باوجود ایک اور سو کے عظیم الشان تفاوت کے اس دوسرے پر ترجیح ہے۔ کیونکہ اس نے نفس پر زیادہ جبر کیا اور اس کو خدا سے زیادہ محبت معلوم ہوئی کہ باوجود حاجات اور تنگی کے پھر بھی دینے سے دریغ نہیں کیا۔

(۳۸) صدقہ میں تضاعف کی کوئی حد نہیں :

فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ سات سو تک صدقہ کو بڑھایا جاتا ہے۔ اس میں عدد خاص مراد نہیں محض زیادتی مراد ہے۔ لیکن حدیث تفترق امتی ثلٰث و سبعون میں ظاہراً عدد خاص مراد ہے۔ میں نے عرض کی کہ فرق تو بہت سے ہیں اور اگر اصول فرق مراد ہیں تو وہ بہت کم ہیں۔ فرمایا کہ عدد کی تعیین حدیث میں منصوص ہے اور معدود کی تعیین اجتہادی اور قیاسی ہے۔ ممکن ہے کہ ہم نے جس امر کو بنا اور اصل سمجھا ہو وہ بناء اصل نہ ہو اور جن امور کو فرع سمجھا ہو وہ اصل ہوں۔

(۳۹) وساوس کا علاج ذکر میں مشغولی ہے :

فرمایا کہ انسان چاہتا اور کوشش و سعی کرتا ہے کہ اس کے دل میں سوائے خیال محبوب یعنی باری تعالیٰ کے اور کوئی خیال نہ آنے پائے۔ اس کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے' دعا کرتا ہے' کامیاب نہیں ہوتا تو جزبز ہوتا اور پریشانی میں پڑتا ہے۔ حالانکہ وہ غور نہیں کرتا کہ قلب کی حالت شارع عام کی سی ہے۔ اس پر

جس طرح بادشاہ کا گزر بے خوف و خطر اور بے روک ٹوک ہوتا ہے اسی طرح ایک ادنی مزدور بلکہ چمار اور مہتر بھی چلتا ہے اور جس طرح بادشاہ کے گزرنے سے سڑک عیب دار نہیں ہوتی چمار کے گزرنے سے بھی اس میں کچھ عیب نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوجاتا ہے کہ ایک چمار کے نکل جانے کے لئے شاہی سواری روک لی جاتی ہے اور سرشور گھوڑوں کی لگام کس لی جاتی ہے۔ یوں ہی قلب کی شاہراہ میں شاہی سواری (خیال محبوب) کے دوش بدوش ایرے غیرے (مالایعنی اور دنیاوی خیالات) بھی راہ چلتے ہیں اور بعض اوقات ان رذیلوں کے لئے شاہی گھوڑوں کی لگام روک لی جاتی ہے کہ یہ نکل جائیں اور اس کے لئے رستہ صاف ہوجائے۔ پس جب قلب کی یہ حالت ہے تو اس میں کسی خیال کے آنے کو برا نہ سمجھے۔ نہ اس کی طرف التفات کرے، حتیٰ کہ اس کے دفع کا بھی مستقل اہتمام نہ کرے بلکہ ذکر میں مشغول رہے۔ اگر باوجود شغل کے بھی خیال آئے، سمجھے کہ سڑک سے ایک چمار کے گزارنے کے لئے بادشاہ رک گیا ہے اور پھر ذکر میں مشغول ہوجائے کہ دفع وساوس کی موثر تدبیر یہی ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے: ان الشیطٰن جاثم علٰی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللّٰہ خنس واذا غفل وسوس۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذکر کی جانب توجہ رہے گی تو فاسد خیالات نہ آئیں گے اور اگر آئیں گے تو اسی وقت جبکہ ادھر سے خیال ضعیف ہوجائے گا۔

(۴۰) عمداً حج نہ کرنا کافرانہ فعل ہے :

قال اللّٰہ تعالٰی اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۔ فان المشرکین کانوا لا یصلون وقال علیہ السلام من لم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیًا او نصرانیًا لانھم کانوا لا یحجون۔ کذا قال مرشدی۔

(۴۱) سفر حج میں تکالیف کو خاطر میں نہ لائے:

فرمایا کہ استاذنا مولانا محمد یعقوبؒ فرماتے تھے کہ مشروعیت حج کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مومن خدا کا محب ہے تو لازمی ہے کہ شائق وصال بھی ہوگا اور انسان ضعیف البنیان اس دنیا میں دیدار کی تاب نہیں لا سکتا تو دیدار سے مایوسی ہوئی اور یاس میں یا تو محبت زائل ہو جاتی ہے جیسا بعض طبائع کا خاصہ ہوتا ہے اور یا اس قدر اضطراب ہوتا ہے کہ اس سے نوبت ہلاکت آجاتی ہے، جیسا بعض طبیعتوں کا یہ بھی انداز ہے اور دونوں مضر تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک مکان بنایا اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ اگر پورا وصال یار نہ ہو تو در و دیوار ہی کو دیکھ کر تسکین ہو جائے۔ اس میں حجر اسود کو یمین اللہ لقب دیا کہ دست بوسی کے لئے بے قرار ہوں تو اس سے تسلی ہو۔ طواف کا حکم دیا کہ عاشق کی طبعی حالت ہے۔ چونکہ عشق کے لئے رشک بھی لازم ہے اور وہ بلا عدو مخل ہوتا نہیں، اس لئے شیطان کی طرف منسوب کر کے ایک جگہ کی رمی کا حکم دیا (رمی جمرہ وغیرذلک) اور جب حج اس حکمت سے مشروع ہوا تو سفر حج میں اگر ہزار تکالیف بھی ہوں تو پرواہ نہ کرنی چاہئے۔

(۴۲) ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا کشف و کرامات سے افضل ہے:

فرمایا کہ قابل تحصیل اور لائق قدر وہ چیز ہے کہ جس سے قرب خداوندی میں کچھ ترقی ہو اور جو چیز قرب میں سبب ترقی نہ ہو وہ قابل تحصیل نہیں۔ تو دیکھنا چاہئے کہ سلوک میں جو کشف عالم ناسوت یا عالم ملکوت کا ہوتا ہے اس سے آیا کسی درجے میں ترقی ہوتی ہے یا نہیں؟ جس شخص کا جی چاہے خود کشف کے وقت غور کرے وجداناً اس وقت بجائے قرب کے ایک گونہ حجاب اپنے اور ذات خداوندی میں پائے گا برخلاف عبادات کے کہ ایک مرتبہ بھی سبحان اللہ کہے گا تو کچھ نہ کچھ قرب ضرور بڑھا ہوا پائے گا۔

(۴۳) ہر شخص کی استعداد اور مقصود جدا ہوتا ہے :

فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کا قول سنا۔ ایک مہمان سے فرماتے تھے کہ جب آیا کرو تنہا آیا کرو۔ کسی کو ہمراہ نہ لایا کرو۔ مجھے خیال ہوا کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ آخر مولانا کی نازک مزاجی پر محمول کیا' لیکن چند روز کے بعد تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد نہایت مصلحت پر مبنی تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کی استعداد اور مقصود جدا ہوتا ہے اور اسی کے موافق برتاؤ اس شخص سے کیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو اپنے ہمراہ لاتا ہے تو بمجبوری دونوں سے ایک سا برتاؤ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس تجربہ کے بعد مجھ کو خود اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔

(۴۴) مبتدی کے لئے وعظ کہنا درست نہیں :

فرمایا کہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ مبتدی سلوک کو وعظ نہ کہنا چاہئے' کیونکہ تہذیب نفس ابتداء میں کامل نہیں ہوتی۔ احتمال نفس کے خراب ہو جانے کا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اس رائے کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے: فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ۔ کیونکہ یہ آیت ممانعت قتال بالکفار کی مکہ میں نازل ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک یہ لوگ نو مسلم تھے۔ تہذیب نفس کامل طور پر نہیں ہوئی تھی۔ احتمال تھا کہ شاید طاعت میں نفس کا شائبہ ہو جائے اور یہ وجہ نہ تھی کہ اس وقت تک صحابہ کا عدد کم تھا' کیونکہ مسلمانوں کو قلت عدد سے کبھی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ آخر ۶۰ آدمی ۶۰ ہزار سے مقابل ہوئے اور مظفر و منصور ہوئے اور جب مدینے میں آئے تو چونکہ تہذیب نفس کامل ہو چکی تھی اس لئے اجازت قتال دے دی گئی کہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا الخ

(۴۵) ہر کس و ناکس ذکر و شغل کا اہل نہیں :

فرمایا کہ پہلے لوگ جہلا کو اذکار واشغال نہ بتلاتے تھے۔ صرف اوراد بتلا دیتے تھے۔ آجکل صوفیہ میں عجیب گڑبڑ ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کو ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں جس سے برے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور وہ لوگ طرح طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بعض اوقات پڑھے لکھے لوگوں کو وہ غلطی پیش آتی ہے کہ ان کو اس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ابھی چند روز کا واقعہ ہے کہ میں قصبہ کاندھلہ میں گیا۔ میرے بعد تھانہ بھون میں ایک ذاکر کو ایک سخت حالت پیش آئی۔ اس میں انہوں نے یہ حرکت کی کہ ایک وقت کی جماعت اس وجہ سے ترک کر دی کہ عین جماعت کے وقت ان پر حالت طاری تھی۔ وہ اس شش و پنج میں پڑ گئے کہ مجھ کو قواعد تصوف کی رو سے اس حالت کے طریان میں نماز کے لئے اٹھنا کیسا ہے۔ کیونکہ پھر یہ حالت جاتی رہے گی اور جماعت کو ترک کر دیا۔ جب میں کاندھلے سے واپس آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا۔ میں نے سمجھایا کہ جماعت کے مقابلے میں اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ تب ان کی سمجھ میں آیا۔

(۴۶) وجد حالت غریبہ غالبہ محمود کا نام ہے :

الوجد حالة غريبة غالبة محمودة لا الصياح والبكاء خصوصًا كما هو زعم متصوفي زماننا كما يلوح اليه قوله تعالىٰ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ الخ۔

(۴۷) جبروت ولاھوت پر عالم کا اطلاق جائز نہیں :

الناسوت عالم الشهادة الملكوت عالم الغيب كالروح والملٰئكة الجبروت مرتبة صفات اللّٰه تعالىٰ ولا يطلق عليه لفظ العالم فانه ماسوى اللّٰه والصفات اما عين

الذات اولا عین ولا غیر واللاھوت الذات البحت۔

(۴۸) روح کی تعریف میں صوفیہ اور متکلمین میں اختلاف ہے

الانسان مرکب عند الصوفیة من المادة و بعض المجردات۔ وھی الروح والقلب والسر والخفی والاخفی وھٰذہ الاشیآء مجردة عن المادة والمقدار عندھم واما المتکلمون فیقولون الروح جسم لطیف سار فی الانسان علٰی ھیئته۔

(۴۹) عالم مثال عالم مجرد اور عالم مادہ کے درمیان ہے :

عالم المجردات مجرد عن المادة والمقدار وعالم المثال منزہ عن المادة لا المقدار وعالم المادة متلبس بھما فعالم المثال بین عالم المجرد وعالم المادة۔

(۵۰) لطائف کے فوق العرش ہونے کا مطلب مجرد عن المکان ہوتا ہے

یقول الصوفیة اللطائف فوق العرش ھو کنایة عن کونھا لامکانیا لانھا مجردة والمکان العرش لاوراءہٗ فان العرش محیط الامکنة وھو ایضًا کرة کما یلوح الیه ظاھر الاحادیث۔

(۵۱) صوفیہ کے حالات دنیوی معاملات میں بھی پیش آتے رہتے ہیں

فرمایا کہ لوگ صوفیہ کی اصطلاحات سنتے ہیں اور ان کی حقیقت سے ناواقف ہونے کے سبب ظاہری معانی پر محمول کرکے اس کو غیر ممکن الحصول سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ باتیں وہی ہوتی ہیں جو روزمرہ ہر انسان پر گزر جاتی

ہیں۔ کسی پر دنیاوی امور میں، کسی پر دینی امر میں۔ مثلاً صوفیہ کی اصطلاح ہے کہ وہ ایک خاص حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس سے آگے کے مرتبے کو فناء الفناء کہتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ دنیاوی معاملوں میں بھی اکثر لوگوں کو پیش آتی ہیں۔ فناء کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز سے توجہ ہٹ کر صرف محبوب کا خیال دل میں رہ جائے اور فناء الفناء یہ ہے کہ اَنَا فَانٍ کا بھی خیال نہ رہے۔ لِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ۔

تو در و گم شو وصال انیست و بس : گم شدن گم کن کمال این ست و بس

سو یہ دنیوی انہاکات میں بھی پیش آتے ہیں۔

(۵۲) کیفیات واحوال مطلوب نہیں :

فرمایا کہ کیفیات دو قسم کی ہیں: ایک کیفیات روحانیہ۔ دوسرے کیفیات نفسانیہ۔ کیفیات روحانیہ مشاہدہ اور غلبہ ذکر ہے جس کے آثار سہولت اطاعت اور شوق فرمانبرداری ہے اور اس پر رضائے باری موعود ہے۔ کیفیات نفسانیہ احوال کہلاتے ہیں۔ مثلاً شدت شوق، وجد، ہیجان، وارفتگی، یہ امور مطلوب نہیں۔ اسی لئے کاملین کبھی ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بلکہ کبھی کبھی احوال سے ضرر بھی ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ مثلاً جو شخص شدت شوق میں مبتلا ہوگا مندرجہ ذیل حالت میں سے ایک حالت اس کو ضرور پیش آئے گی یا لقاء نصیب نہ ہونے سے یاس ہوگا یا غلبہ اضطراب سے مرض و ہلاک یا اغوائے شیطان سے عجب و کبر اور یہ سب حالتیں مذموم اور مبعد عن الحق ہیں۔ فرمایا کہ لوگ مستجاب الدعوات ہونے کے متمنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ اجابت دعا بھی احوال میں سے ہے اور جو شخص مستجاب الدعاء ہوگیا ہے وہ اجابت دعاء کے وقت غور کرے اور وجدان سے دیکھے کہ اس مرتبہ کے حاصل ہوجانے سے قرب خداوندی میں کچھ بیشی ہوئی کہ نہیں۔ اگر قلب نفی میں جواب دے (اور ضرور نفی میں جواب دے گا تو سمجھ لے کہ مستجاب

الدعاء ہو جانا کوئی کمال نہیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ سبحان اللہ کہہ کر دیکھے کہ اس میں بھی کچھ قرب حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر شریعت و طریقت ازدیادِ قرب کا فتویٰ دے تو یقین کر لے کہ مستجاب الدعاء ہونا ذکر لسان سے بھی متاخر الرتبہ ہے۔ پس ان سب سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ احوال قابل التفات و توجہ نہیں مواہبت خداوندی ہیں۔ اگر حاصل ہو جائیں اس کا فضل ہے، نہ حاصل ہوں تو نجات و قرب میں ان کو کچھ دخل نہیں اور اس کی تائید کہ حال علی الاطلاق مطلوب نہیں اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی: اسئلك شوقًا الی لقآئك من غير ضرار مضرة ولا فتنةٍ مضلة۔ پھر اگر احوال مطلقاً مطلوب ہوتے اور ان میں ضرر اور فتنہ کا احتمال نہ ہوتا تو حضور ﷺ طلب شوق کے ساتھ یہ استثنا اور قید نہ فرماتے۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اے خدا میں تجھ سے تیرے لقاء کے شوق کا طالب ہوں مگر اس قدر نہیں کہ اس سے ضرر دنیوی ہو (جیسے غلبہ شوق سے امراض وغیرہ لاحق ہو جاتے ہیں) یا میں کسی فتنہ (دینیہ) میں مبتلا ہو جاؤں (جیسے گستاخ ہو جاؤں اور شریعت و صاحب شریعت کا ادب ملحوظ نہ رہے)

(۵۳) مقامات مطلوب ہیں :

متمم ماسبق۔ فرمایا کہ احوال کے مقابلے میں مقامات ہیں اور وہی مطلوب ہیں۔ اصطلاح صوفیہ میں اعمال تکلیفیہ اختیاریہ کو مقامات کہتے ہیں۔ گویا جن امور کا حکم قرآن و حدیث میں ہوا ہے جس کو علم المعاملہ کہتے ہیں وہی صوفیہ کی اصطلاح میں مقام ہے اور یہی موجب قرب اور قابل توجہ و التفات ہے۔

(۵۴) مکاشفہ کمال نہیں، یہ کافر کو بھی ہو سکتا ہے :

متمم ماسبق۔ فرمایا کہ مکاشفہ بھی احوال میں داخل ہے۔ اس لئے وہ بھی مطلوب نہیں۔ اگر کسی کو عمر بھر ایک کشف بھی نہ ہو تو اس کے قرب میں کچھ بھی

کی نہیں ہوتی' بلکہ غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ مکاشفہ کمال ہی نہیں۔ کیونکہ کفار کو بھی کشف ہوتا ہے۔ مثلاً اشراقی فلاسفہ کو ہوتا تھا۔ نیز مکاشفہ ایسی چیز ہے کہ مرے پیچھے خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ دنیا میں وہ چیز حاصل کرنی چاہئے جو مرے پیچھے حاصل نہ ہو سکے۔ کالصّلوۃ والذکر۔ دوسرے مکاشفہ بعض اوقات مضر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ایسا شخص کہ جس کو علم حاصل نہیں اس کو اگر کشف ہونے لگے تو اس کی لذت میں پڑ کر وہ نماز روزے کو بالکل حقیر اور ادنی درجے کی چیز سمجھے گا۔ بالخصوص اگر کچھ نور کی قسم سے نظر آنے لگے تو اس کو حصول معراج کا یقین ہی ہو جائے گا۔ لان الحجب النورانیۃ اشد من الحجب الظلمانیۃ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر کشف کوئی قابل التفات و توجہ چیز ہوتی تو شارع علیہ السلام ہم کو اس کی تعلیم دیتے اور قدر کے مسئلے دریافت کرنے پر صحابہؓ کو ممانعت نہ ہوتی جن کا علم اور قوت علمیہ ہم سے ہزارہا درجے بڑھی ہوئی تھی، جن کو خاص بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض ہوتا تھا۔

(۵۵) بلا ضرورت اجتماع میں اندیشہ فساد ہے:

فرمایا کہ تمدن و سیاست سلطنت کا ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت اجتماع عام نہ ہونے پائے۔ کلام مجید کی اس آیت سے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اس مسئلے کا پتہ چلتا ہے۔ پس انتشار بعد الصلوۃ میں یہ حکمت ہو گی کہ اب ضرورت اجتماع باقی نہیں رہی۔ مختلف الطبع لوگ بلا ضرورت ایک جگہ رہیں گے تو فساد کے سوا کیا ہو گا۔ اس لئے اِنْتَشِرُوْا کے بعد یہ بھی فرما دیا کہ اِبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد سے نکل کر بھی آوارہ نہ پھرو بلکہ خدا کے رزق کی طلب میں مشغول ہو جاؤ۔ آگے اس طلب رزق کے انہماک کا علاج ارشاد فرمایا کہ اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اور یہی

جامعیت وہ چیز ہے کہ قرآنی تعلیم کے سوا کسی دوسری جگہ میسر نہیں ہو سکتی۔ اور فقہاء نے اسی راز عدم استحسان اجتماع بلا ضرورت کو سمجھ کر عبادات نافلہ میں تداعی کو بدعت فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ جماعت نفل کو مکروہ کہہ دیا۔

(۵۶) مخفی اعمال نفس پر بار ہوتے ہیں :

فرمایا کہ انسان کے جملہ اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کا کچھ دنیا میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے جیسے تصنیف کتب وغیرہ۔ بعض وہ ہیں جن کا ثمرہ دنیا میں کچھ مشاہد نہیں ہوتا جیسے ذکراللہ و نماز وغیرہ۔ پہلی قسم کے اعمال نفس پر بہت آسان ہوجاتے ہیں لیکن دوسری قسم کے عمل بے حد کٹھن ہیں اور ان کے کرنے میں نفس پر سخت بار ہوتا ہے۔ اس کے آسان کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ خاص ثمرات پر نظر ہی نہ کرے بلکہ اس نیت سے ذکر کرے کہ وعدۂ خداوندی ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ جب اس کو یاد کریں گے تو وہ ہم کو ضرور یاد کرے گا اور اس کا یاد کرنا مطلوب ہے۔ پھر جب مطلوب حاصل ہے تو اس سے لذت وغیرہ اگر نہ بھی حاصل ہوئی تو کیا مضائقہ ہے اور یہی علاج ہے قبض کا کہ جب ایسی حالت پیش آئے سمجھے کہ ہم کو نہ قبض مطلوب ہے نہ بسط اور نہ یہ ثمرۂ ذکر ہے' بلکہ جو حالت ہو ہم اس پر راضی ہیں اور وہی خدا کا فضل ہے۔ اس لئے کہ :

دل کہ اوبستہ غم و خندیدن ست
کہ ہرچہ ساقی ماریخت عین الطاف ست

(۵۷) احضار قلب اختیاری ہے :

فرمایا کہ احضار قلب تدریجًا بندے کے اختیار میں ہے۔ اگر کوشش کرے احضار ممکن ہے۔ کسی درجے کا ہو لیکن اس کیفیت کا جلد حاصل کرلینا اختیار عبد سے خارج ہے۔ لہٰذا اگر دیر ہو تو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اسی طرح حضور غیر

اختیاری ہے۔ اگر اس نے حاضر کیا مگر وہ حاضر نہ ہوا، کچھ غم نہ کرے، اپنے کام میں لگ جائے۔

(۵۸) طلب مقصود ہے نہ کہ وصول :

فرمایا کہ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب فرمایا کرتے تھے کہ خود طلب مطلوب ہے نہ کہ وصول، کیونکہ طلب تو اختیار عبد میں ہے اور وصول اس کے اختیار سے خارج ہے اور حالت خارج از اختیار انسان کی مطلوب نہیں ہو سکتی۔ اس قاعدے کے استحضار سے سالک کی ہزاروں پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔

(۵۹) سیر فی اللہ کی کوئی انتہا نہیں :

فرمایا کہ ایک سیر الی اللہ ہے اور ایک سیر فی اللہ ہے۔ سیر الی اللہ کا مرتبہ وہ ہے کہ جس میں اخلاق کی تہذیب اور رسوخ فی الذکر پیدا کیا جاتا ہے اور یہی مرتبہ ہے کہ جس کی انتہا پر سلوک متعارف ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سیر فی اللہ کا مرتبہ آتا ہے۔ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں مراتب طاعت و ذکر و توجہ و قرب و تصحیح معاملات مع اللہ میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و در یا ہمچناں باقی

اس آیت شریفہ میں ان دونوں مرتبوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ کیونکہ ایک مرتبہ ذہاب الی الرب کا ہوا اور ایک مرتبہ حصول ہدایت یعنی وصول الی الرب کا جس کا دوسرا عنوان سیر فی اللہ ہے۔

(۶۰) بزرگ کے پاس ہدیہ لے جانے کا التزام مناسب نہیں:

فرمایا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب کسی بزرگ کے پاس جائیں گے کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور لے جائیں گے۔ حالانکہ یہ التزام اچھا نہیں۔ اس میں ہدیہ لے

جانے والے کا تو یہ نقصان ہے کہ ہر وقت اس کی طبعیت میں ہیجان محبت چونکہ نہیں ہوتا (جیسا کہ اکثر طبعیت کی حالت ہے) اس لئے اس التزام سے اس کی طبعیت پر گونہ بار ہوتا ہے۔ پس یہ ہدیہ ہدیہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہدیہ اس کو کہتے ہیں جو کہ جوش محبت سے دیا جائے۔ نہ وہ کہ نری وضع داری سے دیا جائے۔ لینے والے کا یہ نقصان ہے کہ یہ ملتزم جب اس کے سامنے آتا ہے اس کو فوراً یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ ضرور کچھ میرے لئے لایا ہوگا اور جب تک وہ شخص کچھ نہ دے اس کو ابتلاء فی الوسوسہ رہتا ہے۔ جس سے چند دن کے بعد حرص پیدا ہوجانے کا احتمال ہے۔ دیگر متعلقین کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ اگر ان سے یہ التزام نہ ہوسکے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہم پر اس قدر توجہ نہ کریں گے جس قدر اس شخص پر کریں گے اور اکثر غریب لوگ اس شخص کی بدولت بزرگوں کے پاس آنا چھوڑ دیں گے کہ جب ہم سے ہدیہ لے جانا ممکن نہیں تو کس منہ سے جائیں یا جاتے ہوئے محجوب ہوں گے۔

(٦١) بغور مطالعہ دیکھنا اور استاذ کے سامنے سمجھ کر پڑھ لینا کافی ہے:

ایک شخص نے اپنی حالت لکھی کہ مجھے ضعف دماغ و ضعف حافظہ ہے اور سمجھ اچھی نہیں۔ اس لئے مجھے بیعت کرلیجئے کہ اس کی برکت سے یہ سب باتیں حاصل ہوجائیں۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ مرید ہونے کو ان مقاصد میں کچھ دخل نہیں ہے اور یہ بھی لکھا کہ آپ یاد رہنے کی فکر میں نہ لگیں۔ تجربہ کی بات ہے کہ اگر مطالعہ اپنے حد امکان کے موافق غور کرکے دیکھ لے اور استاد کے سامنے سمجھ کر پڑھ لے بس کافی ہے۔ گو یاد نہ رہے احتیاج کے وقت سب مستحضر ہوجائے گا۔ آپ اس دستور العمل کو پیش نظر رکھ کر مطمئن رہئے۔ والسلام

(۶۲) حوائج دنیا سے لاعلمی چنداں مضر نہیں :

فرمایا کہ اکثر روشن خیال لوگ مولویوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کی ضرورتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ سو اول تو یہ تسلیم نہیں اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس لاعلمی کی تکالیف کی زندگی بہت قلیل ہے۔ لیکن معترضین جن ضرورتوں سے لاعلم ہیں یعنی دین کی ضرورتیں' ان کی لاعلمی سے جو تکالیف ان کو ہوں گی وہ بہت شدید اور طویل ہیں۔ پس اول ان کو اپنی خبر لینی چاہئے۔ اس کے بعد اعتراض کا حق ہے۔

(۶۳) دل پر جبر کر کے گناہ سے بچنے میں زیادہ مجاہدہ ہے:

فرمایا کہ جن لوگوں کو نسبت مع اللہ ہو چکتی ہے وہ اگر مائل الی المعصیت نہ ہوں اور جن پر خوف خداوندی کی تیغ ہردم کشیدہ ہے وہ اگر پاک باز ہوں تو کوئی ان کا بڑا کمال نہیں۔ اگرچہ خدا کا ان پر احسان ضرور ہے کہ ان پر ایسی کیفیات کا طریان ہو کر ان کے لئے حال لازم بن گئیں۔ البتہ جن لوگوں کو ہنوز نسبت مع اللہ نہیں ہوئی اور پھر بھی وہ معاصی کے چھوڑ دینے کی ہمت کرتے ہیں اور اپنے دل پر جبر کر کے اپنے کو صالح بناتے ہیں وہ صاحب کمال ہیں۔ اگرچہ اصل توفیق ان کو بھی خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان کے اختیار میں کچھ نہیں۔

(۶۴) ہدیہ بلاغرض دیا جائے :

فرمایا کہ جب کسی کے پاس کوئی حاجت لے کر جائیں تو ہدیہ لے کر نہ جائیں۔ اس لئے کہ اول تو یہ صورت رشوت کی ہے۔ دوسرے بعض اوقات وہ شخص حاجت کو پورا نہیں کر سکتا اور اس سے اس شخص کو ہدیہ لینے میں بہت خفت ہوتی ہے۔

(۶۵) مصافحہ کے ساتھ ہدیہ نہ دینا چاہئے :

فرمایا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ مصافحہ کرتے وقت بزرگوں کو ہدیہ دیتے ہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔ کیونکہ مصافحہ عبادت محضہ ہے۔ اس میں دنیا شامل نہ ہونی چاہئے اور اگر کہا جائے کہ ہدیہ بھی عبادت ہے تو وہ صورت تو دنیا کی ہے۔

(۶۶) ہدیہ کی رسید طلب کرنا خلاف تہذیب ہے :

فرمایا کہ اگر کسی کے پاس ہدیہ بھیجے تو ایسے شخص کے ہاتھ نہ بھیجنا چاہئے کہ جس پر پورا اعتماد نہ ہو اور اس شخص کو رسید لکھ کر دینی پڑے۔ کیونکہ ہدیہ دینے میں کسی قسم کا بار ڈالنا خلاف تہذیب ہے۔

(۶۷) جاہ کی بناء پر کوئی کام لینا جائز نہیں :

س : زید کا حق کسی قدر خالد کے ذمہ ہے اور زید کسی طرح سے وصول نہیں کر سکتا۔ اس لئے بکر ذی جاہ شخص سے یوں کہتا ہے کہ خالد سے اگر آپ کسی طرح میرا حق وصول کر دیں تو میں آپ کو دس روپے دوں گا' چاہے پھسلا کر وصول کر دیجئے چاہے دھمکا کر' چاہے کسی اور طریقے سے۔ یہ حق المحنتہ جائز ہے یا جاہ کی وجہ سے رشوت میں داخل ہو گا۔ مگر یہ انصاف کا بدلہ نہیں ہے بلکہ حق وصول کرنے کا بدلہ ہے۔ مگر ڈر کے مارے خالد نے دیا ہے۔ کسی معمولی آدمی سے وصول نہ ہوتا۔

ج : اگر بکر کو کچھ مشقت بھی ہوئی ہے تب تو رشوت نہیں اور اگر صرف جاہ سبب ہے تو رشوت ہے جس کا لینا جائز نہیں مگر مضطر کو دینا جائز ہے۔

(۶۸) جس بات کا علم نہ ہو صاف کہہ دینا چاہئے :

س۔ کسی متوسل مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا

انتقال پیشتر ہوا ہے یا حضرت حواؑ کا اور دونوں کے انتقال میں کس قدر زمانہ بیچ میں گزرا ہے۔ ج۔ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

(۶۹) ۱۳ سال کے لڑکے کا پورا ٹکٹ لینا ضروری ہے :

س : جہاز اور ریل میں ۱۲ برس تک عمر کے بچے سے نصف کرایہ لیتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک ۱۳ برس کا لڑکا ہے۔ اس کو ہم نے کرایہ دے کر ٹکٹ ماسٹر کے پاس بھیجا۔ اس نے صورت دیکھ کر آدھا کرایہ کا ٹکٹ دیا۔ اس معاملے میں ہم کو مواخذہ آخرت کے خوف سے پورا کرایہ دلوانا ضروری ہوگا یا نہیں؟

ج : ضروری ہے۔

اولاد کو قصداً ضرار کی نیت سے وراثت سے محروم کرنا درست نہیں

س : بالغ اولاد نامعقول ہونے کی وجہ سے ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے اموال کو کسی نیک کام میں تمام صرف کرجائے۔ اس سے وہ عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں، یا کہ مختصران کے لئے چھوڑ کر باقی راہ حق میں صرف کرے؟

ج : اگر قصداً ضرار نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

(۷۱) ولایتی دودھ کا استعمال درست ہے :

س : ولایتی دودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ ایک مبصر عادل نے کہا تھا کہ وہ فقط دودھ اور دوبارہ (یہ لفظ پڑھا نہیں گیا مگر مراد اس سے کوئی پاک چیز ہے) چینی سے تیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا نسخہ بھی بتلایا تھا۔ ج: اس حالت میں کچھ حرج نہیں۔

(۷۲) بوڑھوں سے پردہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے :

فرمایا کہ میرے خیال میں اجنبی معمر شخص سے اجنبی عورت کو پردہ کرنا بہ نسبت جوان کے زیادہ ضروری ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جوان آدمی میں اگر

شہوت زیادہ ہوتی ہے تو اس میں ضبط کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں اگر تھوڑا سا دین بھی ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کو روکتا ہے برخلاف بوڑھے شخص کے کہ اس میں میلان قلب تو بوجہ غوامض پر اطلاع ہونے کے زیادہ ہوتا ہے اور ضبط نفس اس میں کم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر بوڑھے لوگوں کے ناگوار واقعات زیادہ سنے گئے ہیں اور بعض دفعہ بوڑھوں کو انتشار عضو نہ ہونے سے شہوت نہ ہونے کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ عدم انتشار بوجہ ضعف اعصاب کے ہوتا ہے۔ باقی شہوت ضرور ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حرمت مصاہرت میں مس کے وقت فقہاء نے جوان کے لئے انتشار آلہ اور بوڑھے کے لئے تحرک قلب کو علامت لکھا ہے۔ نیز جوان مرد سے عادتاً بھی عورتیں زیادہ پرہیز کرتی ہیں اور بوڑھے کو تو فرشتہ سمجھتی ہیں۔ اس لئے اس سے زیادہ احتیاط درکار ہے۔

(۷۳) اپنی طرف سے کسی دن کو یوم العید یا یوم الحزن بنانا جائز نہیں:

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ کو فرمایا کہ نکتہ الہامیہ کے طور پر ایک بات لکھ لو۔ وہ یہ کہ جناب رسول مقبول ﷺ کا یوم ولادت اور یوم وفات علی المشہور اور شہر ولادت اور شہر وفات بالاتفاق ایک ہے۔ اس اتحاد سے ایک مسئلہ شرعیہ کی تائید ہوتی ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اپنی تجویز سے کسی دن کو یوم العید بنانا یا کسی دن کو یوم الحزن بنانا جائز نہیں جب تک کہ شریعت ہی نے کسی دن کو یوم العید یا یوم الحزن نہ قرار دیا ہو۔ تو اس سے تائید اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے بڑی خوشی حضور ﷺ کی ولادت ہے اور سب سے بڑا حزن یوم الوفات ہے۔ تو عجب نہیں کہ ان دونوں واقعوں کے ایک ہی زمانے میں واقع کرنے میں یہ مصلحت ہو کہ اگر ولادت کی وجہ سے اس دن کو یوم العید بنانا چاہیں تو وفات کا خیال مانع ہو اور اگر وفات کی وجہ سے یوم الحزن بنانا چاہیں تو خیال ولادت مانع ہو اور فرمایا کہ گو یہ دلیل کے مرتبے میں نہ ہو لیکن مسئلے کے ثابت بالدلیل ہونے کے بعد اس نکتے سے اس

دلیل کی اعلیٰ درجے کی تائید ہوتی ہے۔

(۷۴) سودی معاملہ دار الحرب میں بھی جائز نہیں :

فرمایا کہ تحقیق الہامی کے طور پر ایک بات لکھ لو۔ وہ یہ کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ لا ربٰوا بین المسلم والحربي فی دار الحرب۔ اس سے ربوا کے جواز پر استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس قسم کی ترکیب کے دو معنی ہوا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لا مضائقہ فیہ' دوسرے یہ کہ لا یتحقق حقیقته ولا یترتب جمیع احکامه۔ مثلاً لا ربٰوا کے اگر یہ معنی ہوں کہ ان میں ربٰوا کی حقیقت ہی مرتب نہیں تو اس کا اثر غایة مافي الباب یہ ہوگا کہ اس پر جمیع احکام مرتب نہ ہوں گے۔ مثلاً وہ واجب الرد نہ ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ربٰوا کے دوسرے آثار بھی مرتب نہ ہوں۔ مثلاً گنہگار ہونا کہ اس کا تحقق باوجود عدم تحقق حقیقت ربوی کے بھی ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود فقہا نے بھی لا ربٰوا بین العبد وسیدہ میں عدم تحقق حقیقت مانا ہے۔ لیکن ارتکاب صورت ربوی سے دونوں گنہگار ہوں گے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ لا صلٰوۃ الا بطھور۔ اس میں نفی کے معنی یہی ہیں کہ بدون وضو حقیقت صلوۃ متحقق نہ ہوگی لیکن باوجود اس کے اس طرح نماز کی ہیئت سے اس پر گناہ ہوگا علیٰ ہذا۔ لا نکاح بین المحارم میں بھی یہی مراد ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ وجوب مہر و فرضیت نفقہ نہ ہوگا۔ لیکن نفس اس فعل سے ضرور گناہ ہوگا۔ نیز لا صوم یوم عید میں بھی یہی ہے اور لا رضاع بعد الفطام میں بھی یہی معنی ہیں کہ حقیقت رضاع کا تحقق نہ ہوگا۔ چنانچہ حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی۔ لیکن بعد مدت رضاع کے دودھ پلانا گناہ ضرور ہوگا۔ پس جب حدیث لا ربٰوا الخ اس معنی کو محتمل ہے اور خود حدیث میں اس کے مویدات و نظائر اس قدر موجود ہیں تو اس حدیث کی وجہ سے حلت ربٰوا پر استدلال کافی نہ ہوگا۔

(۷۵) علم اعتبار حدیث سے ثابت ہے :

فرمایا کہ علم اعتبار کو شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے الفوز الکبیر میں اس واقعہ سے ثابت فرمایا ہے فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الایۃ (والحدیث مذکور فی المشکٰوۃ) لیکن اس سے بھی زیادہ واضح طور سے اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابیؓ کو پکارا اور وہ نماز میں تھے۔ اس لئے انہوں نے جواب نہیں دیا۔ بعد نماز کے جب وہ آئے اور انہوں نے نماز میں ہونے کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔ تو اس آیت کا تلاوت فرمانا اور اس سے استدلال بطور علم اعتبار کے ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اس آیت میں دعوت اور استجابت سے خاص دعوت اور خاص استجابت مراد ہے۔ یعنی احکام شرعیہ میں اطاعت۔ تو اس آیت کی تلاوت سے مقصود یہ تھا کہ تم تو عالم فقیہ ہو۔ تم کو تو سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ استجابت بھی مثل استجابت مدلولہ آیت کے ہے۔

مجادلات معدلت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) آیت کریمہ کی لطیف تفسیر :

آیت : اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ○

جو لوگ وحدت الوجود کے متعارف معنی کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ کفار نے جَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا پر ہمزۂ استفہام داخل کرکے اس جَعَلَ کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا تو ضروری ہے کہ آپ سے اس اتحاد کا دعویٰ کبھی صادر ہوا ہو۔ ورنہ اس نسبت پر قرآن میں انکار ہوتا۔ تو مستدلین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جو لا الہ الا اللہ کی تبلیغ فرمائی ہے اس کلمے کے معنی یہی اتحاد ہیں کہ کوئی معبود باطل غیراللہ نہیں ' بلکہ (نعوذباللہ) سب عین اللہ ہیں اور چونکہ اس باب میں آلہہ باطل اور غیر آلہہ میں کچھ فرق نہیں لہٰذا ہر وہ چیز بھی جس کو ہم غیراللہ کہتے ہیں سب گویا نعوذباللہ عین اللہ ہوں گی۔ قائلین وحدت الوجود کا یہ استدلال ہے۔ میں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ معنی اس جَعَلَ کے یہ ہیں کہ غیراللہ کی معبودیت کو نفی کرکے صرف ایک خدا کو معبود کہا مگر اس پر یہ قدح کیا گیا کہ آیت میں جَعَلَ کے دو مفعول ہیں جس کا مدلول ایک شے کو دوسری شے بنا دینا خواہ صنعةً یا زعمًا۔ لیکن اس قدح کے باوجود بھی سمجھ میں یہی آتا تھا کہ معنی آیت کے یہی ہیں۔ لیکن کلام عرب میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی تھی۔ سو بحمداللہ اب سمجھ میں آ گئی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: من جعل همومهٗ همًّا واحدًا کفاه الله همومه

کلھا۔ اس حدیث میں ظاہر ہے کہ جَعَلَ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ہموم دنیاوی کو چھوڑ کر صرف ایک آخرت کے ہم کو اختیار کرے نہ یہ کہ عین ہم دنیا کو ہم آخرت بنادے۔

(۲) ایک فقہی جواب کی حیثیت :

ایک صاحب نے پوچھا کہ امام صاحبؒ جن احادیث سے استدلال فرماتے ہیں اور ان میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے امامؒ کو یہ حدیث دوسری سند سے پہنچی ہو۔ یہ جواب کس درجہ کا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس جواب کی حقیقت منع ہے جو مستدل کے لئے تو کافی نہیں۔ ہاں معترض کے مقابلے میں کافی ہے۔

(۳) دینی امور میں کمیت کے اعتبار سے کمی کرنا جائز نہیں:

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک زمانہ وہ آئے گا کہ اگر ما امر بہ کا دسواں حصہ بھی ادا کرلے گا تو کافی ہوگا۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیونکہ ظاہراً یہ مشکل ہے کہ اگر دس روپیہ زکوۃ کے واجب ہوں تو ایک روپیہ دے دینا بس ہے۔ فرمایا کہ یہ دسواں حصہ کمیت کے اعتبار سے نہیں' کیفیت کے اعتبار سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مامور بہ جس کیفیت خلوصیہ کے ساتھ ہونا چاہئے تھا اگر اس کا دسواں حصہ بھی ادا ہوجائے گا تو نجات کے لئے کافی ہوگا۔

(۴) جماعت کے ساتھ مسجد کو آباد کرنا بھی مقصود ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمیوں نے یہ سمجھ کر کہ جماعت ہوچکی ہے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی اور پھر مسجد میں آکر شریک جماعت نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ترک شرکت جماعت پر تو تنبیہہ فرمائی مگر اس پر تنبیہہ نہیں فرمائی کہ تم نے فرض کو گھر میں کیوں پڑھ لیا' نہ کچھ فضائل صلوۃ فی المسجد بیان کئے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ

فضیلت مسجد کی خود مقصود نہیں بلکہ مقصود جماعت ہے۔ اگر گھر میں جماعت کر لے یا مسجد میں جماعت نہ ملے تو پھر مسجد کی حاضری ضروری نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو کسی وجہ سے معذور سمجھا ہو اور مسجد کی فضیلت اس لئے اس وقت بیان نہ فرمائی ہو کہ وہ دوسرے نصوص سے معلوم ہے جو حضرات صحابہؓ میں عام طور سے شائع ہیں۔ پھر ان صاحب نے کہا کہ اگر ان حضرات کے نزدیک بدون جماعت کے بھی مسجد میں فضیلت ہوتی تو ان دونوں صاحبوں نے جبکہ ان کو جماعت ملنے کی توقع نہ تھی مسجد ہی میں آکر کیوں نہ پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی مقید سمجھتے تھے ثواب مسجد کو جماعت کے ساتھ۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ ان کے نزدیک بھی نماز مسجد کی فضیلت جماعت پر موقوف نہ ہو۔ لیکن ایسی حالت میں جواز پر عمل کر کے قلت ثواب کو کسی وجہ سے گوارا کیا ہو۔ پھر مولاناؒ نے فرمایا کہ میری سمجھ میں اس وقت ایک اور بات آئی کہ ضرورتیں ہم کو دو ہیں۔ ایک اقامت جماعت کی' دوسرے عمارت مسجد کی۔ تو اقامت جماعت تو ظاہر ہے کہ جماعت کی صورت میں ہوگی۔ باقی اگر جماعت نہ ہو تو اگرچہ یہ مصلحت حاصل نہ ہوگی لیکن دوسری ضرورت تو حاصل ہوگی (یعنی عمارت مسجد) اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد محلہ میں نماز نہ ہوتی ہو اور محلے میں ایک ہی شخص نمازی ہو تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہیں نماز پڑھے اور دوسری مسجد میں نہ جائے۔

(۵) سقیم المزاج کو اخلاق محمودہ ناگوار ہوتے ہیں :

فرمایا کہ بعض وقت بعض لوگوں کے سچ بولنے سے قلب پر ناگواری ہوتی ہے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر صدق اخلاق محمودہ سے ہے تو اس کے آثار بھی محمود ہونے چاہئیں۔ پھر یہ اثر کیوں ہے؟ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ سچ بولنا اس شخص کا ناگوار ہوتا ہے جس کی عادت ہمیشہ سچ بولنے کی نہ ہو بلکہ خوشامد کی باتیں کیا

کرتا ہو۔ تو ایسے شخص کا سچ بولنا اور اپنی عادت کو ترک کرنا دوسرے کی دل شکنی کے لئے ہوتا ہے۔ ناگواری اس کی ہوتی ہے۔ ورنہ اگر سچ میں ناگواری ہوتی تو اس شخص کا سچ بھی ناگوار ہوتا جس کی عادت ہمیشہ سچ بولنے کی ہو۔ حالانکہ ایسے شخص کا سچ کسی کو ناگوار نہیں ہوتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اخلاق محمودہ کسی سقیم المزاج کو ناگوار ہوں تو بعید ہی کیا ہے۔

(۶) مومن سے من کل الوجوہ نفرت نہیں ہوسکتی :

ایک صاحب نے سوال کیا تھا کہ اتقیا کو گنہگار مسلمانوں سے بغض ہوتا ہے اور اس بغض فی اللہ کا حدیث شریف میں حکم بھی ہے اور بغض فی اللہ کے لئے نفرت ضروری ہے۔ اور نفرت سے منفور عنہ کی تحقیر اور اپنے کو بڑا سمجھنا لازم آتا ہے اور یہ تکبر ہے اور تکبر حرام ہے۔ تو بغض فی اللہ اور تواضع کیونکر جمع ہوسکتے ہیں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ ہر بغض کے لئے نفرت لازم نہیں بلکہ یہ نفرت اس شخص کے ساتھ ہوتی ہے جو کسی حیثیت معتبرہ سے بھی محبوب نہ ہو اور مومن مبغوض من کل حیثیت ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر اس میں گناہ موجب بغض ہے تو ایمان موجب حب ہے۔ تو اس کے ساتھ مختلف اعتبارات سے بغض بھی ہوگا اور محبت بھی ہوگی اور نفرت وہاں ہوتی ہے جہاں بالکل محبت نہ ہو جیسے کافر کے ساتھ۔

(۷) غیر مصلی کے کہنے پر حکم شرعی پر عمل کرنا مفسد صلوۃ نہیں:

ایک صاحب نے فرمایا کہ اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہوں تو امام دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر مقتدیوں کو اطلاع دیتا ہے کہ میں مسافر ہوں۔ سب مقیم اپنی نماز پوری کرلیں تو امام دو رکعت کے بعد خارج از صلوۃ ہو چکتا ہے۔ پھر اس کے کہنے پر مقتدیوں کا عمل کرنا مفسد صلوۃ کیوں نہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ مصلی کو اگر غیر مصلی بتلائے تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ محض اس

کے کہنے سے عمل کرے۔ یہ تو مفسد صلوۃ ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے بتلانے سے اس مصلی کو حکم شرعی یاد آجائے اور اس حکم شرعی پر عمل کرے۔ یہ مفسد صلوۃ نہیں۔

(۸) منہ پر تعریف کرنا گویا گلا کاٹنا ہے :

ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ ان کے والد ان کا گلا چھری سے کاٹ رہے ہیں۔ وہ اس خواب سے پریشان ہوئے اور مولانا کے پاس لکھا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ والد نے کسی امر پر اس شخص کی زیادہ مدح کی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص نے کسی کی مدح منہ پر کی تھی ' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کا گلا کاٹ دیا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ محض تخیلات نہیں ہیں بلکہ واقعی اور تحقیقی امور ہیں۔ مگر چونکہ جس عالم کے اعتبار سے وہ تحقیقی ہیں وہ ہماری نظر سے پوشیدہ ہے۔ اس لئے ہم اس کو تحقیقی نہیں سمجھتے۔

(۹) عزرائیلؑ جان قبض کرنے میں غلطی نہیں کرتے :

فرمایا کہ بعضے قصے جو مشہور ہیں کہ کوئی شخص مرگیا اور تھوڑی دیر میں وہ زندہ ہوگیا اور دوسرا اس نام کا مرگیا اور اس زندہ ہونے والے نے بیان کیا کہ مجھ کو کسی مقام پر لے گئے۔ وہاں حکم ہوا کہ نہیں اس کو نہیں بلایا۔ بلکہ فلانے کو بلایا تھا۔ تو فرمایا کہ بالکل لغو قصے ہیں۔ عزرائیلؑ غلطی نہیں کرسکتے۔ اگر یہ ممکن ہو تو پھر جبرئیلؑ سے بھی ایسی غلطی ممکن ہوگی۔ تو شیعہ کے اس قول کے صحیح ہونے کا بھی احتمال ہوگا کہ "جبریلؑ غلط کردہ و مقصود علی بود" نیز کلام مجید میں ہے: حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ۔ میں نے چار عالموں کو اس شبہ میں مبتلا دیکھا۔ ایک تو مرچکے تھے اور ان کی تصنیف میں یہ

مضمون تھا اور ایک کے زمانے میں میں بچہ تھا اور دو کی خدمت میں میں نے عرض کیا اور انھوں نے قبول کرلیا۔ باقی ایسے قصے کا راوی مریض اگر کوئی ثقہ ہو تو یہ کہا جائے گا کہ اس مریض کو سرسام ہو گیا تھا اس میں ایسے خیالات نظر آ گئے۔

(۱۰) حضرت گنگوہیؒ فن کے امام تھے :

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے پاس ایک ہندو آیا اور درخواست بیعت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مسلمان ہو جاؤ تو بیعت کرلوں گا۔ جب چلا گیا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت کیا ضرر تھا۔ کچھ خدا کا نام ہی لیتا' اسلام سے قریب ہو جاتا۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ اسلام سے اور بعد ہوتا۔ کیونکہ جب یہ ذکر کرتا تو اس کا خاصہ ہے کہ اس میں بعض اوقات کچھ کشف وغیرہ ہونے لگتا ہے۔ وہ اس کو کمال اور دلیل مقبولیت سمجھتا اور سمجھتا کہ مقبولیت اسلام پر موقوف نہیں' تو اسلام سے قرب ہوتا یا بعد؟

(۱۱) ہدیہ رسم کی پابندی کی وجہ سے دیا جائے تو نہ لینا چاہئے:

مولانا ہدیہ کے کچھ شرائط ذکر فرما رہے تھے کہ آجکل اس کی پابندی بہت ہو گئی ہے۔ بعض اوقات مہدی کو بشاشت نہیں ہوتی۔ بعض اوقات گنجائش نہیں ہوتی۔ تو ایک صاحب نے فرمایا کہ آجکل ایسی پابندی کا کیا یہ اثر ہونا چاہئے کہ بالکل ہی ترک کردے اور کچھ نہ لے۔ مولانا نے فرمایا کہ قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خلوص سے دیتا ہے یا پابندی رسم سے۔ اور یہ کہ گنجائش سے زیادہ ہے یا کم اور خدا نے عقل تو اسی لئے دی ہے کہ اس سے کام لے اور حکمت سے کام لینا یہی تو ہے کہ یہ سمجھے کہ یہ خلوص سے ہے اور یہ محض رسم کی پابندی سے اور فرمایا کہ جو لوگ بزرگوں کے پاس آتے جاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو عقل بھی دے دیتے ہیں اور ان میں سے یہ عرفی رسمی پابندیاں جاتی رہتی ہیں۔

(۱۲) کھانا کھاتے شخص کو سلام نہ کیا جائے :

فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کھانا کھاتا ہو اس کو سلام نہ کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئی تھی۔ ایک مرتبہ میں کھانا کھا رہا تھا کہ ایک صاحب نے سلام کیا تو میرے گلے میں ٹکڑا اٹک گیا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ راز ہے۔

(۱۳) ذکر میں دل لگنا مقصود نہیں :

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ذکر میں میرا جی نہیں لگتا۔ فرمایا کہ دل لگنا خود مقصود ہی نہیں ہے بلکہ ذکر مقصود ہے۔ اس کو کئے جاؤ۔

(۱۴) خام کے لئے نوکری چھوڑنا جائز نہیں :

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے جب کوئی کہتا کہ میں نوکری چھوڑ دوں تو حضرتؒ فرماتے کہ نہیں۔ کیونکہ ابھی تم کو نسبت مع اللہ حاصل نہیں ہے۔ تو نوکری چھوڑ کر جو پریشانی تم کو ہوگی اس کا تحمل نہیں ہو سکے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا کی شکایت پیدا ہوگی۔ جب پختگی آئے گی تو خود ہی چھوڑ دو گے۔

(۱۵) سلسلہ کی برکت سے اصلاح ہو جاتی ہے :

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک مرید جو کہ وضع قطع سے بالکل ہی عجیب تھے یعنی داڑھی ندارد گوٹہ ٹھپہ رزائی میں ٹکا ہوا الہ آباد میں ملے اور ملنے کے ساتھ میرا منہ کھول کر ایک لڈو میرے منہ میں رکھ دیا۔ میں نے کھالیا۔ پھر ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ معلوم ہوا کہ حضرتؒ کے خادم ہیں۔ پھر وہ مجھ سے ملتے رہے۔ آخر ایک بار میری تقریر کا بفضلہ تعالیٰ ان پر ایسا اثر ہوا کہ ان کی حالت درست ہو گئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ ہر قسم کے لوگوں کو اس نیت سے مرید فرمالیتے

تھے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سلسلے کی برکت سے کبھی نہ کبھی اصلاح ہو ہی جائے گی۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک دور کے عزیز حاجی صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور یہ شرط کی کہ نماز نہ پڑھوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا لیکن ہم جو تھوڑا سا ورد بتلادیں اس کو تو کرلینا۔ چنانچہ اس کا وعدہ کرلیا۔ حضرتؒ نے کچھ مختصر سا بتلا دیا۔ انہوں نے شروع کردیا۔ اب نماز کا جو وقت آیا تو ان کے بدن میں خودبخود خارش شروع ہوئی۔ کسی تدبیر سے نہ گئی۔ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ پاؤں دھوئے یعنی وضو کیا تو خارش کم ہوئی۔ خودبخود جی میں آیا کہ وضو تو کرلیا لاؤ نماز پڑھ لیں۔ نماز شروع کرنا تھا کہ خارش ندارد۔ بس اب تو پانچ وقت کا قصہ ہوگیا کہ جہاں نماز کا وقت آیا خارش شروع اور جہاں نماز پڑھی اور خارش رخصت۔ پس حضرتؒ کی برکت سے پکے نمازی ہوگئے۔ فرمایا کہ ایک تو یہ نیت ہے جو حضرتؒ کی تھی۔ دوسری نیت یہ ہے کہ جو حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کی تھی کہ ہر شخص کو بیعت کرنا سلسلے کی بے قدری کرنا ہے۔ نیز ایسے لوگوں کے آنے سے بعض اوقات سلسلہ بدنام ہوجاتا ہے۔

(۱۶) امور طبعیہ میں انبیاء کرام میں بھی تفاوت ہوتا ہے:

حضرات اولیاء کرام کے اختلاف مذاق کی بابت کچھ تذکرہ ہو رہا تھا۔ فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست"۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح انبیاء کرام بھی اگرچہ آثار و خواص نبوت میں مشترک ہیں لیکن ان میں بھی امور طبعیہ میں تفاوت ہے۔ ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ اپنی آنکھوں سے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا اور جب اس نے کہا: کلا واللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھُوَ تو آپ نے فرمایا کذبت عینی وصدقت ربی۔ اور ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ ان کو ارشاد ہوتا ہے: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ اور ایک ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

ہیں کہ کہیں نرمی کہیں گرمی۔ چنانچہ ایک ناواقف بدوی نے مسجد میں پیشاب کیا اور صحابہ ؓ نے فرمایا: مَہْ مَہْ۔ تو حضور ﷺ نے روکا۔ صحابہ ؓ کو اور اس کو پیشاب کرنے دیا۔ پھر پانی بہوا دیا اور ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو چہرۂ مبارک غصے سے متغیر ہو گیا۔ کیونکہ جاننے والے کا فعل تھا۔

(۱۷) نسبت مع اللہ سلب نہیں ہوتی :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ فلاں شخص کی ولایت سلب ہو گئی۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ ولایت تو مقبولیت کا نام ہے۔ اس کو تو کوئی سلب کر ہی نہیں سکتا۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ ہر فن کے ساتھ ہر شخص کو ایک قسم کی طبعی مناسبت اور ولولہ ہو جاتا ہے اور وہ مناسبت کسی کے تصرف فاسد سے جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی غباوت سی طبعیت میں آجاتی ہے کہ اعمال میں جی نہیں لگتا۔ لیکن اس صورت میں اعمال خارج از اختیار نہیں ہو جاتے بلکہ وہ اسی طرح تحت الاختیار رہتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں عمل کرنے سے از روئے شریعت اجر اور زیادہ ہوتا ہے۔ نیز جو امور سلب ہوتے ہیں وہ کیفیات طبعیہ ہیں اور جس کو نسبت کہا جاتا ہے وہ امر موہوب ہے کیفیت طبعی نہیں۔ لہٰذا وہ کسی کے تصرف سے مسلوب نہیں ہوتی۔

(۱۸) "اولاد فتنہ" بمعنی آزمائش ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ نکاح کے تاکد میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ الخ۔ اور نکاح سے اولاد ہونا ظاہر ہے۔ مگر اولاد کے لئے آیت شریفہ ہے: اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔ تو پھر سنت پر عمل کر کے فتنے سے کیونکر بچاؤ ہو سکتا ہے۔ مولانا نے جواب میں فرمایا کہ فتنہ کے معنی آزمائش کے ہیں۔ مضرت کے نہیں۔ پس یہ آلہ ہے امتحان کا جس کا انجام بعض کے لئے

یعنی مطیع کے لئے اچھا اور بعض کے لئے یعنی عاصی کے لئے برا۔

(۱۹) قربانی کی رقم کسی اور مد میں خرچ کرنا جائز نہیں :

ایک مولوی صاحب نے قربانی کی رقم کو مجروحان ترکی کی مدد کے لئے بھیجنے کے متعلق ایک فتوے کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ ایام اضحیہ میں تو اس رقم کو نہ دے۔ لیکن ایام اضحیہ گزرنے دے اور قربانی نہ کرے۔ جب وہ دن گزر جائیں تو وہ رقم مجروحان ترکی کو دے۔ اس کو سن کر مولانا نے فرمایا کہ یہ بالکل لغو ہے اور معصیت کی تعلیم ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ شبہ عمد میں فقہاء نے دیت کے ساتھ کفارہ کو بھی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص فقراء کی خیر خواہی کر کے کسی کو یہ مشورہ دے کہ فلاں شخص کو لاٹھی سے مار دے۔ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

(۲۰) ترک تقلید ناجائز ہے :

ایک صاحب نے پوچھا کہ فروع میں شیخ کی مخالفت جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ جزئی معین کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ مثلاً فاتحہ خلف الامام پڑھنا بغیر اس کے کہ کسی مجتہد کا مقلد ہو فرمایا کہ ترک تقلید چونکہ خود شریعت کی مخالفت ہے۔ کما حقق فی محلہ اس لئے ناجائز ہے۔

(۲۱) گائے کا ذبح کرنا شعائر اسلام سے ہے :

ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ پر اعتراض کیا کہ انہوں نے ایک فتوے میں ذبح بقر کو شعائر اسلام میں سے لکھا ہے۔ حالانکہ محض عادات سے ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ صحیحین کی حدیث ہے: من صلّٰی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا۔ آخر یہ اکل ذبیحتنا کیوں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بعض عادات بھی کسی عارض سے شعائر اسلام میں سے ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ فی الحال جو لوگ اس کو مانع ہیں یہ دیکھئے کہ اس کا سبب کوئی ملکی مصلحت

ہے یا مذہبی مصلحت۔ ظاہر ہے کہ مذہبی مصلحت ہے۔ تو یہ شخص اس ترک سے اس کے مذہب کا موید بنتا ہے۔

(۲۲) تلاوت کے کیسٹ کو بلا وضو چھونا جائز ہے :

فرمایا کہ فونوگراف کے پلیٹ کو اگر اس میں قرآن بھرا ہو بے وضو مس کرنا جائز ہے۔ اس کو مصحف نہ کہا جائے گا۔ کیونکہ پلیٹ کے نقوش ایسے متمیز نہیں ہوتے کہ ان کی حروف قرآنیہ پر دلالت ہو۔ البتہ اگر اس فن میں اس قدر ترقی ہو جائے کہ پلیٹ کے نقوش قرآن کے حروف پر دلالت کرنے لگیں تو حکم مصحف کے حکم میں ہو کر اس کا مس بلا وضو جائز نہ ہوگا۔

(۲۳) بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگا

ایک بہت بڑے عالم نے حضرت مولاناؒ سے اس حدیث کے متعلق لن یغلب اثنا عشر الفًا من قلة یہ دریافت کیا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں؟ مولاناؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے معنی تو ظاہر ہیں۔ ان عالم نے فرمایا کہ اگرچہ مقابلے میں لاکھوں ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ بیشک اگرچہ لاکھوں ہوں اور جو واقعات جناب کے پیش نظر ہیں کہ مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا اس کی وجہ قلت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یا تو عجب ہے یا نافرمانی افسروں کی یا کم ہمتی۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں بتلایا جا سکتا کہ قلت کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، یعنی مغلوبیت پر واقعہ ختم ہوا ہو۔ گو یہ ممکن ہے کہ ایک میدان کافروں کے ہاتھ رہا ہو تو دوسرا میدان اور اخیر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہے گا۔

(۲۴) محبت کی انواع مختلف ہیں :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ مجھ پر ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ فلاں شخص کو بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیر سے زیادہ محبت ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ

انواع محبت کے جدا جدا ہیں۔ چنانچہ بیوی سے اور نوع کی محبت ہوتی ہے اور ماں سے اور قسم کی۔ بیٹی سے اور نوع کی، اسی طرح مرشد سے اور قسم کی محبت ہوتی ہے اور حضور ﷺ سے اور نوع کی اور خدا تعالیٰ سے اور نوع کی۔ یعنی مرشد پیش نظر ہوتا ہے اس لئے اس کے ساتھ ایک قسم کا شوق اور جذب ہوتا ہے اور حضور ﷺ چونکہ پیش نظر نہیں ہیں محض حضور ﷺ کا تصور آپ کے حلیہ وغیرہ سے ہو سکتا ہے، اس لئے اس قسم کا شوق اور جذب نہیں ہے۔ لیکن اس کے نہ ہونے سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کے ساتھ محبت کامل نہیں اور خدا تعالیٰ کا چونکہ تصور بھی بالکنہ نہیں ہو سکتا اس لئے جو آثار ایسے متصور کی محبت پر مرتب ہوں گے وہاں وہ بھی ہونا ضروری نہیں لیکن کامل وہ بھی ہے۔

(۲۵) بطیخ کا ترجمہ تربوز ہے :

ایک صاحب نے فرمایا کہ جناب نے نشر الطیب میں بطیخ کا ترجمہ تربوز فرمایا ہے اور شراح حدیث نے راجح ترجمہ اس کا خربوزہ لکھا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ کھجور کی گرمی سے اس کی سردی منکسر ہو جاتی ہے اور سرد تربوز ہوتا ہے نہ کہ خربوزہ اور فتح الباری نے جو یہ لکھا ہے کہ وہ خربوزہ ہی تھا مگر خام تھا تو اول تو اس کے خام ہونے کے لئے نقل کی ضرورت ہے دوسرے اس کو ثابت کرنا بہت مشکل ہے کہ خربوزہ خام سرد ہوتا ہے۔

(۲۶) لطیف الادراک کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے :

حدیث شریف: مَا اوذی نبی کَما اُوذیتُ پر شبہ ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تو نو سو پچاس برس تک کفار نے ایذا دی اور ایذاء بھی سخت سخت۔ جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اپنے متعلقین پر جس قدر شفقت ہوتی ہے

اسی قدر ان کی نافرمانی سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور حضور ﷺ کی شفقت سب نبیوں سے زیادہ تھی۔ دوسرے یہ کہ لطافت ادراک سے بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور حضور ﷺ لطیف الادراک ہونے میں سب پر فائق ہیں۔

(۲۷) عورت کو ڈولی میں سوار ہونا درست ہے :

فرمایا کہ بعض عورتوں نے ڈولی کی سواری کو اس لئے ناجائز سمجھ رکھا ہے کہ اجنبی مرد ہمارا وزن تولیں گے مگر یہ غلو ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق میں حضرت عائشہؓ ہودج میں سوار ہوتی تھیں اور لوگ ہودج کو مع حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر سوار کردیتے تھے جس سے ڈولی کی اصل نکلتی ہے۔

(۲۸) کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا درست نہیں :

فتح پور اعظم گڑھ سے ایک صاحب نے بذریعہ خط سوال کیا کہ ہمارے ہاں رسم ہے کہ مردہ پر جو چادرہ پردے کے لئے ڈالا جاتا ہے اس پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مکتوب یا منقوش ہوتا ہے اور غرض اس کتابت یا نقش سے تحصیل برکت ہوتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ پردے کے لئے کسی کپڑے کا استعمال اس کا ابتذال ہے۔ اس لئے چادرۂ منقوش کو پردے کے لئے استعمال کرنا بے ادبی ہے۔ البتہ اگر اس چادرے کو تہہ کرکے مردے کے سینے پر رکھ دیا جائے اور پردے کے لئے دوسرا چادرہ لے لیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ خاتم بھی ملبوسات میں سے ہے اور استعمال للبس ابتذال ہے اور اس پر بھی بعضے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ منقوش کرلیتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر اس سے زینت یا مہر کرنا مقصود ہے تو جائز نہیں اور ابتذال اسی صورت میں ہوتا ہے اور اگر برکت کے لئے ہو تو وہ استعمال ابتذال نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم مبارک پر یہی منقوش تھا۔ فرمایا کہ حضور ﷺ کا چونکہ یہی نام مبارک تھا لہٰذا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ حیثیت علم ہونے کے اس کو اختیار فرمایا تھا نہ تحصیل برکت کے لئے۔

(۲۹) عالم برزخ میں عذاب روح مع الجسد کو ہوتا ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ مرنے کے بعد روح کو تعلق اس جسد سے کتنا باقی رہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ جیسا رزائی کو ہمارے بدن سے تعلق ہے۔ پھر ان صاحب نے دریافت کیا کہ قبر میں عذاب اسی بدن کو ہوتا ہے یا محض روح کو۔ مولانا نے فرمایا کہ روح کو عالم برزخ میں ایک دوسرا جسم مثالی عنایت ہوتا ہے اور اس جسم سے روح کو ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے اس بدن سے ہے اور اس کے ذریعہ سے عذاب ہوتا ہے۔ البتہ قیامت میں روح کو پھر اسی جسم کے ذریعے سے عذاب ہوگا۔

(۳۰) مردہ عالم برزخ کی جنت یا جہنم میں ہوتا ہے :

پھر ان صاحب نے دریافت کیا کہ حدیث میں قبر کی بابت آیا ہے کہ روضة من ریاض الجنة او حفر من حفر النار۔ حالانکہ جنت میں جاکر مسلمانوں کو اور دوزخ میں جاکر کفار کو خروج کیسا فرمایا کہ اس سے مراد عالم برزخ کی جنت و دوزخ ہے۔

(۳۱) قبر عالم برزخ کا نام ہے :

سید اکبر حسین صاحب جج نے عالم برزخ کے متعلق دریافت کیا کہ جو لوگ توپ و تفنگ سے اڑا دیئے گئے ہیں ان کی قبر کہاں ہے؟ فرمایا کہ قبر نام ہے عالم برزخ کا اور وہ ایک حیات ہے مثل نوم کے کہ اس میں بھی ادراک ہوتا ہے الم و نعیم کا۔ پھر سید صاحب نے دریافت کیا کہ کیا وہاں مثل نوم کے عدم ادراک و ذہول بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ وہاں ذہول نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا قبر کا افتتان

قرآن سے بھی ثابت ہے؟ فرمایا قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ اس کی بابت حضور ﷺ نے فرمایا ہے: نزلت فی عذاب القبر۔ دوسری آیت ہے: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ تو يُعْرَضُوْنَ۔ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ سے پہلے ہے۔

(۳۲) علیین کتاب بھی ہے اور مقام بھی :

سید صاحب نے فرمایا کہ قرآن میں ہے: وَمَا اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ اس میں علیین کتاب کو کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ مقام کا نام ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ کتاب کا نام بھی ہے اور مقام کا بھی۔ پھر سید صاحب نے کہا کہ کیا میں اس کتاب کو علم الٰہی سمجھوں یا کتاب ذی جسم؟ مولانا نے فرمایا کہ وہ کتاب ذی جسم ہے اور عالم آخرت بھی مادی ہے مثل عالم دنیا کے اور عالم برزخ بھی آخرت میں داخل ہے۔ گو عالم برزخ کا مادہ لطیف ہے بلکہ عالم آخرت میں بہ نسبت دنیا کے مادیت زیادہ ہے۔ کیونکہ دنیا کا مادہ تو متغیر اور فانی ہے اور وہ باقی ہے تو اس کا مادہ زیادہ شدید ہے گو لطافت کے ساتھ ہو۔

(۳۳) سر نہ منڈانا تکبر نہیں :

ایک صاحب نے ایک شخص کے سر منڈانے کا تذکرہ کیا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کو بال منڈانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اس پر ان صاحب نے فرمایا کہ یہ تکبر ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ یہ خجلت ہے تکبر نہیں۔ اس پر دوسرے صاحب نے کہا کہ منشاء خجلت کا کیا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اگر کسی کام میں مذمومیت ہو اس میں خجلت ہونے کا منشاء تو حیاء ہے اور اگر مذمومیت نہ ہو تو ضعف قلب ہے۔

(۳۴) ہم امور دنیویہ میں بھی احکام کے پابند ہیں :

احکام نبوت صرف متعلق بہ عبادات ہی نہیں بلکہ ہم کو امور دنیویہ میں بھی ان کا پابند کیا گیا ہے: مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ (الایة) اس کی صریح دلیل ہے۔ رہی حدیث تابیر جس میں ارشاد ہے: انتم اعلم بامور دنیا کم۔ جس سے متوہم ہوتا ہے کہ امور دنیویہ میں ہم پیغمبر سے زیادہ واقف ہیں۔ اس لئے آپ کا حکم ماننا نعوذ باللہ ضروری نہیں۔ سو اصل یہ ہے کہ یہ ارشاد مشورہ تھا، حکم شرعی تھا ہی نہیں اور گفتگو احکام شرعیہ میں ہے۔ مشورہ میں البتہ عمل واجب نہیں۔ جیسا حدیث بریرہ میں آپ نے سفارش مغیث کے نکاح کی فرمائی تھی جو بریرہ پر واجب نہیں ہوا اور بریرہ نے بھی پوچھا کہ یہ حکم ہے یا سفارش۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپ حکم فرماتے تو بریرہ پر واجب ہو جاتا۔ حالانکہ عبادات میں سے نہ تھا۔

(۳۵) ایک آیت پر اشکال اور اس کا جواب :

اشکال: وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا لزم علم اللہ فیھم خیر التولوا وھو باطل والجواب ان الاوسط لیس بمکرر لان لو اسمعھم الثانی معناہ لو اسمعھم الان وقت عدم الخیر فیھم ولا سمعھم الاول معناہ اسمعھم سمعانا فعا۔

(۳۶) قضائے مبرم بھی بدل سکتی ہے :

بعضے بزرگوں کا قول ہے کہ میں قضائے مبرم کو بدلوا دیتا ہوں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ قضائے مبرم اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جو کہ لوح محفوظ میں کسی شرط پر تعلیق کرکے نہ لکھا گیا ہو بلکہ لا تعلیق علی الشرط بطور ابرام لکھی ہوئی ہو۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قضا میں بھی کسی شرط پر معلق نہیں، کیونکہ

ممکن ہے کہ لوح محفوظ میں بلا ذکر تعلیق لکھا گیا ہو مگر علم الٰہی میں اس کی کوئی شرط موجود ہو کہ اگر وہ شرط پائی جائے تو یہ بھی پائی جائے گی اور یہی معنی ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اس قول کے کہ میں قضائے مبرم کو بھی بدلوا دیتا ہوں' یعنی اس قضا کو جو کہ بصورت ابرام لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے مگر علم الٰہی میں وہ معلق ہے۔ مثلاً کسی مقبول کی دعا پر۔ اور قضاء معلق اصطلاح میں وہ ہے کہ جس کے وجود کو لوح محفوظ ہی میں معلق علی الشرط کر کے لکھا گیا ہو۔

(۳۷) جو کسی کے حق میں محبوس ہو اس کا نفقہ حابس پر ہے:

فرمایا کہ اکثر اہل دنیا کہا کرتے ہیں کہ عربی پڑھ کر انسان کیا کرے اور کہاں سے کھائے۔ فرمایا کہ اس کا جواب ضابطہ کا یہ ہے کہ اہل دنیا سے لے کر اور ان کے اموال سے وصول کر کے کھائے۔ اس لئے کہ ہم لوگ اشاعت و حفاظت دین میں مصروف ہیں' لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتے ہیں۔ ہم ان کی ضرورتوں میں محبوس ہیں اور جو شخص کسی کی ضرورتوں میں محبوس ہو اس کا نان نفقہ اس شخص کے ذمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ زوجہ کا نفقہ شوہر پر' قاضی کا نفقہ بیت المال میں اور شاہد کا نفقہ من له الشهادة پر۔ اسی مسئلے کی وجہ سے ہی پھر جب ہم مسلمانوں کے مذہبی کام میں محبوس ہیں اور ان کے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں' روز مرہ کی جزئیات میں ان کو مذہبی حکم بتاتے ہیں تو ہمارا نفقہ ان کے ذمہ واجب ہے۔ ہم سے یہ کہنا کہ عربی پڑھ کر کیا کیجئے گا اپنی حماقت کا ہم پر ظاہر کرنا ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بات کی فکر اور اہتمام ان کے ذمہ تھا وہ اس میں کوتاہی کر رہے ہیں اور علماء اس کوتاہی سے خاموش ہیں۔ اس کو خود علماء کے سامنے پیش کر کے یاد دلاتے ہیں اور جتلاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ ہمارا کام کرتے ہیں لیکن ہم اپنی حماقت سے اس کو اپنا کام نہیں سمجھتے اور باوجودیکہ آپ کی ضروریات کا تکفل ہمارے ذمہ ہے (بوجہ آپ کے محبوس ہونے کے) لیکن ہم اپنی عقلمندی سے اس تکفل کو اپنے ذمہ

نہیں سمجھتے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اہل دنیا پر علماء کی ضروریات کا تکفل ضروری ہے اسی طرح علماء پر بھی یہ ضروری ہے کہ تعلیم و تعلم سے اصلی غرض خدمت دین رکھیں۔ نفس پروری اور جاہ طلبی نصب العین نہ ہونی چاہئے۔ نیز اہل دنیا سے اسی قدر لیں جس قدر ان کے حوائج ضروریہ کو کافی ہو۔ تزئین و تجمل اور ہوائے نفس کے درپے نہ ہوں۔

(۳۸) قبر میں قرآن مجید کو دفن کرنے کی وصیت جائز نہیں :

فرمایا کہ بعض لوگ جو وصیت کرتے ہیں کہ ہماری قبر میں ہمارے ساتھ کلام مجید دفن کرنا' یہ وصیت جائز نہیں ہے۔ ایک صحابیؓ کے اس واقعہ سے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا رداء مبارک لیا اور وصیت فرمائی کہ اس کو میرے لئے کفن بنایا جائے استدلال کرنا اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا لچر اور قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ تعظیم قرآن مجید قربت مقصودہ منصوصہ ہے اور حضور ﷺ کی ردائے مبارک کی تعظیم قربت مقصودہ نہیں ہے۔ رہا درجہ محبت' وہ اس سے الگ ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

(۳۹) عذاب و ثواب آخرت جسمانی ہیں :

فرمایا کہ امام غزالیؒ کے بعض اقوال سے بظاہر مترشح ہوتا ہے کہ وہ عذاب و ثواب اور دوزخ و جنت کو جسمانی نہیں مانتے بلکہ عذاب و دوزخ کو نفس کا تالم اور ثواب و جنت کو نفس کی لذت سمجھتے ہیں۔ لیکن علامہ کی محققیت سے ہرگز یہ احتمال نہیں کہ ان کا یہ مطلب ہو بلکہ اصل بات یہ ہے کہ حکماء امت کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ بعضے ایسا کرتے ہیں کہ مخاطب کی سمجھ اور اس کا میلان کسی خاص طرف دیکھ کر حق بات کو ایسے نرم اور اس کے خیالات سے ملتے جلتے الفاظ

میں کہتے ہیں کہ اس کو وحشت نہیں ہوتی۔ جب مخاطب مانوس ہو جاتا ہے تو اس کو اصل حقیقت بتلا دیتے ہیں۔ علامہ کے زمانے میں بھی چونکہ فلسفہ کا غلبہ تھا' اس لئے علامہ نے مخاطبین کے انداز طبائع کا لحاظ کر کے ایسی تعبیرات کا استعمال کیا اور بعض لوگ صاف گو ہوتے ہیں' مخاطب کی طبعیت اور اس کے خیالات کا پاس نہیں کرتے۔ اور یہ دوسرا طریق اس اعتبار سے ارجح ہے کہ ایسے شخص کے مخاطبین میں جو لوگ مان لیتے ہیں وہ پختہ ایسے ہو جاتے ہیں کہ ساری عمر بھی تذبذب ان کو نہیں ہوتا اور طریق اول میں ہمیشہ دل جوئی مخاطبین کرنی پڑتی ہے' کیونکہ جب کبھی ان کو اپنے خیالات کے خلاف کوئی بات پہنچتی ہے طبعیت میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔

(۴۰) محسن بہ کی مخالفت پر طبعًا رنج ہونا خلاف احسان نہیں:

فرمایا کہ کسی کے ساتھ سلوک کر کے اس پر احسان رکھنا مذموم اور برا ہے۔ لیکن احسان رکھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اپنے محسن ہونے کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئے اور محسن بہ کی مخالفت اور عناد پر طبعا رنج بھی نہ ہو بلکہ معنی احسان رکھنے کے یہ ہیں کہ اس کی مخالفت کے وقت اس کی ایذا رسانی کا عزم یا بصورت عدم مخالفت اس کے احسان ماننے کی امید رکھی جائے' کیونکہ طبعا رنج ہونا یا محض اپنے محسن ہونے کا وسوسہ ہونا ایک طبعی اور لازمی امر ہے جس سے چارہ نہیں۔ لیکن بصورت مخالفت محسن بہ کی ایذا رسانی کے درپے ہونا یا اس سے شکریئے کی امید رکھنا اور شکریئے پر اس کو لسانًا یا حالاً مجبور کرنا یہ اپنے اختیار میں ہے اور اسی پر مواخذہ ہے۔ اس خیال کو اس طرح مٹا دے کہ واقع میں اس شخص کا احسان مجھ پر ہے کہ اس نے میرے ہدیہ وغیرہ کو قبول کیا۔

(۴۱) تفویض کا حاصل محبوب حقیقی کے منشاء کے خلاف کوئی چیز نہ چاہنا ہے :

قال بعض الاکابر ارید ان لا ارید اعترض علیه انه لما قال ارید لزم خلاف لا ارید فان التفویض عدم الارادة اجاب ابن عطاء الاسکندری بان المراد بالثانی خلاف ما اراد المحبوب والاول لیس کذلک بل ھو ما اراد المحبوب فلا اعتراض۔

(۴۲) سفر حج میں حرص کی وجہ سے مال تجارت ساتھ لے جانا درست نہیں :

فرمایا کہ یہ جو امام نے فرمایا ہے کہ حج کو جائے تو مال تجارت ساتھ نہ لے جائے' یہ اس وقت ہے جب منشاء اس کا محض حرص ہو۔ ورنہ اگر کوئی مصلحت ہو مثلاً زاد راہ کم ہو اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ میرا دل پریشان ہو گا' نیت ڈگمگا جائے گی' قوت توکل نہ ہونے سے خدا تعالیٰ کی شکایت دل میں پیدا ہو گی تو مال تجارت ساتھ لینے میں حرج نہیں۔ فلا تعارض بین ما قال الامام وبین قول اللّٰہ تعالیٰ لیس علیکم جناحٌ اَن تبتغوا فَضْلاً مِّن رَّبِّکُمْ۔

(۴۳) معالجةً تفریحی گفتگو کرنا جائز ہے :

فی الاربعین لایشتغل بما لا یعنی۔ فرمایا کہ سفر حج میں لغو اور مالا یعنی باتوں میں وقت ضائع نہ کرے' لیکن اگر کوئی مصلحت ہو مثلاً اس کے شیخ نے اس کے لئے معالجةً یہ تجویز کیا ہو' یا خود صاحب بصیرت ہے اور حالت

قبض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس نے خود ادھر ادھر کی باتوں میں جی بہلانا علاج تجویز کیا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قبض حالت مطلوب نہیں بلکہ ضعیف طبعیتوں سے اندیشہ ہوتا ہے کہ تعطل اور بطالت تک ان کی نوبت پہنچ جائے۔ اس لئے قبض کا علاج کرنا ضروری ہے۔ اور جب یہ علاج تجویز ہوا تو یہ مالایعنی بھی بوجہ مقدمہ ہونے حالت محمود ذکرو شکر کے مایعنی ہوا۔ پس اس صورت میں اس کا مالایعنی ہونا نظر بظاہر حالت ہوا' واقع میں نہ ہوا۔ فرمایا کہ یہی سر ہے جس کے لئے فقہاء نے عَشَاء اور عِشَاء کے تزاحم میں عَشَاء کی تقدیم کا حکم فرمایا اور یہی راز ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ ان الفاظ میں فرماتے ہیں: لان یکون اکلی کلہ صلٰوۃ خیر من ان یکون صلٰوتی کلھا اکلا۔

(۴۴) سادگی میں اعتدال رکھنا چاہئے :

قال الامام۔ باربرداری کے اونٹ پر سوار ہو۔ فرمایا کہ اگر تکلیف یا انتشار قلب کا احتمال ہو یا عجب کا اندیشہ ہو اور یہ خیال ہو کہ لوگ میری اس تواضع اور انکسار کو دیکھ کر فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے کچھ لوگ اس کے معتقد ہو کر اور کچھ لوگ مشغول غیبت ہو کر۔ پس ان کے اس گناہ کا سبب یہ شخص ہو گا۔ اس لئے اگر یہ احتمالات ہوں تو ایسا نہ کرے بلکہ سادگی میں اعتدال رکھے' نہ تزئین اور تنعم و تکلف کرے نہ ایسا انکسار و تذلل۔

(۴۵) مومن میں کسل اعتقادی نہیں ہوتا :

اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا كُسَالٰی۔ ای بکسل ضعف الاعتقاد لکونھا نزلت فی المنٰفقین وجھلة الوعاظ یحملونھا علٰی ضعفآءِ المومنین وھو فاسد لان المراد لیس

الکسل الطبعی۔

(۴۶) جزوی فضیلت، فضیلت کلی کے منافی نہیں :

فرمایا کہ حدیث اللھم ادر الحق معه حیث دار سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرے اصحابؓ کے لئے بھی یہ بات ثابت ہو، لیکن حضرت علیؓ کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی ہو کہ ان کے زمانے میں فتن کا زیادہ زور تھا۔ ممکن تھا کہ ان کی وجہ سے لوگوں کو آپ کے حق پر نہ ہونے کے کا شبہ ہو جاتا اس لئے ایک بلیغ عنوان سے آپ کے حق پر ہونے کو بیان کر دیا۔ رہا یہ شبہ کہ جب حضرت علیؓ ان معاملات میں حق پر تھے تو ان کے مقابلین یقیناً ناحق پر ہوں گے اور ان کے لئے یہ درجہ ثابت نہ ہوا۔ اس کا جواب تو یہ ہے کہ ممکن ہے ان حضرات کو یہ درجہ عطا نہ ہوا ہو۔ رہی یہ بات کہ جن لوگوں نے آپ کا خلاف کیا، کیا ان کو حدیث معلوم نہ تھی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ معلوم نہ ہو اور ممکن ہے کہ اس کی دوسری توجیہ سمجھی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ادارۃ اکثری پر محمول ہو کلی نہ ہو۔

(۴۷) حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم وہبی تھے :

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو خدا تعالیٰ نے جو سب سے بڑا کمال دیا تھا اور جس کے سبب مولانا محمد قاسمؒ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں اسی کے سبب حاجی صاحبؒ کا معتقد ہوا وہ کمال علمی تھا۔ اس بے درس زبان سے وہ علوم نکلتے تھے جن پر ہزاروں دفتر علوم قربان ہیں۔ ایک مرتبہ شیخ فریدالدینؒ کی اس حکایت کا ذکر ہوا کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے درخواست کی کہ مجھے خواب میں خدا تعالیٰ کی زیارت کرا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نماز عشاء چھوڑ دو۔ اس مرید نے فرض تو پڑھ لئے لیکن سنتیں چھوڑ دیں۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور

نے ارشاد فرمایا کہ بھائی ہماری سنتیں کیوں چھوڑدیں۔ صبح آکر یہ خواب پیر صاحب سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ فرض چھوڑ دیتے تو خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھتے اور وہاں سے یہی ارشاد ہوتا۔ اس حکایت کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ کبھی طبیب زہر سے بھی علاج کرتا ہے۔ مگر اصل وجہ وہ ہے جو حضرتؒ نے ارشاد فرمائی کہ پیر صاحب کو بذریعہ کشف یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ میرا مرید درجہ مریدیت سے گزر کر درجہ مرادیت میں پہنچ چکا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سے نماز قضا ہوسکے۔ ہاں کچھ موخر ہوجائے گی۔ فرمایا کہ سالک کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اول وہ مرید ہوتا ہے کہ اگر خود کوشش اور سعی کرتا ہے تو ادھر سے بھی مدد و اعانت ہوتی ہے۔ خود چھوڑ بیٹھتا ہے تو ادھر بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اس سے گزر کر مرتبہ مرادیت میں پہنچتا ہے کہ اگر خود چھوڑنا بھی چاہے تو ادھر سے ایسا جذب کامل ہوتا ہے کہ یہ مجبور ہوجاتا ہے۔ پس یہ شخص مراد تھا۔ اگر نماز عشاء پڑھے بغیر سو جاتا تو حق تعالیٰ اس کو اپنے خطاب سے جگاتے اور وہ نماز پڑھتا۔ پس پیر نے اس کے لئے معصیت تجویز نہ کی تھی۔

(۴۸) مواجید قابل تقلید نہیں :

ایک ایسی ہی لطیف توجیہ حضرت مولانا فخر نظامی دہلوی کی حکایت کی فرمائی۔ وہ حکایت یہ ہے کہ آپ جامع مسجد دہلی سے نماز جمعہ پڑھ کر اترتے تھے اور آپ کا روزہ بھی تھا۔ ایک بڑھیا نے شربت کا گلاس پیش کیا۔ آپ نے لے کر پی لیا۔ اس پر شبہ ظاہر یہ ہے کہ بڑھیا کا دل خوش کرنے کے لئے صوم کا توڑ دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ فرمایا کہ مولاناؒ سے اس وقت حقیقت صوم محجوب تھی اور حقیقت قلب ان پر مکشوف تھی۔ اس لئے نقض صوم کو کسر قلب پر ترجیح دی اور چونکہ ناتمام کشف تھا اس لئے لائق تقلید نہیں۔

(۴۹) تکلم کے لئے زبان کا ہونا ضروری نہیں :

ایک ہندو نے یہ سوال کیا کہ جب خدا تعالیٰ کی زبان نہیں تو وہ کس ذریعہ سے کلام فرماتا ہے' کیونکہ بدون زبان کے بولنا محال ہے۔ فرمایا کہ اس کا ماحصل یہ ہے کہ کلام بدون آلہ کے نہیں ہو سکتا تو ہم پوچھتے ہیں کہ جب آپ کے خیال میں زبان کلام کرتی ہے تو وہ متکلم ہوئی تو ہم کو بتلائیے کہ اس کے لئے زبان کہاں اور جب زبان بغیر آلہ کے بول سکتی ہے تو خدا تعالیٰ کیوں نہیں کلام فرما سکتے۔

(۵۰) تضاعف اجر اصالتًا تلاوت پر ہوتا ہے :

فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ یٰس پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے' اس کے متعلق لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ دس قرآن مجید سے وہ دس قرآن مراد ہیں جن میں یٰس نہ ہو۔ کیونکہ اگر ان میں بھی یٰس مانی جائے تو اس یٰس کا بھی اسی طرح ثواب ملنا چاہئے اور علیٰ ہذا اس یٰس کے ضمن میں جو قرآن شریف ہیں ان کی یٰس کا بھی ثواب ملنا چاہئے اور یہ تسلسل ہے جو کہ محال ہے۔ فرمایا کہ اگر اس تقریر کے موافق بے یٰس کے قرآن مانے جائیں تو لازم آتا ہے کہ ایک قرآن شریف کا بھی ثواب نہ ملے۔ کیونکہ جب ہر قرآن شریف سے یٰس نکل گئی تو وہ قرآن شریف کہاں رہا۔ کیونکہ ارتفاع جز سے ارتفاع کل ہو جاتا ہے' بلکہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حدیث میں جو ثواب کا بیان ہے تو اس یٰس کے ثواب کا بیان ہے جو قصداً پڑھی جائے نہ اس کا جو ضمناً پڑھی جائے۔ پس اس دس قرآن شریف میں جو یٰس ہے وہ ضمنی ہے۔ اس پر مضاعفت اجر کا وعدہ نہیں' اس لئے تسلسل لازم نہ آئے گا۔

(۵۱) کسی وقت مغلوب الحال ہونا کمال کے منافی نہیں :

۳ شوال ۱۳۲۹ھ۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں بزرگ بڑے بڑے

صاحب کمال ہیں، لیکن مسئلہ وحدۃ الوجود کے متعلق ان حضرات نے بعض ایسی متوحش تعبیرات کی ہیں جن سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات مغلوب حال ہیں اور مغلوب حال ہونا علامت نقص ہے۔ پس اگر یہ لوگ اصحاب کمال ہیں تو یہ مغلوبیت کیوں ہے اور مغلوبیت ہے تو ان کو صاحب کمال کیوں کہا جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ بھائی! مغلوب حال ہونا کمال کے منافی نہیں۔ بعضے صاحب کمال بھی بعض اوقات کسی خاص کیفیت سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ ہاں مغلوب الحال ہونا تکمیل کے ضرور منافی ہے۔ یہ حضرات اصحاب کمال ہیں اصحاب تکمیل نہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بہت بڑا متبحر عالم کسی دقیق مسئلے کے مطالعے اور حل میں مستغرق ہے۔ سو زمانہ استغراق میں بھی اس کا تبحر جاتا نہیں رہا۔ لیکن وہ اس وقت تعلیم کے قابل نہیں۔

(۵۲) تکوینی حادثات حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں :

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک ملحد کی نسبت فرماتے تھے کہ لوگ تمنا کرتے ہیں کہ وہ مر جائے اور میں تمنا کرتا ہوں کہ وہ زندہ رہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک زندہ ہے اس وقت تک اگر دس محب اور بات بنانے والے ہیں تو پچاس آدمی اس کے عیب دیکھنے اور راترے پترے کھولنے والے بھی ہیں۔ مر جائے گا تو محبین رہ جائیں گے، ناقدین کی جماعت کم ہوتی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز محبین کی بدولت وہ بزرگوں میں شمار ہونے لگے گا، عیبوں پر پردہ پڑ جائے گا۔

(۵۳) طاعت کو طاعت کا ذریعہ بنانے میں مضائقہ نہیں :

میں نے عرض کیا کہ سنن میں قرآن شریف کو مسلسل پڑھنا بغرض حفظ قرآن شریف جائز ہے کہ نہیں؟ فرمایا کہ جائز ہے۔ کیونکہ حفظ قرآن شریف بھی

طاعت ہے اور طاعت کو طاعت کا ذریعہ بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ مجھے مدت سے شبہ تھا کہ قراء جو اکثر مجالس میں فرمائش پر قرآن شریف سناتے ہیں یہ جائز ہے کہ نہیں۔ منشاء شبہ کا یہ تھا کہ اس سنانے سے اکثر یہ غرض ہوتی ہے کہ یہ لوگ خوش ہوں اور ہمارا پڑھنا ان کو اچھا معلوم ہو اور یہ بظاہر ریا ہے۔ لیکن بحمد اللہ حدیث شریف سے یہ شبہ زائل ہو گیا۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو تم قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں نے سنا' واقعی تمہاری آواز بہت عمدہ ہے' خوب پڑھتے ہو۔ یہ سن کر ابو موسیٰؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے خبر نہ ہوئی۔ ورنہ خوب مزین کر کے اور بنا کر پڑھتا لحبر ته تحبیرًا لیکن اس حدیث شریف کے بعد بھی یہ خدشہ طبیعت میں باقی رہا کہ اس سنانے سے مقصود تو صرف ارضاء عبد ہوتا ہے اور یہ ریا ہے۔ لیکن یہ شبہ غور کرنے کے بعد زائل ہو گیا اور یہ سمجھ میں آیا کہ اسماع دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ کہ اس میں طلب جاہ یا طلب مال مقصود ہو تو حرام ہے اور اگر محض تطییب قلب عبد ہو تو کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ تطییب قلب عبادت ہے اور ایک عبادت کو دوسری عبادت کا ذریعہ بنانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۵۴) معاصی میں ہر دم اپنے کسب پر التفات رہنا چاہئے :

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ : تو در طریق ادب کوش و گو گناہ منست

لوگوں میں مشہور ہے کہ اس کے معنی بہت مشکل ہیں اور بظاہر معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ یہ موہم جبر ہے۔ لیکن غور کرنے سے یہ شعر بالکل حل ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ بروئے عقل و نقل ثابت ہے کہ ہر عمل میں ایک مرتبہ خلق کا ہے' ایک مرتبہ کسب کا اور مرتبہ خلق خدا کے لئے خاص ہے اور مرتبہ کسب و صدور بندے کے ساتھ۔ پس حافظ" کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو حسنات میں تو مرتبہ خلق پر التفات چاہئے اور مرتبہ کسب عبد پر التفات نہ کرنا چاہئے اور معاصی میں

مرتبہ خلق پر نظر نہ کی جائے بلکہ ہر دم اپنے کسب پر التفات رہنا چاہیے۔

(۵۵) قیمتی ہدیہ کو واپس کرنا جائز ہے :

فرمایا کہ ہدیہ اگر اس قدر ہو کہ طبعیت پر اس سے زیادہ بار معلوم ہونے لگے تو اس کا واپس کردینا کچھ برا نہیں۔ حدیث شریف سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لا تردوا الطیب فانه خفیف المحمل۔ خفیف المحمل کی قید لگانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ثقیل المحمل ہو تو رد کردینا مضائقہ نہیں۔

(۵۶) قرآن کریم کے مواقع فصل و وصل سماعی ہیں :

فرمایا کہ غیر مقلدین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضور ﷺ سے مواقع آیات میں وصل فرمانا یا غیر مواقع آیات میں وقف فرمانا منقول نہیں، لیکن فواصل کا اختلاف قراءت اس دعوے کے ایک جزو کو قطعاً رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ امر مجمع علیہ ہے کہ اختلاف قراءت آرائے امت سے نہیں بلکہ مسموع و منقول ہیں حضور ﷺ سے اور اگر اجتہاد و رائے سے ہوتا تو اب بھی بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں متعدد اعراب ممکن ہیں، لیکن وہاں صرف ایک ہی قراءت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اب جن مقامات پر اختلاف ہے وہ مسموع ہے۔ نیز علاوہ اجماع کے اختلاف قراءت متواتر منقول ہیں، جن کے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے: ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ○ مجید کی دال پر آیت یقیناً ہے لیکن پھر بھی اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے دو قراءت منقول ہیں: متواتراً بکسر الدال علی انه صفة للعرش وبضم الدال علی انه تابع لذو۔ پس یہ اختلاف اس امر کو صاف بتلاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر گاہ گاہ وصل بھی فرمایا ہے، ورنہ اعراب کیسے ظاہر ہوتا۔ پھر وہ اعراب منقول کیسے ہوتا؟

(۵۷) قدرت کا تعلق ضدین سے ہوتا ہے :

ایک صاحب نے سوال کیا کہ قدرت باری تعالیٰ علیٰ خلاف ماأخبر بہ کے متعلق کوئی شافی دلیل ذہن میں نہیں آتی۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ امر تو مسلم ہے کہ خدا تعالیٰ کو صدق پر قدرت ہے اور جب صدق پر قدرت ہے تو اس کی ضد پر بھی قدرت ضرور ہوگی کیونکہ مسلمات سے ہے کہ قدرت ضدین کے ساتھ متعلق ہوا کرتی ہے اور یہی مدعا ہے۔ اس جواب پر سائل نے کچھ سوچ کر یہ کہا کہ صدق کی ضد پر قدرت ہونے سے مدعا یعنی قدرت علیٰ خلاف ما اخبر بہ ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ صدق کی ضد یہ بھی ہے کہ بالکل ہی کلام نہ کیا جائے۔ پس صدق اور عدم الکلام دونوں کے ساتھ قدرت متعلق ہوگی۔ اس پر فرمایا کہ عدم الکلام صدق کی ضد نہیں بلکہ وہ کلام کی ضد ہے اور صدق کی ضد وہی مبحوث عنہ یعنی اخبار عن اخلاف ماأخبر بہ ہے۔ پس مدعا ثابت رہا۔ اس پر سائل خاموش ہو گئے۔

(۵۸) مفاسد کی اصلاح ضروری ہے :

ایک سوال کیا گیا کہ عورتوں کے پردے میں رکھنے کی علت تو یہی ہے کہ ان کے خروج سے فتنے کا اندیشہ ہے اور یہ علت جیسی کہ عورتوں میں پائی جاتی ہے امارد میں بھی پائی جاتی ہے۔ تو اشتراک علت سے حکم بھی مشترک ہونا چاہئے۔ پس امارد کے لئے بھی خروج جائز نہ ہونا چاہئے۔ جواب میں فرمایا کہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس امر میں مفاسد مخلوط ہو جائیں اگر وہ غیر ضروری ہوتا ہے تو خود اس امر ہی کو روک دیا جاتا ہے اور اگر وہ ضروری ہوتا ہے تو اس کی ممانعت نہیں کی جاتی بلکہ مفاسد کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو عورتوں کا خروج چونکہ غیر ضروری تھا اس لئے بوجہ ترتب مفاسد کے اسی کو روک دیا گیا۔ اور امارد چونکہ چند روز میں رجال ہونے والے ہیں اور ان کے لئے کمالات واجبۃ التحصیل علی الرجال کا حاصل

کرنا ضروری ہے اور وہ عادتاً بدون خروج ممکن نہیں۔ اس لئے ان کے خروج کو نہیں روکا گیا بلکہ مفاسد مرتبہ کا انسداد انذار و وعید سے کیا گیا۔

(۵۹) اہل باطل سے مخالطت مضر ہے :

ایک مولوی صاحب نے بعض اہل باطل کا ایک تجویز کردہ نسخہ لا کر پیش کیا' جس میں اس نے کچھ مجمل نصیحت بھی کی تھی اور ان صاحب نے بیان کیا کہ مجھے بعض امراض تھے۔ اس لئے میں نے اس سے نسخہ لکھوایا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ نے اس شخص سے جو انبیاء کو برا کہتا ہے کیسے رجوع کیا؟ ان صاحب نے کہا کہ میں نے علاج میں رجوع کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ خوب یاد رکھئے کہ تصرفات نسخوں کے ذریعے سے بھی ہوتے ہیں بالخصوص جبکہ نسخہ تجویز کرنے والے کی نیت بھی ہو کہ اس سے اثر ہو اور راز اس میں یہ ہے کہ انسان عبدالاحسان ہے۔ جب ایسے شخص کا تجویز کردہ نسخہ استعمال کرے گا تو گونہ انس اور میل طبعیت میں ضرور پیدا ہوگا اور جو بغض اس سے پیشتر اس شخص سے تھا وہ باقی نہ رہے گا۔ شدہ شدہ اس کے عقائد بھی مرغوب فیہ ہونے لگیں گے۔ بالخصوص اگر وہ مجوز نسخہ میں بھی تصرف کا قصد کرے تو ضرور ہی اثر ہوتا ہے اور یہی راز ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اجنبی عورت کو اجنبی آدمی کا جوٹھا نہ کھانا چاہئے کہ اس کا سور (جوٹھا) سامنے آتے ہی صاحب سور سے تعلق ہوگا۔

(۶۰) گریہ نہ ہونا قساوت کی علامت نہیں :

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھ میں قساوت قلبی پیدا ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے رونا نہیں آتا۔ مولانا نے فرمایا کہ قساوت یہ ہے کہ گناہ سے نفرت نہ ہو' دین سے محبت نہ ہو' معاصی پر ندامت نہ ہو۔ پھر ان ہی صاحب نے کہا میرا جی قرآن شریف کے پڑھنے میں بہت لگتا ہے۔ پہلے ربع پارہ دقت سے پڑھا جاتا تھا اور

اب جی چاہتا ہے کہ قرآن شریف ہی پڑھے جاؤں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہی قوی دلیل ہے قساوت نہ ہونے کی۔ کیونکہ قساوت ہوتی تو قرآن شریف کی تلاوت میں کیوں جی لگتا۔

(۶۱) موجودہ اہل کتاب میں اتحاد دنیوی اغراض کی وجہ سے ہے:

فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے: وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۤءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور اہل کتاب میں آجکل بظاہر بہت اتحاد اور اتفاق دیکھا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی تکذیب تو ہو نہیں سکتی۔ تو اس سے اس آیت میں شبہ ہو سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس سے اوپر یہود کا ذکر ہے۔ تو اول تو جب تک ان میں اتحاد ثابت نہ کیا جائے آیت کے مضمون پر کوئی شبہ نہیں۔ دوسرے اگر اس کے قبل اہل کتاب کا ذکر ہونے کی وجہ سے مطلق اہل کتاب کی طرف بھی ضمیر کو راجع کیا جائے تو جواب یہ ہے کہ اس عداوت سے مراد مذہبی عداوت ہے اور اب جن لوگوں میں اتحاد دیکھا جاتا ہے وہ مذہب سے بالکل علیحدہ ہیں۔ ان میں جو اتحاد ہے وہ اغراض دنیوی ہی میں ہے۔

تمت بالخیر

حصہ ہفتم

☆ مقالات حکمت ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) خیرالقرون کے بعد پیدا ہونے والے بھی محروم نہیں :

فرمایا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو اچھا ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ ایک اعتبار سے ہم لوگوں کا زمانہ آنحضرت صلعم میں نہ ہونا ہی اچھا ہوا۔ کیونکہ ہم لوگوں کی حالت ٹھیک نہیں۔ خدا کی راہ میں مال تک دینا مشکل معلوم ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شب و روز امتحان درپیش تھا۔ کبھی زکوۃ کا حکم ہوتا تھا' کبھی جہاد میں جان دینے کا' عزیز و اقارب کو چھوڑنا پڑتا تھا۔ سو ہماری ایسی ضعیف طبیعت والے اگر احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بجا لانے میں کوتاہی کرتے تو تعجب نہ تھا کہ انکار تک نوبت آجاتی جس کا انجام کفر و خسران دارین تھا۔ دوسرے خدا جانے معاصرت کہیں اپنا رنگ نہ لاتی اور اب تو جمع کی کرائی شریعت ہم کو مل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات ہم نے سن لئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی قلب میں بلا مزاحم موجود ہے اور اگر خدا نہ کردہ خلاف بھی کریں گے تو کسی خطاب جزئی کا تو خلاف نہیں ہے۔ ان لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے عمر سے ہر حالت میں دیکھا۔ آپ ان کے معبودوں کو برا کہتے تھے' آپ کی قرابت تھی' لوگوں سے تعلقات تھے' بہت سے امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے پیش آتے تھے جو لوگوں کے خلاف طبع ہوتے تھے' لیکن پھر بھی وہ لوگ اطاعت کرتے تھے' کمال ان کا تھا نہ کہ ہم لوگوں کا۔

(۲) ناموری کے قصد کے بغیر مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے :

ایک مقام سے خط آیا کہ کسی کی ترقی ہو اور وہ شیرینی تقسیم کرے۔ اگر ناموری اور تفاخر کے لئے ہو تو وہ ناجائز ہی ہے، لیکن اگر ناموری کی نیت نہ بھی ہو جب بھی نام کا خیال تو آ ہی جاتا ہے۔ اس کا کیا معیار ہے کہ ناموری کی نیت ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمایا کہ نرا ناموری کا خیال آجانا مضر نہیں۔ ناموری غرض اور مقصود نہ ہو۔ یعنی دیکھے کہ اگر یقین ہو جاتا کہ نام نہ ہو گا جب بھی شکر یا فرح کے لئے تقسیم کرتا یا نہیں۔ اگر کرتا تو ناموری کا قصد نہیں ہے، ورنہ ہے۔

(۳) سود لینے اور دینے والا یکساں گناہ گار ہیں :

سوال : سود لینے اور دینے والے دونوں برابر ہیں یا نہیں؟

جواب : اصل معاملہ سود میں لینے اور دینے والے دونوں برابر ہیں۔ دونوں پر سودی معاملہ کرنے کا یکساں گناہ ہے۔ البتہ مال حرام (سود) کے استعمال اور تصرف کا گناہ سود لینے والے کو الگ ہو گا جو دینے والے کو نہیں، اس میں فرق ہے۔

(۴) اہل اللہ کی صحبت کے بغیر اخلاق درست نہیں ہوتے :

بغیر اہل اللہ کی صحبت کے اخلاق درست نہیں ہوتے، اگرچہ عقائد درست ہو جائیں۔ کبر، ترفع، حب جاہ وغیرہ اخلاق ذمیمہ باقی ہی رہ جاتے ہیں۔

(۵) ہدیہ چھپا کر دینے کی رسم قابل ترک ہے :

ایک صاحب نے آکر مصافحہ کے ساتھ ہی کچھ دینا چاہا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ پیرزادوں نے اخفاء کے خیال سے جاری کیا ہے۔ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ کہیں ثابت نہیں کہ حضور ﷺ کو مصافحہ میں لوگ دیا کرتے ہوں۔ یہ رسم قابل ترک ہے۔ اس میں اپنا نفس بھی خراب ہوتا ہے۔ ہر مصافحہ میں انتظار رہے گا کہ

شاید کچھ وصول ہو جائے۔ مصافحہ دین کا کام ہے۔ اس کے ساتھ دنیا شامل کرنا ٹھیک نہیں۔

(۶) سہرا باندھنا جائز نہیں :

سوال : سہرا باندھنا کیسا ہے؟

جواب : فرمایا جائز نہیں، ہندوؤں کی مشابہت ہے اور یہ انہیں کا طریقہ ہے۔

(۷) سلام کرتے ہوئے پاؤں پکڑنا درست نہیں :

ذکر فرمایا کہ جب بنگال میں گیا تھا تو وہاں کے لوگ سلام کے بعد پیر بھی پکڑتے تھے۔ منع کرنے سے باز نہ آئے۔ بالآخر میں نے بھی ان کے پیر پکڑنا شروع کیا۔ اس وقت باز آئے۔ حضرت ﷺ کے بھی صحابہؓ ہاتھ پاؤں چوما کرتے تھے، لیکن عوام اب بڑھ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ ثابت نہیں کہ التزام کے ساتھ ایسا کرتے ہوں۔ ہاں جس وقت ذوق شوق ہو اور کوئی چوم لے تو حرج نہیں۔

(۸) دھوکہ کھانا مومن کی شان نہیں :

المومن غر کریم کے یہ معنی نہیں کہ مومن بھولا ہوتا ہے، اسے جو چاہے دھوکہ دے لے۔ کیونکہ یہ صفت تو محمود نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے غایت کرم سے تسامح کرتا ہے جس سے بھولا معلوم ہوتا ہے۔ نیز کسی کو خود دھوکہ نہیں دیتا اگرچہ زیرک و دانش مند ہو اور کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا، چنانچہ "غر" کے بعد کریم کا بڑھانا اس طرف مشیر ہے۔

(۹) عملیات وغیرہ میں اجازت کی شرط بعض مصالح کی وجہ سے ہے:

سوال کیا گیا کہ عملیات کی اجازت کی کیا ضرورت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اعمال دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا اثر دنیوی حاجات کا پورا ہونا ہے۔ اس میں اجازت

سے مقصود تقویت خیال ہے۔ کیونکہ رواج اور عادات کی وجہ سے پڑھنے والے کو یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ اجازت سے خوب اثر ہوگا اور اثر کا دارومدار قوت خیال پر ہے اور اجازت وغیرہ تقویت خیال کے ذرائع ہو جاتے ہیں۔ علاوہ بریں اجازت دینے والے کی توجہ بھی اس کی طرف ہوتی ہے۔ اس سے اس خیال کے ساتھ ایک دوسرا خیال مل جاتا ہے جس سے عمل پڑھنے والے کے خیال کو تقویت پہنچتی ہے۔ دوسرے وہ اعمال جن کا ثمرہ اخروی ہوتا ہے' یعنی ثواب و قرب سو ان میں اجازت کوئی ضروری چیز نہیں۔ ثواب و قرب ہر حالت میں یکساں ہوگا اور اگر اس کو اجازت حدیث وغیرہ پر قیاس کیا جائے تو صحیح نہیں' کیونکہ وہاں اجازت سے روایت و سند مقصود ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ ہر شخص روایت کا اہل نہیں ہوتا۔ اسی طرح میرا خیال ہے کہ ہر شخص وعظ کا بھی اہل نہیں۔ جس کی حالت پر اطمینان ہو جائے کہ وہ گڑبڑ نہ کرے گا۔ اس کو اجازت دینا چاہئے۔ عرض کیا گیا کہ اعمال آخرت بھی شیخ کی اجازت دینے میں توجہ شیخ کی ہوگی اور اس وجہ سے اس کی برکت بڑھ جاوے گی۔ فرمایا کہ اس برکت کے لئے کہ عبارت ہے خلوص وغیرہ سے اتنی توجہ کافی نہیں۔ اس کے لئے کچھ مدت پاس رہنا یا خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھنا ضروری ہے۔ غرض کہ مسلسل توجہ درکار ہے۔ المختصر اعمال اخروی میں اجازت کے کوئی معنی نہیں' ثواب میں بلا اجازت بھی کمی نہ ہوگی۔ البتہ ادعیہ ماثورہ میں تصحیح اعراب و الفاظ بھی مقصود ہوتی ہے' سو جس کو استعداد نہ ہو اس کے لئے اس اجازت میں یہ بھی مصلحت ہے کہ استاد صحیح کرا دے گا اور جس کو اتنی استعداد ہو کہ وہ خود صحیح پڑھ سکتا ہو اس کو اس کی بھی ضرورت نہیں۔

(۱۰) سفارش میں جبر اور دباؤ جائز نہیں :

سفارش میں بعض اوقات جبر اور دباؤ ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں سفارش جائز نہیں۔ فان طبن لکم عن شیءٍ منہ نفسًا فکلوہ ھنیئًا مریئًا۔ نیز

حدیث لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب۔ نفس منہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ طیب شرط حلت ہے اور بغیر طیب نفس کے مال حلال نہیں ہوتا اور نفس مال سے اوقع ہے' اس لئے اس میں بدرجہ اولیٰ جبر ناجائز ہوگا۔ یہی حالت چندہ وصول کرنے کی ہے۔ جبریا سفارش کرنے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ دین کا نفع جو اس شخص شفیع سے پہنچتا ہے جبر کی صورت میں اس میں کمی آجاتی ہے۔ کیونکہ جب یہ معلوم ہوجائے کہ یہ شخص دباؤ ڈال کر کام لیتا ہے تو لوگ اس سے بچنے لگتے ہیں۔

(۱۱) تعویذ میں زیادہ تر دخل عامل کی قوت خیالی کو ہے:

فرمایا کہ تعویذ کے متعلق میرا خیال ہے کہ گو بعض کلمات میں بھی برکت ہے لیکن زیادہ تر دخل عامل کی قوت خیالی کو ہے اور جس کو تعویذ دیا جاتا ہے اعتقاد کی وجہ سے' خود اس کی قوت خیالی سے بھی تقویت ہوجاتی ہے اور وہ بھی اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ عمل پڑھتے وقت مطلوب کا تصور رکھو اور وہ موثر ہوتا ہے' پڑھنا پڑھانا اکثر حیلہ ہوتا ہے۔ خود تصور و خیال ہی موثر ہوجاتا ہے۔

(۱۲) تصور شیخ اور مراقبہ توحید سے عوام کو ضرر کا اندیشہ ہے:

فرمایا ہمارے یہاں تصور شیخ معمول نہیں' کیونکہ اس میں بعضے مفسدے پیدا ہوجاتے ہیں۔ بعض دفعہ صورت خیالی متمثل ہوکر نظر آنے لگتی ہے اور کلام بھی کرتی ہے۔ حالانکہ شیخ کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اس سے غلط اعتقاد پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ شیخ ہی حاضر ناظر ہے اور جو اس توجہ سے اصل مقصود تھا کہ طالب میں استعداد عمل و ذکر کی پیدا کی جائے' یہ اور طریق سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ہمارے یہاں تصور شیخ کی طرح حبس دم اور مراقبہ وحدت الوجود بھی متروک ہیں۔ حبس سے یبس بہت بڑھ جاتا ہے اور مراقبہ توحید میں ایک ضرر عوام کو ہوتا ہے کہ وہ تمام اشیاء کی باری تعالیٰ کے ساتھ عینیت کے قائل ہوجاتے ہیں اور کم

علمی کی وجہ سے عقیدہ خراب ہو جاتا ہے اور ایک ضرر خواص کو ہوتا ہے کہ جب لا فاعل الا اللہ ان کا حال ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ محبت کامل نہ ہو (کیونکہ کسی حال کا مثلاً وحدۃ الوجود کا غالب ہونا محبت کو مستلزم نہیں' محبت کے طرق اور ہیں) تو اس حالت میں اگر کوئی امر خلاف ان کی طبع کے واقع ہو گیا تو وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ خدا نے مجھے یہ ضرر پہنچایا' وہ تکلیف دی وغیرہ۔ تو خدا تعالیٰ کی شکایت ان کے قلب میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو چیز شکایت کی دافع تھی یعنی محبت' وہ ہے نہیں' اس لئے متاخرین نے اس مراقبہ توحید سے منع کر دیا۔ چنانچہ ضیاء القلوب میں یہ مراقبہ بھی ہے اور منع کا یہ قول بھی۔

(۱۳) پاس انفاس کا مطلب ہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ ہو:

پاس انفاس کے معنی محافظت نفس کے ہیں کہ بغیر ذکر اللہ کوئی سانس خالی نہ جائے' سانس کی آمد و رفت کے ساتھ ہونا حقیقت میں داخل نہیں۔ بعض وقت سانس کی آمد و رفت کی ساتھ خیال رکھنے سے پریشانی لاحق ہوتی ہے' اس لئے ایسے شخص کو اس کا لحاظ ضروری نہیں صرف ذکر چاہیے۔

(۱۴) کسی کے احسان کو چھپانا نہیں چاہیے :

محسن کو تو یہی مناسب ہے کہ احسان چھپائے' کہے: "لا نرید منکم جزاءً وّلا شکورًا" اور جس پر احسان کیا گیا ہو اس کو بھی مناسب ہے کہ موقع پر ظاہر کرے اور کہے کہ ہم پر فلاں نے یہ احسان کیا۔ کیونکہ خود کسی کے احسانات بیان کرنے میں ذلت نہیں۔ بخلاف محسن کے بیان کرنے کے کہ اس میں محسن الیہ کی ذلت ہوتی ہے۔

(۱۵) جنازہ میں فرض صرف چار تکبیریں ہیں :

مسئلہ : جنازے کی نماز میں صرف چار تکبیریں رکن ہیں' باقی دعائیں وغیرہ

سب سنت ہیں۔ جہاں کوئی نماز پڑھانے والا نہ ملے وہاں نیت باندھ کر تکبیرات اربعہ کہہ لینا کافی ہے۔ فرض ادا ہو جائے گا اور جنازہ بے نماز پڑھے دفن کر دینے کا گناہ نہ ہو گا۔

(۱۶) تعیین اجرت کے بغیر اجارہ جائز نہیں :

قصبات میں دستور ہے کہ قصاب کو مکان دے دیتے ہیں اور کرایہ لینا معیوب سمجھتے ہیں اور اس کے بجائے یہ ٹھہرا لیتے ہیں کہ نصف قیمت پر گوشت لیا کریں گے۔ یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ کرایہ متعین نہیں ہے۔ مولانا مرحوم نے اس کے جواز کی صورت بتائی کہ یہ اندازہ کرلیا جائے کہ کتنا ماہوار گوشت خرچ ہوتا ہے۔ اس سے احتیاطاً کچھ زائد مقرر کرلے۔ مثلاً یہ کہ پچیس سیر ماہوار گوشت لیا کریں گے اور بجائے ایک فی سیر گوشت کے دونی سیر دیں گے۔ یعنی کرایہ ۲۵ مقرر ہو گیا اور پھر اختیار ہے کہ اس میں سے کچھ چھوڑ دے۔

(۱۷) مجہول اجرت جائز نہیں :

فرمایا کہ ایسے ہی بعض جگہ دستور ہے کہ مکان اس شرط پر رہنے کو دیتے ہیں کہ کام کے لئے دور بھیجا کریں گے۔ یہاں بھی عمل (جو کرایہ کے قائم مقام ہے مجہول ہے' اس لئے یہ جائز نہیں) جواز کی صورت یہ ہے کہ اندازہ کرلیا جائے کہ ایک ماہ میں مجموعی کتنی مسافت ہو جاتی ہوگی۔ احتیاطاً اس سے کچھ زائد مقرر کرلیں۔ مثلاً یہ کہ ہر ماہ میں تمہیں وقتاً فوقتاً کام کو بھیجا کریں گے' جس کی مجموعی مسافت مثلاً سو میل ہوگی۔ یہ جائز ہو گا' کیونکہ کرائے کے عوض ایک معین کام مقرر ہو گیا جو خود متقوم ہے گو اس صورت میں اور صورت سابقہ میں حساب یاد رکھنا ہو گا۔

(۱۸) آم کی بیع پھل آنے سے پہلے جائز نہیں :

آم کی بیع کا دستور ہے کہ قبل پھل آنے کے بیع کر دیتے ہیں۔ یہ بیع معدوم اور باطل ہے۔ اس حالت میں بائع کو ثمن حلال نہیں اور آم مشتری کی ملک میں نہیں آتے۔ اس لئے اس کے عوض میں جو ثمن ملتا ہے وہ بھی حرام ہے۔ جو خریدار اس سے خریدتے ہیں ان کو ان آموں کا کھانا جائز نہیں۔ اس کے متعلق یہ صورت ارشاد فرمائی کہ بعد آم آجانے کے جب بیع جائز ہو سکے بائع اور مشتری دوبارہ اسی مقدار ثمن سابق پر پھر ایجاب و قبول کرلیں۔ بائع کہے کہ میں بیچتا ہوں، مشتری کہے میں نے لے لیا۔ اس سے پہلے جو بیع باطل ہوئی تھی اس کا گناہ تو رہے گا، اس کے لئے استغفار کرے، لیکن اس تجدید بیع سے مشتری کو آم اور بائع کو دام حلال ہو جائیں گے اور پھر اس مشتری سے دوسرے خریداروں کو خریدنا اور کھانا جائز ہو جائے گا۔ اور جو ثمن بیع باطل کی حالت میں لیا تھا اس کا واپس کرنا واجب تھا۔ اور اگر استہلاک ہو چکا تھا تو اس کے ذمے دین تھا۔ اب بیع جدید کے بعد ثمن کا مقاصہ ہو جائے گا۔ غرض کہ سوائے دوسرے ایجاب و قبول کے کسی قسم کی دقت نہیں، لیکن پھر بھی بعض لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔

(۱۹) معاملات میں محل ضرورت میں دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے :

ارشاد فرمایا کہ میں دیانات میں تو نہیں، لیکن معاملات میں جس میں ابتلائے عام ہوتا ہے دوسرے امام کے قول پر بھی اگر جواز کی گنجائش ہوتی ہے تو اس پر فتویٰ دفع حرج کے لئے دے دیتا ہوں۔ اگرچہ حنفیہ کے قول کے خلاف ہو اور اگرچہ مجھے اس گنجائش پر پہلے سے اطمینان تھا، لیکن میں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اس کے متعلق اجازت لے لی۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ معاملات میں محل

ضرورت میں دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے؟ فرمایا کہ جائز ہے۔

۲۰) شیخ اتباع کی نیت سے اظہار عمل کرے تو جائز بلکہ مستحسن ہے:

ریاء لغت میں اظہار عمل ہے' خواہ غرض محمود سے ہو یا غرض فاسد سے۔ جو غرض فاسد سے ہو وہ ریائے شرعی اور ممنوع ہے اور جو اظہار عمل غرض محمود سے ہو وہ جائز ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ ریاء الشیخ خیرٌ من اخلاص المرید' کیونکہ اگر اس لئے اظہار عمل کرے کہ مرید کی ہمت بڑھے اور وہ اتباع کرے تو مستحسن ہے۔

(۲۱) وکیل بالاستقراض بنانا جائز نہیں :

ایک شخص نے کتابیں خریدنے کے لئے زید کو وکیل بالاشتراء بنا دیا اور اس سے کہہ دیا کہ تم کسی سے لے کر ادا کر دینا اور ایک دوسرے عمرو سے بھی کہہ دیا کہ تم قیمت ادا کر دینا۔ ایسی صورت میں ارشاد فرمایا کہ زید یا تو خود کسی سے قرض لے کر ثمن ادا کر دے اور اپنے موکل سے رجوع بالثمن کرے' قرض دینے والا موکل سے رجوع نہیں کر سکتا یا عمرو ادا کر دے اور چونکہ اولاً بالامر ہے موکل سے عمرو رجوع کرے۔ اس صورت میں زید وکیل بالاشتراء کے ذمہ قرض نہیں رہے گا۔ اور وہ بری رہتا ہے۔ اس تجویز کی یہ ضرورت ہوئی کہ وکیل بالاستقراض بنانا جائز نہیں۔ چنانچہ اسی صورت میں اگر وکیل بالاشتراء کسی سے قرض لے تو اگرچہ بامر موکل ہے' وکیل خود ذمہ دار ہوگا۔ قرض دینے والا موکل سے رجوع نہیں کر سکتا اور نہ قرض لینے والا آمر پر رجوع کر سکتا ہے۔ البتہ جو ثمن کتب اس نے ادا کی ہے خواہ اپنے پاس سے یا کسی سے قرض لے کر اس کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے۔

(۲۲) جان کا خوف ہو تو ایمان کا اخفاء جائز ہے :

اگر کوئی شخص دل سے ایمان لے آیا اور دو ایک شخصوں سے ظاہر بھی کر دیا

لیکن عام طور پر مخفی رکھا تو اس پر احکام اسلام جاری نہ ہوں گے۔ مثلاً نماز جنازہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ ظاہری احکام ہیں۔ اس کے لئے عام طور پر اظہار ہونا چاہئے۔ ہاں اگر تصدیق قلبی ہے تو اسلام صحیح ہوگا اور نجات ہوگی' کیونکہ بلا عذر اسلام کا ظاہر نہ کرنا صرف فسق ہے بصورت کفر' کفر حقیقی نہیں۔ اس لئے بلا ضرورت شدید اخفاء ممنوع ہے۔ لیکن اگر کوئی عذر شرعی ہو' مثلاً جان کا خوف ہے تو اخفاء جائز ہے۔

(۲۳) عوام کو اوقاف قرآن کے مطابق وقف کرنا چاہئے :

قرآن میں آیت مطلق پر وقف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا وقف کرنا تو وقف لازم پر بھی ضروری نہیں' کیونکہ وقف کرنے سے کہیں معنی خراب نہیں ہوتے بلکہ وصل کرنے کے بعد وقف بے محل سے معنی خراب ہوتے ہیں۔ البتہ وصل کرنے سے ایہام خلاف ہو سکتا ہے' لیکن ایسا ایہام تو قرآن میں بعض جگہ وقف و وصل دونوں حالت میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلك الا من سبق علیه القول ومن آمن۔ یہاں من آمن کا عطف اھلك کے اوپر ہے اور من سبق پر عطف کا ایہام ہوتا ہے۔ یہ وقف کرنے سے بھی دفع نہیں ہو سکتا۔ یہ گفتگو فی نفسہ جواز وعدم جواز میں تھی اور ایسی گنجائش علماء اور جاننے والوں کے لئے ہو سکتی ہے لیکن عوام کو اوقاف پر وقف کرنے ہی کا حکم کرنا چاہئے۔ اور ان کے لئے اسی کی تاکید کی ضرورت ہے تاکہ بے جوڑ وقف کرنے سے معنی خراب نہ ہوجاویں۔

(۲۴) حرام مال سے بنائی گئی مسجد' مسجد ہی کے حکم میں ہے:

جو مسجد مال حرام سے بنائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے اور وہ مسجد ہی ہے۔ کیونکہ مال کا طیب ہونا مقبولیت کی شرط ہے مسجدیت کی شرط نہیں اور وہاں نماز پڑھنے سے اس حیثیت سے کہ مسجد ہے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ہوگا' البتہ

مال کے غیر طیب ہونے کی وجہ سے کراہت بھی ہے۔

(۲۵) اطمینان کے بغیر کسی انجمن میں شرکت درست نہیں :

علی گڑھ سے ایک صاحب نے مولانا صاحبؒ سے بذریعہ خط درخواست کی کہ انجمن خدام کعبہ میں شریک ہوں اور اجازت دیں کہ جو گشتی چٹھی اوروں کو ترغیب شرکت کے لئے لکھی جائے اس میں بھی جناب کا نام نامی لکھا جائے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس کار خیر میں خود بھی شریک ہوں گے اور جملہ بزرگان دیوبند کے سامنے بھی اس دستور العمل کو پیش فرمائیں گے۔ جواب تحریر فرمایا۔ الطاف نامہ مع قواعد انجمن خدام کعبہ پہنچا۔ غور سے پڑھا۔ چونکہ اس میں ضرورت دوامر کی ہے۔ ایک اس کے متعلق بعض سوالات کے صاف کرنے کی جو کہ زبانی ممکن ہے۔ دوسرے ان لوگوں سے مشورہ کرنے کی جو امور سیاسیہ و احکام شرعیہ دونوں سے باخبر ہوں۔ اس لئے سردست اس میں کوئی قطعی جواب عرض نہیں کر سکتا۔ میں دیوبند نہیں رہتا۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں رہتا ہوں۔ دستور العمل انجمن میرے پاس امانت ہے۔ اگر ارشاد ہو تو دیوبند بھیج دوں یا آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔

(۲۶) رسم بسم اللہ الخ کا حد سے زیادہ اہتمام کرنا منع ہے :

ایک صاحب نے پوچھا کہ بسم اللہ کی تقریب میں لوگوں کو جمع کرنا، شیریں وغیرہ تقسیم کرنا اور ایسی مجلس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ فرحت کی حد تک رہے تو جائز ہے بلکہ نعمت دینیہ پر فرحت کا حکم ہے: قل بفضل اللّٰہ وبرحمته فبذلك فليفرحوا۔ البتہ جو تفاخر اور ریاء میں داخل ہو وہ ناجائز ہے۔ پس مختصر سی شیرینی وغیرہ تقسیم کردینا، احباب کو جمع کرلینا ممنوع نہیں۔ ہاں حد سے زیادہ اہتمام کرنا، ریاء و تفاخر کے کام کرنا البتہ منع ہے۔

(۲۷) حرام اشیاء میں عموم بلویٰ کا حکم جاری نہیں ہوتا :

عموم بلویٰ کی وجہ سے صرف اختلافیات میں ضعیف قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ جو چیزیں بالاتفاق حرام ہیں ان میں عموم بلویٰ کو کوئی اثر نہیں۔

(۲۸) تعصب کا معنی باطل کی حمایت ہے :

تعصب کے معنی ناحق کی پچ کرنے کے ہیں۔ باقی حق کی پچ اچھی بات ہے۔ اس کو تصلب فی الدین یعنی دین میں مضبوطی کہتے ہیں۔ مثلاً بے دینی کی وجہ سے لوگوں سے ترک اختلاط کرنا وغیرہ، لیکن ناحق کی طرفداری و پچ ناجائز ہے۔

(۲۹) موجودہ دور میں امام مہدیؒ کے بغیر اصلاح مشکل ہے :

جو حالت برائی کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عالم کی ہو رہی تھی قریب قریب ویسی ہی حالت آجکل ہو رہی ہے۔ بغیر امام مہدیؑ کے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل کے زمانے کے متعلق ارشاد ہے: لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ۔ رسول من اللہ۔ الآیۃ۔ یعنی بدون بینہ رسول کے آئے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی طرح اب بھی بے بینہ یعنی نائب اکمل رسول ﷺ حضرت مہدیؑ کے اصلاح دشوار ہے۔

(۳۰) جس خوش خلقی کی بنیاد غرض دنیوی ہو وہ قابل اعتبار نہیں

جس کے اخلاق کا مبنیٰ خوف خدا ہو وہ البتہ قابل اطمینان ہے۔ وہ کسی طرح بدل نہیں سکتا اور جہاں خوف خدا نہ ہو اس کا کیا اعتبار۔ چنانچہ دیکھئے اہل یورپ کے اخلاق کی بناء غرض دنیاوی ہے۔ جس خلق سے غرض و مطلب نکلے اسی کو اختیار کریں گے۔ اچھے اخلاق سے ہو تو اچھے اور برے اخلاق سے ہو تو برے (کاتب

ملفوظات) دیکھئے بعض سلاطین یورپ تک کی بات قابل اعتبار نہیں۔ جنگ بلقان کی ابتداء میں اعلان کیا گیا تھا کہ لڑائی کا نتیجہ کچھ ہو حدود طرفین میں سے کسی کے نہ بدلیں گے اور آخر میں جب ترکی کو شکست ہوئی تو بڑی بڑی سلطنتیں اس اعلان کو بھول گئیں اور ترکی کے اکثر حصے بلغاریوں کو دلوانے لگیں۔

(۳۱) زیادہ تعظیم و تکریم سے نفس خراب ہوتا ہے :

فرمایا بعض لوگ مل کر جاتے وقت پچھلے پاؤں چلتے ہیں۔ یہ گراں گزرتا ہے۔ کسی قدر ترچھا ہو جانا مضائقہ نہیں' یہ طبعی بات ہے۔ زیادہ تعظیم و تکریم کرنے سے نفس خراب ہوتا ہے' فرعونیت آتی ہے۔ چنانچہ جب میں ترک ملازمت کرکے کانپور سے آیا تو یہاں کے لوگوں کے تم کہنے سے بھی انقباض ہوتا تھا' کیونکہ وہاں پندرہ برس تک ہر وقت آپ اور جناب سنتا رہا تھا۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تو اپنے لئے کھڑے ہونے کی بھی ممانعت کردی تھی۔ مجلس میں ممتاز ہو کر بیٹھتے نہ تھے' حتیٰ کہ نئے آنے والے کو پوچھنا پڑتا تھا کہ: "من محمد فیکم"۔

(۳۲) اصل چیز عشق و شوق حق ہے :

نقشبندیہ کے یہاں سلب مرض' توبہ بخشی' دفع بلا' کشف قبور' اشراف علی الخواطر وغیرہ کے طریقے ہیں۔ وہ لوگ ان کی مشق کیا کرتے ہیں' چشتیہ ایسے تصرفات کو اچھا نہیں سمجھتے' کیونکہ جب دیگر ذرائع بھی دفع مرض وغیرہ کے موجود ہیں تو اپنے قویٰ شریفہ کو کیوں غیر اللہ میں مشغول کیا جائے' توجہ بحق چاہئے۔ چشتیہ عشق و شوق حق میں مشغول رہتے ہیں۔

(۳۳) اجابۃ الداعی میں خط کا جواب دینا بھی داخل ہے:

فرمایا کہ حدیث میں جو اجابت الداعی آیا ہے میں خطوں کے جواب دینے

کو بھی اس کے عموم میں داخل سمجھ کر جواب دینے کو حتی المقدور ضروری سمجھتا ہوں اور جلد دیتا ہوں۔ لوگوں کو اس کا بہت کم خیال ہے۔

(۳۴) اہل علم کو استغناء کے ساتھ رہنا چاہئے :

ایک مرتبہ ایک شخص نے بذریعہ ریلوے پارسل مولانا مرحوم کے پاس کچھ بھیجا۔ بابو نے ۴ روپے رشوت کے مانگے اور رسید دینے سے انکار کردیا۔ ارشاد فرمایا کہ اب ہم کوئی پارسل ہی نہ لیا کریں گے' سب واپس کردیا کریں گے' ہمارے پاس ھدیتًا آیا ہے بیعًا نہیں آیا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے پاس سے اس قسم کے بے ہودہ مصارف گوارہ کریں۔ ہمارے پاس بلا مونت جو کچھ آئے گا لے لیں گے۔ ورنہ واپس کردیں گے اور مولوی عبداللہ صاحب سے فرمایا جو پرچہ ہدایات لوگوں کی اطلاع کے لئے چھپنے والا ہے اس میں لکھ دیا جائے کہ کوئی شخص ریل پر ہمارے نام کوئی چیز روانہ نہ کرے' ہمیں دقت ہوتی ہے۔ (یہ قصہ تفہیم کے لئے لکھا گیا)۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مولوی کھانے کمانے ہی کے لوگ ہیں۔ آئی ہوئی چیز کبھی واپس نہ کریں گے۔ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ میرا بڑا مقصود یہ ہے کہ اہل علم کی ذلت نہ ہو۔ چنانچہ اسی لئے میں نے ایسا کیا۔ اس کے بعد جو پارسل آئے ان کی بلٹی واپس کردی (کاتب ملفوظات) یہ واقعہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کے دل میں دنیا کی ذرا بھی قدر نہ تھی اور نظر بڑی دور پہنچتی تھی۔ باریک باریک مصالح پیش نظر رہتی تھیں جس کی طرف لوگوں کو التفات نہیں ہوتا۔ اہل اللہ کے پاس دنیا خود آتی ہے اور وہ دور کرتے ہیں۔

(۳۵) حقوق العباد کا اہتمام ازبس ضروری ہے :

فرمایا میرے گھر میں کوئی چیز نہیں جس کے متعلق یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میری ہے اور یہ میرے گھر کے لوگوں کی۔ اس میں بڑی مصلحت ہے۔ اگر ایک مرجائے تو

پیچھے شبہ تو نہ ہو کہ کس کی چیز تھی' کیونکر میراث تقسیم کی جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تین پیسے کے عوض میں سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلائی جائیں گی۔ لوگوں کے حقوق زیادہ قابل اہتمام ہیں نماز روزہ سے' کیونکہ سات سو مقبول نمازوں کی ۳ پیسے قیمت تجویز کی گئی۔ لوگ جو نماز روزہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں حقوق العباد کا وہ بھی نہیں کرتے۔

(۳۶) معاملات میں کوتاہی سنگین غفلت ہے :

معاملات میں لوگوں کو بڑی بے پروائی ہے۔ ایک نماز قضاء ہو جائے تو لوگ فاسق سمجھتے ہیں۔ لیکن معاملات میں کیسی ہی کوتاہی ہو متقی کے متقی رہتے ہیں۔

(۳۷) رسومات پر خرچ طیب خاطر سے نہیں ہوتا :

شادی وغیرہ کے موقع پر جو دولہا کی جانب سے خرچ دیا جاتا ہے اس کے متعلق ایک بڑے عالم نے اعتراض کیا کہ اگر طیب خاطر سے دیا جائے تو جائز ہے' اس میں کیا خرابی ہے جو لوگوں کو عام طور پر منع کیا جاتا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا کہ اسی میں تو کلام ہے کہ طیب خاطر ہوتا ہے یا نہیں۔ بدنامی کے خیال سے دباؤ میں آ کر دیتے ہیں' اندر سے جی پر بار ہوتا ہے' پھر بھلا طیب خاطر کہاں رہا۔

(۳۸) نافرمان کو کبھی حلاوت نصیب نہیں ہوتی :

نافرمان کو کبھی حلاوت نصیب نہیں ہوتی' دین کی کیا بلکہ دنیا کی بھی حلاوت میسر نہیں۔

(۳۹) دین میں کوئی حرج اور تنگی نہیں :

فرمایا کہ ایک بار الہ آباد میں وعظ کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ دین میں کوئی حرج اور تنگی نہیں: "ما جعل علیکم فی الدین من حرج" اور مجمع میں نئے

تعلیم یافتہ حضرات تھے۔ معشوق علی صاحب رئیس قنوج بھی موجود تھے۔ وہ کہتے تھے جب وعظ شروع کیا گیا تھا تو مجھے خیال ہوا اتنا بڑا دعویٰ اور پھر ایسے مجمع میں کیونکر ثابت ہوگا۔ لیکن بعد ختم وعظ حیرت میں تھے کہ ترکی ٹوپی والوں کی جانب سے جتنے اعتراضات پڑ سکتے تھے تقریباً سب کو بیان کرکے ایک ایک کا جواب دیا گیا تھا اور سب کے سر تسلیم خم تھے، کوئی کان نہیں ہلا سکا۔

(۴۰) تبرع میں رجوع جائز نہیں :

سوال : ایک شخص نے اپنی زوجہ کا علاج معالجہ کیا، پھر وہ انتقال کر گئی۔ شوہر چاہتا ہے کہ جو علاج میں صرف کیا تھا وہ لے لے اور کہتا ہے کہ وہ دین ہے ترکہ سے۔ پہلے مجھے ملنا چاہئے پھر میراث تقسیم ہو۔ جواب میں تحریر فرمایا علاج کرنا تبرع تھا اور تبرعات میں رجوع ناجائز ہے، اس لئے ترکہ میں سے نہیں لے سکتا۔

(۴۱) کسی بزرگ کے نام پر جانور نامزد کرنے سے حرمت آجائے گی:

شیخ سدو وغیرہ کا بکرانا جائز ہے اور عموماً "وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" سے استدلال کیا جاتا ہے جس میں لوگ شبہے نکالتے ہیں کہ اس میں وقت الذبح کی قید ہے۔ اس میں سوال و جواب پڑتا ہے، اس لئے مولانا نے فرمایا کہ: وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ سے اس کی حرمت پر صاف استدلال ہوتا ہے، کیونکہ ما اھل لغیر اللّٰہ کے بعد استقلالاً اس کو ذکر فرمایا، جس کی وجہ سوائے اس کے نہیں کہ ذبح میں تقرب غیراللہ کا قصد بھی موجب حرمت ہے اور غیراللہ کا نام لینا بھی اس میں شرط نہیں۔

(۴۲) اپنی اصلاح کا خود بھی قصد و شوق ہو تو فائدہ ہوتا ہے :

مچھلی شہر سے ایک صاحب نے لکھا کہ بسلسلہ تدابیر اصلاح حال جناب نے تحریر فرمایا تھا کہ "جو لوگ انگریزی کی تعلیم میں مصروف ہیں وہ اپنی بڑی تعطیلات کا

کل نہ ہو تو کچھ حصہ ہی بجائے کھیل کود میں گزارنے کے کسی بزرگ کی صحبت میں صرف کریں۔" خاکسار کا ایک لڑکا اور ایک بھانجا مدرسہ انگریزی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اس وقت گرمیوں کی چھٹی میں گھر پر آئے ہیں۔ الحمدللہ دونوں لڑکے حافظ قرآن ہیں۔ عربی شروع کرائی تھی لیکن سلسلہ تعلیم کا کچھ ایسا بے ترتیب رہا کہ وقت زیادہ گزر گیا اور مجبوراً مدرسہ میں داخل کئے۔ حضور اگر اجازت عطا فرمادیں تو دونوں لڑکے خدمت بابرکت میں روانہ کئے جائیں کہ زمانہ تعطیل حضور کی خدمت میں گزاریں اور فیض صحبت سے سعادت ابدی حاصل کریں؟اھ اس پر یہ جواب تحریر فرمایا :

(جواب) عزم مبارک متعلق بصاجزادگان بے حد مسرت ہوئی۔ سر آنکھوں سے ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں' لیکن مشورتاً اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر وہ اپنے حسن فہم کے اعتبار سے ذی رائے بھی ہیں تو جو مصلحت ان کے یہاں بھیجنے کی ہے اس کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے کہ ان کو از خود بھی رغبت اور شوق ہو' یہ نہیں کہ صرف بزرگوں کے فرمانے سے راضی ہو جائیں ورنہ مصلحت نہ ہوگی۔

(۴۳) فرمایا ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بخل مطلقاً مذموم نہیں۔ اگر صرف کرنا بے موقع ہو تو وہاں بخل محمود ہے اور نہیں تو غیر محمود۔ اسی طرح اخلاق میں سے کوئی خلق مطلقاً مذموم نہیں ہے۔ اپنے موقع سے محمود اور بے موقع مذموم۔

(۴۴) اخلاق رذیلہ کا ازالہ نہیں' امالہ مقصود ہے :

اکثر لوگ اخلاق رذیلہ کو زائل کراتے ہیں اور پھر اخلاق محمودہ پیدا کراتے ہیں۔ ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ ازالہ بالکلیہ نہیں چاہئے' کیونکہ جب اس خلق کی ضرورت ہوگی تو کیا کرے گا (مثلاً شہوت) بلکہ تعدیل چاہئے۔

(۴۵) انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل لغوی کی ضرورت ہے :

جس کے مزاج میں بخل بالکل نہ ہو وہ منتظم نہیں ہو سکتا۔ انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل لغوی کی ضرورت ہے۔ البتہ زیادہ بخل مذموم ہو گا۔

(۴۶) تناسخ محال شرعی ہے :

فرمایا لوگ تناسخ کو محال عقلی کہتے ہیں۔ یہ امر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ البتہ محال نقلی ضرور ہے کہ شرع میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے نفی تناسخ پر اس آیت سے استدلال کیا: قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین صورت استدلال ہے کہ قیامت میں یوں کہیں گے کہ اب رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی۔ یعنی دو بار عدم کی حالت میں رکھا۔ عدم اصلی اور موت طبعی اور دو مرتبہ حیات دی۔ یعنی وجود دیا' ایک پیدا کرنا' دوسرا قیامت میں دوبارہ زندہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف دو وجود اور دو عدم واقع ہوئے ہیں۔ اگر تناسخ واقع ہوتا تو غیر متناہی اعدام اور وجودات ہوتے۔ اس صورت میں دو موت اور دو حیات کے کوئی معنی نہ تھے۔ جاگنے کے بعد بھی اب تک کوئی خدشہ واقع نہیں ہوا اور یہ استدلال صحیح ہے۔

(۴۷) کل شیء کے عموم میں مادہ اور روح بھی داخل ہیں:

کسی نے پوچھا کہ حدوث مادہ و روح پر کوئی صریح دلیل بھی ہے؟ فرمایا بعض احکام ضروریات دین میں سے ہوتے ہیں۔ ایسے احکام کے لئے نص صریح کی حاجت نہیں۔ جیسے پانچ وقت کی نماز یا ان کی رکعات کی تعداد یا عالم کا حدوث۔ ضروریات دین سے ایسے امور مراد ہیں جس کے عام مسلمین بلا خلاف قائل رہے ہوں۔ پس اگر حدوث ارواح یا حدوث مادہ کی دلیل کوئی نص صریح بھی نہ ہوتی تب بھی اتنا کافی تھا کہ بلا نکیر عامہ مسلمین زمانہ آنحضرت ﷺ سے برابر اس کے قائل

رہے ہیں۔ مگر اب تو اس باب میں نص بھی ہے کہ "اللّٰہ خالق کل شیء" سے بھی استدلال ہو سکتا ہے، کیونکہ کل شیء میں مادہ ارواح وغیرہ غرضیکہ جس پر شے کا اطلاق آتا ہے، سب داخل ہیں، اس لئے خدا سب کا خالق ہے۔ جیسے ان اللّٰہ علٰی کل شیء قدیر سے ہر شے کا تحت القدرت داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قدیم تحت القدرت نہیں ہوا کرتا، قدرت ممکنات سے متعلق ہوا کرتی ہے اور جب کل شیء میں مادہ اور ارواح داخل ہیں تو متعلق قدرت ضرور ہوں گے پس قدیم نہ ہوں گے۔

(۴۸) اجمال و اطلاق میں فرق کرنا مجتہد کا کام ہے :

اجمال و اطلاق میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے اور یہ ایک امر اجتہادی ہے۔ اجمال کی تفسیر و بیان تو ظنی دلیل بھی ہو سکتی ہے، البتہ مطلق کو مقید کرنے کے لئے قطعی میں ظنی دلیل کافی نہیں۔ پس مسح راس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحبؒ نے اس کو مجمل سمجھا ہو اور اس کے بیان کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے، قول تو ملا نہیں، آپ ﷺ کے فعل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے کبھی صرف ناصیہ یعنی مقدم راس پر بھی مسح کیا ہے اور وہ ربع راس کے برابر ہے اور اس سے کم ثابت نہیں۔ اس لئے امامؒ نے حدیث فعلی کو مجمل کا بیان قرار دیا۔ اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ اقل مہر دس درہم امام صاحبؒ نے اس وجہ سے قرار دیا ہو کہ "تبتغوا باموالکم" کو مجمل قرار دیا ہو اور اس کے بیان کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے: لا مھر الا عشرۃ دراھم" لیکن اس حدیث کی تضعیف کی گئی ہے، پھر یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ امام صاحبؒ کو سند صحیح سے پہنچی ہو، اگر یوں کہا جائے کہ اس کا بیان ایک حدیث فعلی ہے تو بہتر ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو مہر خود مقرر فرمائے ہیں ان میں سب سے کم ام سلمہؓ کا مہر ہے جس میں ایک متاع کو مہر

قرار دیا گیا تھا، جس کی قیمت دس درہم تھی اور اس سے اقل حضور ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس لئے یہ حدیث فعلی اگرچہ ظنی ہے لیکن مجمل کا بیان ہوئی۔

(۴۹) اکابر سلسلہ کا اثر مرید تک ضرور پہنچتا ہے :

اگر کوئی شخص کسی سلسلہ مقبولہ میں کسی سے بیعت ہو تو پیر سے اگرچہ کسی عمل میں خفیف سی کوتاہی بھی ہوتی ہو تب بھی سلسلہ کی ضرور برکت ہوتی ہے، بشرطیکہ پیر بد عقیدہ نہ ہو، اکابر سلسلہ کا اثر مرید تک ضرور پہنچتا ہے۔

(۵۰) ذکر و شغل سے پہلے اعمال کی درستگی ضروری ہے :

کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے اعمال درست نہ ہوں۔ ذکر و شغل میں تو مزہ ہے۔ اگر نہ کرے تو مر جائے۔ عمل تو وہ ہے جس میں کوفت ہو اور پھر بھی رضاء حاصل کرنے کے لئے اسے کرے۔ اسی طرح چاہیے کہ خود تنگی اٹھائے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ ایک شاغل کے ذمے قرض نکلا تھا اور انہوں نے اس کے ادا کرنے میں بہت بے پروائی کی تھی۔ ایسے موقع پر یہ کلمات فرمائے اور نکال دیا اور فرمایا قرض ادا کرنے کے بعد یہاں آسکتے ہو۔ جب تک قرض ادا نہ کرو یہاں مت رہو۔

(۵۱) عادی شخص کو معاف کرنے کو جی نہیں چاہتا :

فرمایا کہ جب معلوم ہو جائے کہ ایک شخص کو کسی عیب کی عادت ہے تو معاف کرنے کو جی نہیں چاہتا جب تک کہ وہ اس عیب کو چھوڑ نہ دے۔ اگر کسی سے احیاناً کوئی خطا ہو جائے تو معافی کا مضائقہ نہیں۔ میں ایسے شخص کو اپنے یہاں ہرگز نہیں رکھنا چاہتا جو دوسروں کے حقوق تلف کرے۔

(۵۲) جس کو قرض سے نفرت نہ ہو بڑا بے حمیت ہے :

فرمایا قرض بڑی تکلیف کی چیز ہے۔ اگر مر جائے تو روح جنت میں جانے سے معلق رہتی ہے۔ جس کو قرض سے نفرت نہ ہو بڑا بے حمیت ہے۔ اپنا بار دوسرے پر ڈال کر خود ہلکا رہنا بے حمیتی نہیں تو اور کیا ہے؟

(۵۳) آٹا چھاننے کی اجرت بصورت آٹا دے سکتے ہیں :

سوال : پسا ہوا آٹا چھاننے کی اجرت اگر یوں ٹھہرائی جائے کہ نصف سیر آٹا دیں گے تو یہ صورت قفیز طحان میں داخل ہو کر ناجائز ہو گی یا نہیں؟ فرمایا قفیز طحان میں ناجائز وہ صورت ہے جہاں یہ شرط ہو کہ اسی آٹے میں سے دیں گے۔ لیکن اگر مطلقاً آٹا ٹھہرایا گیا تو کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔ پھر خواہ اسی میں سے دیدے۔ پس صورت مسئولہ میں جب آٹا چھاننے کی اجرت آٹا ٹھہرا تو یہ شرط تو ہوتی نہیں کہ اسی آٹے میں سے دیا جائے گا۔ البتہ عادت یہی ہے کہ اسی میں سے دے دیتے ہیں۔ لیکن المعروف کالمشروط کا شبہ نہ کیا جاوے' کیونکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی عادت ہے کہ اگر ویسا ہی دوسرا آٹا بھی دیا جائے تو عذر نہیں کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسی آٹے میں سے لینا شرط یا حکم شرط میں نہیں بلکہ اتفاقی بات ہے۔ اب اگر بلا شرط اسی آٹے میں سے دے دیا جائے جب بھی جائز ہے' کیونکہ شرط کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہاں خلاف کرنے سے مطالبہ کیا جا سکے۔

(۵۴) میں منشاء فعل کو دیکھتا ہوں :

بعض لوگ خطاواروں کی سفارش کرتے ہیں تو وہ صرف فعل کو دیکھتے ہیں اور میری نظر منشاء فعل پر ہوتی ہے کہ ایسا فعل سرزد کس سبب سے ہوا۔ وہ سبب کس درجہ کا ہے اور دوسرے لوگ اس کو فعل لازم سمجھتے ہیں اور میں متعدی خیال کرتا ہوں۔ دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو مدرسہ میں رکھنا نہیں چاہتا جس

سے دوسروں کو ضرر پہنچے۔

(۵۵) اخلاق ذمیمہ کے ازالہ کے لئے سختی ضروری ہے :

جب تک سختی نہیں کی جاتی اخلاق ذمیمہ کا ازالہ نہیں ہوتا۔ صرف بھائی میاں کہنے سے کام نہیں نکلتا۔

(۵۶) اصلاح نہ ہو تو ذکر و شغل بے کار ہے :

ذکر و شغل کا مجھے اہتمام نہیں، اصلاحیں مسہل ہیں اور ذکر و شغل معین ہیں، اگر اصلاح نہ ہو تو ذکر و شغل بے کار ہیں۔

(۵۷) اللہ کے سوا ہر چیز حادث ہے :

مادہ، ارواح بلکہ ماسوی اللہ کے حدوث کی قطعی دلیل قرآن سے یہ ہے: کل شیء هالك الا وجهه۔ اور قاعدہ عقلیہ ہے ماثبت قدمه امتنع عدمه اور جب سوائے ذات باری کے سب ہالک ہیں ان پر عدم طاری ہو سکتا ہے، تو معلوم ہوا کہ سب حادث ہیں۔

(۵۸) اطلاع بروقت دینی چاہئے :

حضرت مولاناؒ کو اطلاع دی گئی کہ جلال آباد سے بہت دیر ہوئی عورتیں آئی ہیں اور آپ کو بلایا ہے۔ فرمایا اس سے پہلے آنے کے ساتھ ہی مجھے کسی نے اطلاع نہیں دی تھی۔ چاہئے تھا کہ اس سے پہلے اطلاع دی جاتی، مجھے کشف نہیں ہوتا اور یہ سچ کہتا ہوں خدا کی نعمت کو چھپاتا نہیں۔ ہاں جو خدا کی نعمت مجھ کو حاصل ہے اس کو بیان کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ تربیت باطن کے متعلق خدا نے بہت آسان طریق عنایت فرمائے ہیں۔ نیز امراض باطن کی تشخیص میں خدا نے فہم عطا فرمائی ہے۔ اس میں رائے بہت ہی کم غلطی کرتی ہے اور اکثر جو تجویز کیا جاتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے۔

اور جو علاج تجویز کیا جاتا ہے وہ نافع ہوتا ہے۔

(۵۹) بالقصد کشف قلوب کرنا ناجائز اور داخل تجسّس ہے :

کشف قلوب کی دو قسمیں ہیں' ایک بالقصد جس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر اس کے خطرات پر اطلاع حاصل کی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں' تجسّس میں داخل ہے' کیونکہ تجسّس اسے کہتے ہیں کہ جو باتیں کوئی چھپانا چاہتا ہو اس کو دریافت کرنے کے پیچھے پڑنا' دوسری صورت یہ ہے کہ بلا قصد کسی کے مافی الضمیر کا انکشاف ہو جانا اور یہ کرامت ہے۔

(۶۰) حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاں کشف و کرامات کی کوئی حیثیت نہ تھی

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک صاحب آکر بیٹھے اور حضرت کے قلب کی طرف متوجہ ہو کر نسبت دریافت کرنے لگے۔ حضرت کو اطلاع ہو گئی تو فرمایا نص قطعی ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم اور قلبی حالات اس سے اہم ہیں۔ اس پر اطلاع حاصل کرنا کہاں جائز ہو گا؟ پھر فرمانے لگے جو چھپانے والے ہیں وہ کسی کو پتہ ہی نہیں لگنے دیتے۔ وہ حضرت کے پیروں پر گر پڑے اور معافی چاہی۔ ہمارے حضرات کے یہاں کشف اور کرامات کی کوئی وقعت نہیں۔

(۶۱) صرف "اختاری" کہہ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی :

اختاری کو کنایات طلاق میں لکھا ہے۔ بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ اگر نیت طلاق سے کہے تو طلاق بائن پڑ جائے گی۔ چنانچہ بعض نے ایسا ہی سمجھ لیا' لیکن تفویض طلاق میں اس کی تصریح ہے کہ یہ تخییر ہے۔ جب تک اس کے بعد عورت اخترت نہ کہے گی اس وقت تک طلاق واقع نہ ہو گی اور جب واقع ہو گی بائن واقع ہو گی۔ یہ کنایہ ہونے کا اثر ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کی شرط

دوسری جگہ مذکور ہوتی ہے اس لئے یہ بھی احتیاط کے خلاف ہے کہ کوئی حنفی مثلاً شافعی یا مالکی وغیرہ کی صرف کتابیں دیکھ کر ان کے مسائل بتائے۔ اس میں غلطی کا قوی احتمال ہے۔ چنانچہ ایک شافعی طالب علم نے مجھ سے فقہ شافعی پڑھنی چاہی' میں نے انکار کردیا اور ایک شافعی عالم کا پتہ بتلا دیا۔

(۶۲) صحبت شیخ نوافل سے افضل ہے :

جس کو صحبت شیخ کی ضرورت ہو اس کے لئے نفلوں وغیرہ سے صحبت میں حاضر رہنا افضل ہے خواہ کچھ پڑھتا رہے یا خاموش بیٹھا رہے۔ ہاں جب وہ کچھ بیان کرے تو متوجہ ہو کر سنے۔

(۶۳) حضرت حاجی صاحبؒ دنیا سے بے نیاز تھے :

ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک شریف شخص کو جسے حاجت تھی یکمشت چھ ہزار روپے دے دیئے (جو آج کے دور کے چھ لاکھ سے بھی بڑھ کر ہیں---از ہر) کسی رئیس نے آپ کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب حالت تھی :

آفاق ہائے گردیدہ ام مہر بتاں و رزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری

(۶۴) مرید کی نسبت طالب علم زیادہ قابل قدر ہے :

فرمایا مجھے طالب علموں سے زیادہ محبت ہے' مریدوں سے اتنی نہیں۔ مجھ میں طالب علمانہ شان غالب ہے۔ میں اپنے عیوب طالب علموں سے نہیں چھپاتا۔ لیکن یہ نہیں چاہتا کہ مریدوں پر میرے عیوب ظاہر ہوں' کیونکہ مریدی کا علاقہ محبت ذرا سی بات سے قطع ہو جاتا ہے کہ مبنٰی ان کا اکثر عوام میں خیال ہے اور وہ بدل گیا۔ طالب علمی کا علاقہ محبت قطع نہیں ہوتا' کیونکہ وہ علم کی وجہ سے قائم ہے اور اطلاع

عیوب کے بعد بھی علم تو اس شاگرد کا باقی ہے اور علم کے ہونے تک محبت باقی ہے۔

(۶۵) ہدیہ کے ساتھ فرمائش نامناسب ہے :

میرا قاعدہ ہے کہ آس پاس کے گاؤں والوں کی جمعہ کی مہمانی موقوف ہے۔ نیز ایسے لوگ جو جمعہ کو ہدیہ لاتے ہیں وہ بھی نہیں قبول کرتا۔ اسی طرح نئے آدمی کا جس کی حالت معلوم نہ ہو ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ تجربے سے ان کی مصلحتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اکثر لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے آتے تھے اور خواہ مخواہ میرے یہاں مہمان بن کر ٹھہرتے تھے۔ اس میں ہمیشہ دقت ہوا کرتی تھی۔ اس لئے یہ رکھا گیا کہ جس کو مجھی سے ملنا مقصود ہو وہ جب چاہے آئے سر آنکھوں پر اور جب جمعہ کی مہمانی ایسے لوگوں کی موقوف کی گئی تو ہدیہ قبول کرنا بھی موقوف کیا گیا' کیونکہ یہ مناسب نہ تھا کہ جس میں میرا فائدہ تھا اس کو تو جاری رکھتا' اس لئے مہمانی کے ساتھ وہ بھی موقوف کیا گیا۔ بعض لوگ آکر پہلے ہدیہ پیش کرتے ہیں پھر اپنا کام بتلاتے ہیں۔ یہ نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ جب کوئی کام لینا ہے مثلاً وعظ یا تبلیغ وغیرہ بے تکلف لو' اس کے ساتھ کچھ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے کوئی دکان خرید و فروخت کی تھوڑا ہی کھول رکھی ہے' جب کوئی ہدیہ دے کر کام کرانا چاہتا ہے تو میں کام تو کردیتا ہوں لیکن ہدیہ واپس کردیتا ہوں۔ اگر کوئی محض محبت سے ہدیہ دے تو اس کے قبول کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ یہ مبادلہ کی صورت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

(۶۶) بے تمیزی کے ساتھ خدمت سے تکلیف ہوتی ہے :

بعض لوگ جس طرح خدمت کرتے ہین اور ان کی بے تمیزی سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اعمال صورتاً اطاعت ہوتے ہیں لیکن شارع کے نزدیک معصیت میں شمار ہوتے ہیں۔

(٦٧) راستہ میں چیز ضائع ہو جائے تو مشتری پر قیمت کی ادائیگی لازم ہے

ویلیو پے ایبل کے ذریعہ سے اگر کسی نے کوئی شے منگائی اور پھر دکاندار نے کافی احتیاط سے روانہ کی اور راستہ میں ٹوٹ گئی تو وہ کس کی چیز ضائع ہو گی؟ فرمایا جب اس کے طلب کرنے سے کسی نے چیز بھیجی تو اس نے ڈاک خانہ والوں کو اپنا وکیل قرار دینے کی اجازت دی' لہٰذا وہ خریدار کی چیز ضائع ہو گی اور اس کو دیانتا قیمت دینا لازم ہے۔

(٦٨) عشاء کے بعد قصہ گوئی میں نہ پڑے :

فرمایا کہ میں نے گھر میں عشاء کے بعد ایسی بات پوچھنے کو یا کہنے کو منع کر رکھا ہے جس میں سوچنا پڑے' کیونکہ نیند جاتی رہتی ہے۔ اس سے حدیث کا راز معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد سمر یعنی قصہ اور باتوں سے منع فرمایا ہے۔ اور جعلنا اللیل سکنا کے بھی خلاف ہے کسی چیز کی طرف توجہ دلانا جو سکون اور آرام کے خلاف ہو۔

(٦٩) ہر شخص کے ساتھ معاملہ الگ الگ ہوتا ہے :

مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ نے مریدوں کو منع کر رکھا تھا کہ کسی کو اپنے ساتھ نہ لایا کرو۔ پہلے سمجھ میں نہ آتا تھا' اب تجربے سے معلوم ہوا کہ اس میں مصلحت ہے۔ بعض وقت ایک مہمان عزیز ہوتا ہے' اس کی مدارت میں خاص رعایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ساتھ کھاتا ہوں' اگر دوسرا ساتھ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ بھی وہ معاملہ کرنا پڑتا ہے۔ بعض وقت اس دوسرے شخص کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے۔

(۷۰) اپنے دل کو قابو میں رکھیں :

ایک درویش نے :

دل بدست آور کہ حج اکبرست : از ہزاراں کعبہ یک دل بہترست

کے معنی بہت اچھے بیان کئے۔ انہوں نے کہا کہ مراد اپنا دل ہے کہ وہ قبضہ و قابو میں کیا جائے۔

(۷۱) وسوسہ معصیت ' معصیت نہیں :

وسوسہ سے گناہ نہیں ہوتا۔ اس کی پرواہ نہ کرے بلکہ اس کا علاج ہی یہ ہے کہ التفات نہ کیا جائے ' ہاں اگر وسوسہ سے قصداً لذت حاصل کرنے لگے یا قلب سے عزم کرلے کہ اگر قدرت ہوتی تو امر شنیع سے باز نہ رہتا تو معصیت ہے۔ غرضیکہ جو شے اختیار سے باہر ہے اس پر مواخذہ نہیں اور جو اختیار میں ہے اس پر مواخذہ بھی ہے۔

(۷۲) اتباع سنت کا حاصل تمام امور میں اتباع ہے :

اتباع سنت کے معنی لوگ صرف نماز و روزہ میں اتباع کرنے کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہر شے میں اتباع سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر شے کا طریقہ بتلایا ہے۔ جو شخص بعض چیزوں میں اتباع کرے اور بعض میں کوتاہی کرے اس کو اتباع کا جو ثمرہ ہے وہ نصیب نہ ہوگا۔ لوگوں کی معاشرت بہت ناقص ہوگئی ہے۔ بعض محققین نے اس کی ایک مثال فرمائی ہے کہ ایک کنوئیں میں پچاس ہاتھ رسی لگتی ہو اور کوئی اس میں چالیس ہاتھ رسی ڈالے تو پانی نہیں نکل سکتا۔

(۷۳) اپنے نفس سے ہر وقت بدگمان رہے :

ہمارے حضرت جی صاحبؒ فرماتے تھے: "الحزم سوء الظن" کے معنی

الحزم سوء الظن بنفسہ کے ہیں۔ یعنی اپنے نفس کے فکر میں لگا رہنا ہوشیاری ہے، نفس کے ساتھ گمان کرکے دھوکے میں نہ پڑے۔

(۴۷) استقلال بغیر نسبت باطنی ممکن نہیں :

مولانا گنگوہیؒ کی صاجزادی صاحب نسبت ہیں۔ میں نے مولانا خلیل احمدؒ صاحب کا قول بواسطہ سنا ہے کہ ان کے لطائف جاری ہیں۔ جب وہ ایام غدر میں چھوٹی تھیں حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کو ایک روپیہ دیا۔ انہوں نے حضرت کے پیر پر رکھ دیا۔ حضرت نے پھرا نہیں دیا۔ انہوں نے پھر پیر پر رکھ دیا۔ اسی طرح تین بار کیا۔ حضرت نے ان کے متعلق پیشین گوئی فرمائی کہ "یہ لڑکی زاہدہ ہوگئی۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا، بڑی زاہدہ ہیں۔ جب ان کے صاجزادے محمد یوسف جو انگریزی خواں بھی ہیں ڈاکٹر انصاری کے طبی وفد کے ہمراہ قسطنطنیہ جنگ بلقان کے جنگی شفا خانہ میں کام کرنے گئے۔ پہلے خط میں انہوں نے ایسے مضمون لکھے تھے جس سے مایوسی زندگی سے معلوم ہوتی تھی۔ اس سے اکثر لوگ رونے لگے۔ لیکن ان کو کھانا کھانے کی حالت میں یہ خبر پہنچی تھی، وہ بدستور کھانا کھاتی رہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو اس کا کچھ اثر نہ ہوا؟ انہوں نے فرمایا کہ تین باتیں غم کی ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ نوکری چھوڑ کر گئے ہیں۔ تو اس کے متعلق یہ ہے کہ جب نوکر نہ تھے اس وقت بھی کھاتے پیتے تھے، خدا دیتا تھا۔ نوکر ہوگئے جب بھی اتنا ہی کھاتے رہے، اب بھی خدا کھانے کو دے گا۔ دوسری بات یہ کہ مجھ سے دور ہیں۔ تو جب سے ہوش سنبھالا ہے میرے پاس رہتے نہیں۔ دس پانچ کوس پر رہے یا ہزار دو ہزار کوس پر مجھ سے تو دونوں حال میں دور ہی رہے۔ تیسری یہ بات کہ جان کا خطرہ ہے۔ تو اگر میرے پاس ہی رہتے اور ہیضہ طاعون یا کسی اور مرض میں مبتلا ہوکر مرتے تو کیا میں بچالیتی؟ یہ استقلال بے نسبت باطنی کے ممکن نہیں۔ خصوصاً ایک عورت سے اپنی اولاد کے بارے میں اور اس کو قساوت نہ سمجھا جاوے۔ بات یہ ہے کہ اہل باطن پر

ایسے مواقع پر اثر ہوتا ہے اور خوب ہوتا ہے' کیونکہ اوروں کی نسبت زیادہ شفیق و رقیق القلب ہوتے ہیں لیکن اپنے آپ کو سنبھال لیتے ہیں۔ جس پر اور لوگوں کو قدرت کم ہوتی ہے۔ خدا کا تعلق اور چیزوں پر غالب آجاتا ہے اور اس کے سامنے سارے تعلقات مضمحل ہوجاتے ہیں۔

(۷۵) قرب کرامت سے نہیں' طاعت سے بڑھتا ہے :

ارشاد فرمایا کہ جو شخص ذاکر شاغل ہو اور اس سے کشف و کرامت کا صدور بھی ہوتا ہو میں اس سے کہتا ہوں کہ کرامت یا کشف کے بعد قلب کی طرف متوجہ ہوکر دیکھے کہ وجدانی طور پر قرب خداوندی میں اس وقت کچھ زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ یا ایک بار سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے اور پھر دیکھے کہ کس قدر قرب خداوندی زیادہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں واللہ قرب خداوندی ذکراللہ کے بعد زیادہ محسوس ہوگا بہ نسبت اس حالت کے کہ کوئی خرق عادت کا صدور ہو (کاتب: کیونکہ خرق عادت کا صدور کوئی طاعت نہیں اور ذکراللہ طاعت ہے اور قرب طاعت سے بڑھتا ہے)

(۷۶) عبادت اور تعظیم میں فرق نیت اور اعتقاد سے ہوتا ہے:

تعظیم و عبادت میں یہ فرق ہے کہ کسی میں خواص الوہیت کا اعتقاد کرکے اس کی تعظیم کرنا یا اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا کام کرنا کہ خاص حق الوہیت کا ہے۔ یہ عبادت ہے اور اگر یہ نہ ہو تو تعظیم ہے۔ خواص الوہیت' قدم' وجوب وجود' علم کامل' قدرت کاملہ' تصرف مستقل ہیں۔ اگر کوئی کسی مخلوق کی نسبت یہ اعتقاد کرے کہ یہ اوصاف گو خدا کے عطا کردہ ہیں۔ مثلاً علم وقدرت وغیرہ اس میں اس مخلوق کو استقلال حاصل ہوگیا ہے' یعنی بلا استعانت غیر کے سب کچھ کرسکتا ہے تو یہ اعتقاد بھی ناجائز اور شرک ہے اور اگر خواص الوہیت کسی میں کلاً یا بعضاً ثابت نہ کئے جائیں اور عظمت کی جائے جیسے استاد یا باپ وغیرہ کی تعظیم'

بشرطیکہ اور خرابی نہ ہو تو جائز ہے۔ خلاصہ یہ کہ عبادت اور تعظیم میں نیت اور اعتقاد کو دخل ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی فعل کبھی عبادت اور کبھی تعظیم ہو فرق علیٰ حسب الاعتقاد ہو۔ عبادت کے معنی غایت تذلل کے ہیں۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

(۷۷) تقاضائے طبیعت اور واردات میں وجدان سے امتیاز ہوتا ہے

بعض وقت کام کرتے کرتے دفعتًا مولوی سعید احمد صاحب مرحوم کا خیال آتا ہے اور تقاضا ہوتا ہے کہ قبر پر چلو۔ ایک آدھ منٹ یہ بات رہتی ہے، پھر دفع ہو جاتی ہے۔ میں اس پر عمل نہیں کرتا، کیونکہ مجھ کو مرحوم سے تعلقات ہیں، یہ محض مقتضائے طبیعت ہے کوئی وارد غیبی نہیں ہے اور مقتضائے طبیعت پر ایسے مواقع میں عمل کرنے سے اور زیادتی وشدت ہو جاتی ہے اور ناحق کی علت لگ جاتی ہے۔ البتہ واردات پر عمل کرلینا چاہئے۔ کیونکہ وارد پر عمل کرلینے سے طبیعت فارغ ہو جاتی ہے اور ان دونوں میں وجدان سے امتیاز ہوتا ہے۔

(۷۸) فرمایا : بردل سالک ہزاراں غم بود : گر زباغ دل خلالے کم بود

(۷۹) تین دن کے بعد تعزیت جائز نہیں :

مولوی سعید احمد مرحوم کی تعزیت کے لئے ڈیڑھ ماہ کے بعد کچھ عورتیں آئی تھیں۔ فرمایا ڈیڑھ ماہ کے بعد اب تعزیت کے لئے آئی ہیں۔ ان عورتوں کے آنے سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ آکر غم کو اور تازہ کرتی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ تین دن کے بعد ذکر بھی تعزیت کے طور پر نہ کرنا چاہئے۔ اس سے کیا فائدہ گیا گزرا غم پھر تازہ ہوتا ہے۔ شریعت کے تو خلاف ہے ہی، عقل کے بھی خلاف ہے۔

(۸۰) شیخ کو حق پر نہ سمجھنے سے بیعت کا تعلق ختم ہو جاتا ہے :

ایک شخص نے خط کے ذریعے سے دریافت کیا کہ میں حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بیعت ہوں، لیکن تحقیق سے اہل حدیث کا مذہب حق معلوم ہوا۔ اس لئے تقلید حنفی کو چھوڑ کر اہل حدیث ہو گیا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بیعت نہیں رہی۔ جواب ارشاد فرمایا: جن مسائل میں آپ نے تقلید کو چھوڑا ہے ان میں تقلید کو اگر حق سمجھتے ہیں تو کیوں چھوڑا؟ اور اگر باطل سمجھتے ہیں تو حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جو کہ تقلید فرماتے تھے کس طرح حق پر سمجھ سکتے ہیں اور اگر حق پر نہیں سمجھتے تو پھر جس شیخ سے عقیدت نہ ہو بیعت کیسے رہے گی؟

(۸۱) حب الدنیا ناجائز ہے، کسب الدنیا جائز ہے۔

(۸۲) مشغولی سے پریشانی بٹ جاتی ہے :

مولانا سعید احمد صاحب مرحوم (حضرت مولانا کے ہمشیر زادے) کے انتقال کی بابت فرمایا کہ جیسا یہ حادثہ ہے الحمد للہ مجھ پر اتنا اثر نہیں۔ شروع ہی سے اپنے آپ کو میں نے بہت زیادہ مشغول رکھا۔ یہاں تک کہ نزع کے عالم میں بھی ڈاک کا کام کرتا رہا۔ لوگوں کے خطوط کے جواب لکھتا رہا۔ مشغولی ایسی مصیبت کا علاج ہے۔

(۸۳) باعزت تبادلہ کے لئے وظیفہ :

ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ملازمت کے لئے فرمایا: رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطاناً نصیرا۔ مع اول و آخر سات سات بار درود شریف ستر بار بعد نماز عشاء پڑھا کریں اور مدخل صدق پر جہاں کا تبادلہ مطلوب ہو تصور کریں اور مخرج صدق پر جہاں سے جانا مطلوب ہو اور سلطاناً نصیرا پر یہ کہ عزت کے ساتھ تبادلہ ہو۔

(۸۴) اصلی گمراہ کنندہ نفس ہے :

بہکانے والا اصل میں نفس ہے۔ آخر شیطان کو کس نے بہکایا؟ شیطان کے نفس نے۔ پس اگر شیطان انسان کو نہ بہکاتا تو انسان کا نفس جب بھی بہکانے کے لئے کافی ہے۔

(۸۵) عما و ہوا کے معنی خلا ہیں :

حدیث میں آیا ہے: این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عماما فوقه هواء وما تحته هواء۔ اس کے معنی بیان فرمائے: ای کان فی خلاء مافوقه خلاء وما تحته خلاء۔ مطلب یہ ہے کہ کان الله ولم یکن معه شیئ۔ (یہ حدیث مشکوۃ میں ہے) عما و ہوا کے معنی خلا کے ہیں۔ لغت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۸۶) قرآن کریم امراض روحانیہ کے لئے نسخہ شفاء ہے :

اکثر لوگ تحقیقات جدیدہ و دیگر امور دنیاوی کو قرآن میں تلاش کرتے ہیں اور بعض مدعی ہیں کہ سب کچھ قرآن میں ہے' حالانکہ ان امور کی مثال ضروریات دین کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی حکیم محمود خاں کے پاس تپ دق کا مریض آئے اور اس کا جوتا بھی پھٹا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ ان کا یہ کام نہیں کہ اس کو بتائیں کہ جوتا گٹھوالو۔ بلکہ مرض کا نسخہ لکھنا ان کا کام ہے۔ اگر وہ جوتا گٹھوانے کے لئے نہ کہیں تو ان کے کمال میں ذرا فرق نہیں آتا۔ اگر کوئی ان پر اعتراض کرنے لگے کہ اچھے حکیم ہیں' اندرونی امراض کا تو نسخہ لکھنے لگے اور ظاہری نقص یعنی جوتے کا ٹوٹا ہوا نہ بیان کرکے اس کی تدبیر نہیں بتائی۔ تو ایسے شخص کو سب بے وقوف کہیں گے۔ کیونکہ جوتے کا درست کرنا چمار کا کام تھا۔ طبیب کو اس سے کیا علاقہ؟ اسی طرح شریعت اور قرآن روحانی علاج ہیں۔ اگر اس میں دنیاوی تحقیقات نہ ہوں تو

نقصان نہیں بلکہ ذکر ہونا محل شبہ ہو سکتا۔ ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حکیم صاحب جو تا گٹھوانے کی طرف متوجہ ہوں۔ ہاں اگر جوتے کے ٹوٹے ہونے سے صحت پر ضرر پڑتا ہو تو وہ کہیں گے اس کو درست کرالو۔ اسی طرح شریعت میں جہاں پر روحانی مرض کی مصلحت بعض دنیاوی امور سے متعلق ہے وہاں ان امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اصل مقصود روحانی علاج کا بتلانا ہے۔

(۸۷) مرید کو ہر طرح سے تربیت کے لئے تیار رہنا چاہئے:

فرمایا میں ایسے کو مرید نہیں کرتا جس کا مجھے ادب کرنا پڑے' بلکہ ایسے کو کرتا ہوں جس کو جی چاہے کہہ سکوں۔

(۸۸) انگریزی ادویہ کا استعمال باطنا مضر ہو سکتا ہے :

فرمایا انگریزی علاج میں شیخین کے قول پر گنجائش ہے' لیکن باطنا مضر ہونا اور بات ہے اور جائز ہونا اور بات ہے۔ مجھے ایک بار خناق ہو گیا تھا' میں نے صرف انگریزی دوا سے غرغرہ کیا تھا۔ اس کے بعد ایسا گندہ اور خراب خواب دیکھا جس سے طبیعت میں بڑی کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے وہ پھینک دی۔ اس کے بعد ایک جنگل کی بوٹی کے دھوئیں کا استعمال کیا۔ خدا نے اس سے شفا بخشی۔

(۸۹) قانون میراث کو مضر سمجھنے سے سلب ایمان کا خطرہ ہے:

فرمایا وقف علی الاولاد کا مسئلہ صحیح ہے۔ لیکن نیچریوں کی اس کے رواج دینے سے غرض فاسد ہے۔ وہ اصل میں قانون میراث شرعی پر معترض ہیں اور کہتے ہیں کہ جائیداد تقسیم ہو کر تباہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو رواج دینا چاہتے ہیں کہ قانون میراث باطل کریں۔ مجھے یاد ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب'' میرے استاد کے پاس ایک فتویٰ آیا تھا کہ سید احمد خاں صاحب قانون میراث کو مضر قرار دیتے ہیں اور وقف علی الاولاد کی ترغیب دیتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے جواب لکھا کہ

یہ مسئلہ صحیح ہے۔ لیکن اگر کوئی اس نیت سے اس پر عمل کرے کہ قانون میراث کو وہ مضر سمجھتا ہے اور باطل کرنا چاہتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا (کیونکہ انما الاعمال بالنیات۔ کاتب) بلکہ ایمان کے زوال کا خوف ہے۔ اس لئے کہ قانون میراث قرآن سے ثابت ہے' تو حقیقت میں یہ قرآن پر اعتراض ہے۔

(۹۰) مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں شامل کرنا جائز نہیں :

فرمایا کہ اگر مسجد کے متعلقات کو سڑک میں شامل کرنے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ سڑک بھی رفاہ عام کے لئے ہی وقف ہوتی ہے۔ البتہ خود مسجد کے کسی حصہ کو سڑک میں شامل کرنا جائز نہیں۔

(۹۱) ربوا فی دارالحرب والے جزیہ پر عمل کرنا در حقیقت اتباع ہویٰ ہے :

بعض نیچری جواز ربوا فی دارالحرب کی روایت فقہیہ سے تمسک کرکے سود لینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ نیت فقہ پر عمل کرنے کی نہیں بلکہ اپنے ہوائے نفس کے موافق پاکر اس کو آڑ قرار دیتے ہیں۔ ورنہ اگر فقہ پر عمل کرنا ہی مقصود ہوتا تو جہاں امام صاحبؒ کا یہ قول ہے وہاں یہ بھی تو ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے' ڈاڑھی منڈانا حرام ہے الٰی غیر ذٰلك' جب وہ خود آیات قرآنی پر عمل نہیں کرتے تو پھر بے چارے امام ابو حنیفہؒ کے قول کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ انہیں تو صرف اتباع ہویٰ مقصود ہے۔

(۹۲) ڈاڑھی کے انکار سے ایمان چلے جانے کا اندیشہ ہے:

فرمایا میں نے ایک بار ڈاڑھی منڈوں کے مجمع میں وعظ کیا اور کہا یہ تو آپ لوگوں سے امید نہیں کہ میرے کہنے سے ڈاڑھی منڈانا چھوڑ دیں گے لیکن کم سے

کم آپ لوگ اس فعل کو شرعاً ممنوع اور ناجائز تو سمجھا کریں اور یہ ایمان کی بات ہے اور اس سمجھنے کے بعد بھی جو آپ کا مقصود ڈاڑھی منڈانے سے ہے یعنی زینت اس میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا۔ البتہ منڈانے کا گناہ ہوگا لیکن حکم شرعی کے انکار سے تو بچے رہیں گے جس سے ایمان جانے کا خوف ہے۔

(۹۳) علم تجوید بقدر ضرورت فرض ہے :

تجوید موقوف علیہ صلوۃ تو اس لئے نہیں کہ غیر قاری وقت ادائے صلوۃ تجوید پر قادر نہیں ہوتا، لیکن فی نفسہ واجب ہے۔ اس لئے کہ قرآن عربی ہے اور بعض قواعد کے اہمال سے (مثلاً اظہار و اخفاء) عربیت باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ مثلاً اردو میں کوئی پنکھا بالاخفاء کہنے کے بجائے پنکھا باظہار النون کہے تو غلط سمجھا جائے گا۔

(۹۴) توضیح آیت :

پوچھا گیا: ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا یہ کفار کا قول ہے اور کفار ہی کو انہوں نے مخاطب کرکے کہا ہے۔ کفار آپس میں کہا کرتے تھے کہ تم بظاہر تو ایمان لے آؤ لیکن بات انہی کی مانو جو تمہارے پیرو ہوں۔

(۹۵) بعض غیر مقلدین کے عقائد ایسے ہیں کہ خارج از اہل سنت ہیں

غیر مقلدین کے اہل سنت میں داخل ہونے کے متعلق سوال تھا۔ جواب تحریر فرمایا کہ بعض کے عقائد ایسے ہیں کہ وہ خارج از اہل سنت ہیں۔ پھر فرمایا مثلاً غیر مقلد قائل ہیں کہ چار نکاح سے زائد جائز ہیں یا اگر کوئی فرض نماز قصداً ترک کرے تو اس کے لئے استغفار کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضا واجب نہیں۔ ایسے ہی بعض صحابہ کو برا سمجھتے ہیں۔ ہاں نفس وجوب تقلید شخصی کے انکار سے اہل سنت سے خارج نہیں ہوتے، کیونکہ ہمیشہ سے مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔ چنانچہ خود

بعض محدثین بھی اس کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔

(۹٦) اہل باطن سے تعلق رکھنے والے غیر مقلد عموماً فسادی نہیں ہوتے

لکھنؤ کے ایک غیر مقلد مجھ سے بیعت ہیں۔ میں نے ان سے شرط کرلی تھی کہ کسی کو برا نہ کہنا۔ نیز یہ کہ میری مجلس میں اگر غیر مقلدوں کی برائی بیان کی جائے تو سننا پڑے گا۔ برا نہ ماننا' بزرگوں کی شان میں گستاخی نہ کرنا' مقلدوں کو برا نہ سمجھنا' اختلافی مسائل جن سے شورش ہوتی ہو ان میں خاموش رہنااور جو بدعات ایسی ہیں کہ جنہیں ہم بھی منع کرتے ہیں اور ان کی کچھ اصل بھی ہے ان میں شریک تو نہ ہونا لیکن اصل سے نفی بھی نہ کرنا۔ انہوں نے یہ سب شرطیں منظور کرلی تھیں۔ چنانچہ وہ فسادی نہیں ہیں۔ اکثر غیر مقلدین جو اہل باطن سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ فسادی نہیں ہوا کرتے۔

(۹۷) مجذوب کی صحبت سے فائدہ نہیں ہوتا :

مجذوبوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ ان سے دین کا نفع تو ہوتا ہی نہیں دنیا کا نفع بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دعا نہیں کیا کرتے بلکہ ان کا کشف بہت بڑھا ہوا کرتا ہے۔ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ انہیں معلوم ہوجاتا ہے۔ وہی وہ کہہ دیتے ہیں اور جہاں ہونے والا نہیں ہوتا نہیں کہتے اور دعا کو وہ بے ادبی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جب حاکم بتلا دے کہ ہم یوں کریں گے تو پھر اس کے خلاف کی درخواست کرنا اور سفارش کرنا بے ادبی سے خالی نہیں۔ یہ مجذوب اگر مہربان ہوتے ہیں تو اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تب بھی ضرر ہے' کیونکہ یہ کچھ اعلیٰ حالت نہیں ہوتی۔ دماغ ان کا ماؤف ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ جنون میں دماغ مرض سے ماؤف ہوجاتا ہے اور ان کا دماغ کسی وارد قوی کے اثر سے جس کا وہ تحمل نہیں کرسکے (کاتب: اسی لئے وہ شرعاً مکلف نہیں ہوتے' مجنونوں کی طرح مرفوع القلم ہوتے

ہیں)

(۹۸) توحید مطلب پر قائم رہنا چاہئے :

فرمایا ایک بار کانپور میں ایک مولوی صاحب آئے جن پر جذب کا اثر تھا۔ وہ میرے وعظ سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد حافظ عبداللہ صاحب مرحوم کے حجرے میں وہ تھے' میں گیا تو مجھے سینہ لگا کر زور سے دبوچا اور اپنا اثر ڈالنے لگے۔ میری حالت متغیر ہونے لگی۔ میں نے حضرت حاجی صاحبؒ کا تصور کیا اور اثر جاتا رہا۔ ان کے جانے کے بعد دوسری ہی شب میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجذوب صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے تمہیں نعمت دینی چاہی تھی' لیکن تم نے نہیں لی۔ فرمایا: میں نے کہا کہ مجھے ایک ہی گھر کافی ہے۔ جب وہاں کی نعمتیں ختم ہو جائیں گی تو اس وقت کسی دوسری جگہ سے لینے کی ضرورت ہو گی۔

(۹۹) شیخ کی صورت کا تصور بعض حالتوں میں مفید ہو جاتا ہے

مجذوب اگر اپنا اثر ڈالے تو تصور شیخ کر لیا جائے' اثر دفع ہو جائے گا اور مجذوب پر کیا موقوف ہے کوئی ہو' جب شیخ کی صورت کا تصور کیا جائے گا تو کسی کا بھی اثر نہ ہو گا اور جس کا شیخ نہ ہو وہ کسی اور صاحب نسبت کا تصور جس سے اس کو عقیدت ہو کر لے' وہ بھی کافی ہے۔

(۱۰۰) عندالضرورت پوسٹ مارٹم جائز ہے :

سوال کیا گیا کہ لاش کو طبی مصلحتوں سے چیرنا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کہ انسان کے اجزاء سے انتفاع مطلقاً حرام ہے' لیکن بعض نظائر ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلحت احیاء کے لئے مردے کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی حاملہ مر جائے اور بچہ زندہ ہو تو بائیں طرف سے پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کا مال نگل کر مر جائے اور اس کا ترکہ اتنا نہ ہو کہ اس

میں سے ادا کیا جا سکے تو پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے اور کبھی خود مردے کی مصلحت ہوتی ہے، جیسے زہر وغیرہ کی تحقیق، تا کہ قصاص وغیرہ لیا جائے۔ عرض کیا گیا کہ ربڑ کے انسان بنائے جاتے ہیں جن کی مدد سے تشریح وغیرہ سیکھی جا سکتی ہے اور وہ بنائے ہی اسی غرض سے جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ اچھی صورت ہے، لیکن اس میں تصویر رکھنے کی حرمت لازم آتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سر وغیرہ اعضاء کو جدا جدا رکھا جائے۔

(۱۰۱) بیمہ اور اختیاری پراویڈنٹ فنڈ کی رقم لینا جائز نہیں:
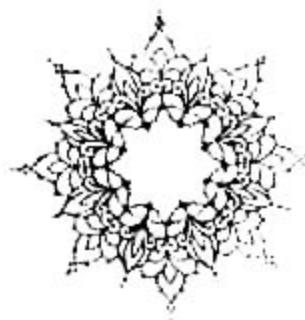
ملازمین سرکاری کے لئے گورنمنٹ نے زندگی کا بیمہ جاری کیا ہے۔ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ اختیاری بھی جاری ہوا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا پراویڈنٹ فنڈ کہ جس میں اختیار نہ ہو وہ تو جائز ہے۔ اس لئے کہ اس نے کوئی عقد خود نہیں کیا اور روپیہ جب تک مل نہ جائے اس کی ملک میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے گورنمنٹ جو کچھ اس میں شامل کر کے دیتی ہے وہ گورنمنٹ کا تبرع ہے اور جائز ہے بخلاف بیمہ اور پراویڈنٹ اختیاری کے کہ یہ شخص ایک عقد باختیار خود کرتا ہے کہ جس میں تملیک علی خطر ہے اور یہ صراحتًا قمار ہے۔ البتہ جو دارالحرب میں حربی کے مال کو بلا عذر اس کی رضا سے خواہ عقود فاسدہ ہی کے ذریعے سے کیوں نہ ہو لینا جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک حلال ہو گا۔ میری رائے اس میں یہ ہے کہ وہ مال تو حلال اور طیب ہو گا، لیکن چونکہ اس نے عقد فاسد کرنے کا ارتکاب کیا ہے عموم نص کی وجہ سے اس کا گناہ ہو گا۔

(۱۰۲) حضرت نانوتویؒ مقام صدیقیت پر فائز تھے:

مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے لوگوں نے ایک بار بہت اصرار سے پوچھا کہ آپ کا مرتبہ کیا ہے؟ بڑی مشکل سے اتنا کہا کہ مجھے یہ بات میسر ہے کہ احکام میں سے

کسی میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا۔ ذوقی طور پر بالکل یقین ہوتا ہے۔ ایک شخص جو نہایت ذہین تھے انہوں نے کہا کہ آپ صدیق ہیں اور صدیق کی شان یہی ہوتی ہے کہ اس کو احکام الٰہی میں ذرا تردد نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے معراج کا حال سن کر بے تامل کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو آسمان پر جانا بالکل سچ ہے اور فرمایا کہ اس سے زیادہ جو بات تھی اس میں جب ہم آپ کی تصدیق کر چکے یہ تو پھر اس سے ادنیٰ ہے۔ جب ہم یہ مان چکے کہ اہل سمٰوٰت آپ کے پاس آتے ہیں تو یہ تو کم ہے کہ آپ کو اہل سمٰوٰت آسمان پر لے جائیں۔ مثلاً بلا تشبیہ کسی کے گھر کلکٹر کا آنا زیادہ مستبعد ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی کو صاحب کلکٹر طلب کرلیں۔

○ مجادلات معدلت ○

(۱) طلاق اس وقت مبغوض ہے جب بلا ضرورت ہو :

سوال کیا گیا کہ حضرت حسنؓ کثیر الطلاق تھے۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے:
ابغض المباحات عندی الطلاق۔ جواب ارشاد فرمایا کہ طلاق مبغوض جب ہے کہ بلا ضرورت ہو اور اصل یہ ہے کہ حضرت حسنؓ کثیر النکاح تھے' انہیں نکاح کی حاجت زیادہ پیش آتی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ چار عورتوں سے زائد نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ تو جب اس سے زائد نکاح کی ضرورت پیش آئے تو لامحالہ ایک کو طلاق دینی پڑے گی۔ اور یہ واضح ہے کہ نکاح زائد کرنے میں خصوصاً جب حاجت بھی ہو کوئی گناہ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ لوگ بدنام کر دیتے ہیں۔ علاوہ بریں حضرت امام صاحبؓ طلاق دینے میں مشہور تھے۔ پس آپ سے جو عورتیں نکاح کرتی تھیں جانتی تھیں کہ بعد نکاح چند روز میں طلاق دے دیں گے اور طلاق مبغوض اس لئے ہے کہ اس میں دل شکنی ہوتی ہے اور اس صورت میں دل شکنی متصور نہیں۔ کیونکہ عورتیں آپ کے جسد مبارک سے مس کرنا بسا غنیمت سمجھتی تھیں۔ اس وجہ سے کہ وہ جسد آنحضرت صلعم کی گودوں میں رہا تھا۔ بدن کے اکثر حصے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لب مبارک لگایا تھا' بوسہ دیا تھا۔ اس لئے اس کے مس کو موجب نجات و برکت خیال کرتی تھیں۔ یہی باعث تھا کہ عورتیں باوجود کثیر الطلاق ہونے کے آپ سے عقد کرنے پر آمادہ ہو جایا کرتی تھیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب پر غالب ہے :

سوال کیا گیا کہ سبقت رحمتی علی غضبی سے تو معلوم ہوتا ہے

کہ غضب سے رحمت زیادہ ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ سو میں سے ننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا۔ مشاہدہ بھی ہے کہ مومنین سے کفار زیادہ ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ رحمت غضب سے زیادہ ہے۔ یہ ثابت نہیں کہ مرحوم کی تعداد مغضوب سے زیادہ ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایک شخص میں موجبات رحمت ایک آدھ ہو اور موجبات غضب زیادہ ہوں تو خدا کی رحمت (یعنی موجب رحمت) اگرچہ ایک ہی ہو' کئی موجبات غضب پر غالب آئے گی اور اس شخص سے درگزر کیا جائے گا اور کفار میں چونکہ ایک بھی موجب رحمت نہیں ہوتا' کیونکہ ایمان کے بغیر کسی عمل نیک میں قبولیت کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے ان میں سراسر موجبات غضب ہی پائے جاتے ہیں اور جب کوئی بھی موجب رحمت نہیں تو موجبات غضب پر سابق کیا ہو۔

(۳) اللہ کی رحمت میں ہر شے کی گنجائش ہے :

وسعت رحمتی کل شیء کے معنی یہ ہیں کہ میری رحمت میں ہر شے کی گنجائش ہے۔ جیسے ہر شے خدا کی قدرت میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہر شے کے ساتھ خدا کی رحمت متعلق ہو تو کمی نہیں پڑ سکتی۔ اگرچہ رحمت سابق و مکتوب انہیں کے لئے ہوگی جو متقی اور عمل صالح کرنے والے ہیں۔ کما قال بعدالقول المذکور فسا کتبها للذین یتقون (الایۃ)۔

(۴) بعض نعمتوں کا تحمل دشوار ہے :

ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ فرما رہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے۔ اتفاق سے ایک شخص جس کا ہاتھ گل رہا تھا حاضر ہوا۔ اس نے دعا کی درخواست کی۔ اس وقت حاضرین کو تردد ہوا کہ دعا فرمائیں گے یا نہیں؟ اگر فرمائیں گے تو کیا دعا فرمائیں گے۔ بظاہر زوال نعمت کی دعا کیوں کر کی جا سکتی ہے' اور اگر دعا نہ فرمائیں گے تو یہ شیخ کی

شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ شیخ کا کام ہے کہ کسی طالب کو محروم نہ کرے۔ جو اس کی حالت ہو اس پر نظر کر کے اس کے ساتھ معاملہ کرے۔ اسی اثناء میں حضرتؒ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر باواز بلند دعا فرمائی کہ یا اللہ! ہم خوب جانتے ہیں کہ بلا بھی نعمت ہے لیکن اس نعمت کا تحمل ہم سے نہیں ہوتا۔ اس نعمت کو نعمت عافیت سے تبدیل فرما دیجئے۔

(۵) سود کی رقم سے طلبہ کو وظیفہ دینا جائز نہیں :

اگر کسی کالج یا اسکول کا روپیہ بینک میں جمع ہو اور اس سے سود آتا ہو اس سے طلباء کو وظائف لینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک شخص جواز کے لئے حسب قاعدہ فقہی تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک اصل روپیہ ادا نہ ہو جائے اس سے وظیفہ لینا جائز ہے۔ کیونکہ فقہی قاعدہ ہے کہ جو کچھ وصول ہو گا وہ اصل میں محسوب ہو گا۔ جب تک مقدار میں اصل سے زائد نہ ہو۔ والفضل ربوا سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ تحقیق فرمایا کہ اصل میں محسوب ہونا دیانتًا نہیں ہے۔ بلکہ قضاءً ہے۔ کیونکہ جب روپیہ جمع کرنے والے کی نیت سود لینے کی ہے اور وہ سود ہی سمجھ کر لیتا ہے اور بینک والے بھی سود ہی سمجھ کر دیتے ہیں۔ اس بناء پر وہ یہی سمجھ کر وظیفہ دیتا ہے کہ سود دیا جائے اور اصل کو محفوظ خیال کرتا ہے اور دیانات میں نیت معتبر ہوتی ہے۔ اس لئے اس سودی روپیہ میں سے لینے والے کو بھی گناہ ہو گا اور دیانتًا لینا جائز نہ ہو گا۔ اور ایسے مال سے تنخواہ لینے کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ مجبوری اور اشد ضرورت میں ان لوگوں کے قول پر عمل کر لے جو جواز ربوا فی دارالحرب کے قائل ہیں۔

(۶) عبادات کی اصلی غرض رضائے حق ہے :

عبادات میں مصالح دنیویہ بھی ہیں اور ان پر مرتب بھی ہوتے ہیں، لیکن اصلی غرض رضائے حق ہے۔ مصالح دنیویہ عبادات سے مقصود اور ان کی غرض

نہیں۔ المختصر یہ خیال کہ عبادات میں مصالح دنیویہ نہیں یا وہی غرض اور مقصود ہیں' دونوں غلط ہیں۔ یہ کیا اچھا حل ہے اس اشکال کا کہ احکام میں مصالح دنیویہ ماننے اور نہ ماننے دونوں میں شبہ ہوتا ہے۔ ماننے میں تو یہ کہ کیا دین سے دنیا مقصود ہے اور نہ ماننے میں یہ کہ کیا یہ احکام حکمت سے خالی ہیں۔

(۷) تسویہ صفوف کے لئے آخر تک ٹخنوں کا ملائے رکھنا ضروری نہیں

حدیث میں: "الزقوا المناکب بالمناکب والکعاب بالکعاب" آیا ہے۔ اور بعض روایات میں بجائے الزقوا کے حاذوا کا لفظ ہے۔ غیر مقلدین الزقوا کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ اس کا مشہور جواب تو یہ ہے کہ الزقوا بمعنی حاذوا ہے۔ مبالغہ کی وجہ سے الزقوا فرمادیا۔ کیونکہ مقصود محاذات اور تسویہ صفوف ہے۔ دوسرا جواب حضرت مولانا صاحب نے فرمایا جو نہایت لطیف ہے۔ وہ یہ ہے کہ الزقوا حقیقت ہی پر محمول ہے اور مطلب یہ ہے کہ صف برابر کرنے کے وقت اول مونڈھا مونڈھے سے اور ٹخنہ ٹخنے سے ملا کر دیکھ لیا کرو۔ گو پھر اس دیکھ لینے کے بعد ملا رکھنا ضرور نہ ہو۔ اس ملانے اور دیکھنے سے صف سیدھی ہو جائے گی۔ رہا یہ امر کہ صف سیدھی ہو جانے کے بعد حالت نماز میں بھی ٹخنہ سے ٹخنہ اور مونڈھے سے مونڈھا ملائے کھڑے رہو۔ اس سے حدیث ساکت ہے۔ اس پر کوئی دلالت نہیں۔

(۸) بضرورت و مصلحت احسان بیان کرنا جائز ہے:

ایک صاحب نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ میں انصار پر احسان جتایا۔ ارشاد فرمایا کہ بضرورت و مصلحت احسانات بیان کرنا جائز ہے۔ جیسے طالب علم سے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ محنت کی' تمہیں پڑھایا لیکن پھر بھی تم بے توجہی کرتے ہو اور اس سے تنبیہ مقصود ہوتی ہے۔ الغرض جہاں خود جتانا اور مخاطب پر طعن کرنا' تحقیر مقصود ہونا جائز ہے اور جہاں بیان کرنے

میں کوئی مصلحت ہو جائز ہے۔

(۹) گالی کا مدار حقیقت عرفیہ پر ہے :

سوال : خود بیان فرمایا کہ اگر کوئی کسی کو الو کا پٹھا کہے تو یہ اس کے باپ کو گالی دی یا نہیں؟ خود ہی جواب ارشاد فرمایا کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ باپ کو گالی ہے۔ لیکن محاورات میں اس کے باپ کو الو سے تشبیہ دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو ایسا بیوقوف ہے جیسا الو کا پٹھا ہوا کرتا ہے۔ یعنی خود اس کو الو کے پٹھے سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ حقیقت عرفیہ پر یہ توجیہ مبنی ہے۔

(۱۰) شکریہ کی جگہ تسلیم کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے :

جب کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے تو لینے والا اگر چھوٹا ہو تو شکریہ کے طور پر تسلیم کہتا ہے 'کیونکہ بعض وقت بڑے کو جزاک اللہ کہنے سے بے ادبی معلوم ہوتی ہے' اور بجائے السلام علیکم کے تسلیم کہنا خلاف سنت معلوم ہوتا ہے۔ تو کیا کہا کرے؟ ارشاد فرمایا کہ تسلیم سے یہاں سلام مقصود نہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے کہ بجائے شکریہ کے تسلیم کا لفظ کہہ دیتے ہیں اور اس میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ اس موقع پر السلام علیکم کا استعمال غالباً فی غیر محلّہ ہوگا۔

(۱۱) کسی کو غیر مستقل بالذات سمجھ کر ظاہری استعانت کی جا سکتی ہے:

سوال کیا گیا کہ ایاکَ نستعین حصر استعانت معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ کام کاج میں لوگوں سے استعانت کی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: مراد یہ ہے کہ بالاستقلال کسی کو معین سمجھ کر سوائے خدا کے کسی سے مدد نہ مانگنا چاہئے۔ باقی جو چیزیں لوگوں کے اختیار میں ہیں اس میں ان سے مدد لینا جائز ہے۔ کیونکہ وہاں ان کا غیر مستقل ہونا ظاہر ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ابھی خدا معذور یا بیکار کردے تو وہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ اسی طرح صوفیہ فیوض باطنی میں مشائخ احیاء و اموات سے

مستفیض ہوتے ہیں اور یہ کشف اور تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ نفع ہوتا ہے۔ اس لئے اس نفع کا ظنًا اعتقاد رکھنا جائز ہے۔ لیکن اس میں مستقل سمجھ کر اعانت کرنا جیسا کہ عوام کا اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ مستقل حاجت روا سمجھتے ہیں بالکل ناجائز ہے۔

(۱۲) قرائن سے تفاخر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے :

سوال کیا گیا کہ فخر تو ایک امر مبطن ہے۔ تو خواہ مخواہ کسی پر فخر کا گمان کرنا اور عمل کرنا کیا درست ہے؟ جواب میں فرمایا کہ حدیث نہی عن طعام المتبارئین میں حضور صلعم نے فخر کرنے والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ زبان سے کوئی بھی اقرار نہیں کرتا۔ پس اگر قرائن وغیرہ سے یہ بات نہیں معلوم ہوسکتی تو اس حدیث پر عمل کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرائن وغیرہ سے فخر معلوم ہوجاتا ہے' تو اس کا اعتبار کرنا جائز ہے۔

(۱۳) جبری سفارش جائز نہیں :

ایک صاحب نے کسی امیر کے پاس ایک مقدار مال دینے کی غرض سے سفارش چاہی۔ عذر کیا گیا کہ لوگوں پر جبر ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہوں۔ انہوں نے ایک عجیب تاویل کی کہ مال بلا طیب خاطر دینا جبر ہے تو یہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے۔ کیونکہ جبر میں ایلام قلب ہے اور مجاہدہ میں بھی یہی ہے اور تم لوگوں کو مجاہدے بتلاتے ہو تو اس مجاہدہ کے لئے بھی خط لکھ دو۔ جواب ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کی حالت جداگانہ ہے۔ جیسا مرض ہو ویسا علاج کیا جاوے گا۔ کسی کو مجاہدہ بالمال کی ضرورت ہے کسی کو نہیں۔ پھر یہ کیا ضرور ہے کہ اس مخاطب کے لئے مجاہدہ کی یہی صورت اختیار کی جائے۔ دوسرے اگر اس کو مجاہدہ بالمال ہی کی ضرورت ہو تو کیا ضرورت ہے کہ وہ مال تم ہی کو ملے۔

(۱۴) تلاوت کے کیسٹ کو بلا وضو چھو سکتے ہیں :

فونوگراف کی پلیٹ کو جس پر قرآن کا ریکارڈ ہو بے وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟ ظاہر میں تو جائز نہ ہونا چاہئے کہ اس پر نقوش متعلقہ قرآن ہیں۔ جواب ارشاد فرمایا کہ نقوش کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دال علی الحروف' دوسرا غیر دال علی الحروف۔ پس اگر ریکارڈ کے نقوش دیکھنے سے یہ امتیاز ہو سکتا یا آئندہ کبھی ہو جاوے کہ یہ قرآن ہے اور یہ غیر قرآن تو چھونا جائز نہ ہوتا۔ اب بے وضو چھونا جائز ہے۔

(۱۵) قرآن کریم ہدایت و اصلاح معاد کے لحاظ سے تبیاناً لکل شیء ہے

بعض لوگ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ قرآن میں تمام علوم ہیں۔ حتیٰ کہ تحقیقات جدیدہ اور صنائع وغیرہ کے اصول بھی اور "تبیاناً لکل شیء" سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا یہ صحیح نہیں۔ قرآن جس غرض اور غایت کے لئے نازل ہوا ہے یعنی ہدایت و اصلاح معاد' اس کے مسائل اس میں سب ہیں۔ "تبیاناً لکل شیء" سے مراد یہی ہے کہ تبیاناً لکل شیء من مہمات الدین۔ چنانچہ جابجا ھدًی ورحمة ونور وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ یہ اس کا صاف قرینہ ہے۔ اور قرآن کا یہ کیا کمال ہو گا کہ اس میں نجاری و حدادی یا تاریخ و جغرافیہ کا بیان ہو' یہ کوشش نازیبا ہے کہ سائنس کے مسائل کو قرآن کا مدلول قرار دیا جائے۔ کیونکہ سائنس میں غلطیاں ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ سینکڑوں برس سے جن باتوں کو یقینی سمجھتے تھے وہ غلط معلوم ہو رہی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی مسئلہ جس کو مدلول قرآن ٹھہرایا ہے غلط ثابت ہو جائے تو قرآن کی تغلیط لازم آئے گی۔

(۱۶) خلود ممکن تحت مشیت باری ہے :

اما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیها مادامت

السمٰوات والارض الا ماشاء ربك واما الذين شقوا ففی النار خالدين فيها مادامت السمٰوات والارض الا ماشاء ربك سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مادامت السمٰوات والارض خلود کے منافی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ قول محاورہ پر مبنی ہے۔ کہتے ہیں جب تک آسمان و زمین ہیں ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے اور مطلب یہ ہے کہ کبھی نہ کریں گے۔ لہٰذا خلود کے یہ منافی نہیں بلکہ خلود کی یہ تاکید ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اصل اشکال الا ماشاء ربك سے ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے خلود سے بھی کچھ لوگ مستثنیٰ ہوں گے۔ یعنی جنت میں جانے کے بعد بھی نکلیں گے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو ابن عباسؓ سے دوسری جگہ اسی کی مثل آیت میں منقول ہے: النار مثوٰكم خالدين فيها الا ماشاء الله میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مابمعنی من ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ دوزخ جانے والے اس میں ہمیشہ رہیں گے مگر جس کو خدا چاہے۔ ایسے ہی ان دونوں آیتوں میں مابمعنی من ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نیک بخت ہیں یعنی دنیا میں صالح معلوم ہوتے ہیں وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے مگر وہ جن کو خدا چاہے، یعنی اگرچہ نیک بختوں کے سے کام کرتے ہیں لیکن اگر جہنم میں جانے والے ہوتے ہیں تو برے بن جاتے ہیں۔ ان السعيد قديشقى ایسے ہی ان الشقی قد يسعد۔ دوسرا جواب شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے اردو ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ما مصدر یہ ہے اور یہ مع اپنے مدخول کے ظرف ہے۔ معنی یہ ہیں کہ خلود ہوگا مگر جب خدا چاہے گو خدا نہ ہی چاہے۔ حاصل یہ کہ خلود امکان اور تحت المشيه ہونے سے نہیں نکلا، یعنی خلود واجب تو ذات واجب کا مقتضی ہے اور خلود ممکن تحت مشیت باری داخل ہے، جب چاہے ختم کردے۔ اگرچہ ایسا ہوگا نہیں۔ اس سے خدا کی قدرت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

(۱۷) عالم آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کر سکتے :

واقعات آخرت کے استبعاد کے متعلق فرمایا: ہر عالم کی جداگانہ حالت ہوتی ہے اور اس کا الگ ایک خاصہ ہوتا ہے۔ اسی زمین کو لیجئے' اس کے ہر قطعہ کی حالت و عادت جدا جدا ہے۔ اسی زمین میں قطبین پر ایک شب و روز سال بھر کا ہوتا ہے اور دوسرے مقامات پر ۲۴ گھنٹے کا۔ توان یوماً عند ربك كالف سنة مما تعدون میں کیا استبعاد ہے۔ اسی طرح پل صراط پر چلنا' اگر ایسی باریک چیز پر چل سکنا خلاف عادت ہے تو اس عالم کی عادت کے خلاف ہے۔ وہاں ممکن ہے کہ یہی عادت ہو اور اس پر چلنا آسان ہو' بلکہ آخر یہاں بھی تو رسی پر لوگ چلتے ہیں' جو عام عادت کے خلاف ہے۔ جمادات اس عالم میں عموماً نہیں بولا کرتے' اگرچہ فونوگراف باوجود جماد ہونے کے آدمیوں کی طرح حروف و الفاظ کی بجنسہ آواز نکالتا ہے اور ممکن ہے کہ اس عالم کی یہی عادت ہو کہ جماد بھی بولا کرتے ہوں۔ غرضیکہ اس عالم کی حالت کو اس دنیاوی حالت پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ مولوی معنویؒ فرماتے ہیں :

غیب را ابرے و آبے دیگر است : آسمانے آفتابے دیگر است

(۱۸) مردوں کی ارواح کا دنیا میں آنا صحیح معلوم نہیں ہوتا:

کسی مردہ روح کا جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کسی پر آنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ گو بعض آثار سے ایسا شبہ ہو جاتا ہے' کیونکہ قرآن میں ہے کافر بعد موت کہتا ہے: رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا۔ انها کلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت اور قیامت کے مابین وہ ایسی حالت میں رہتے ہیں کہ دنیا میں آنے کی تمنا ہوتی ہے۔ لیکن برزخ یعنی حائل دنیا میں آنے سے باز رکھتا ہے اور عقلاً بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تنعم میں مردہ ہے تو اسے یہاں آکر لپٹنے پھرنے کی ضرورت کیا ہے اور اگر معذب ہے تو فرشتگان عذاب کیونکر چھوڑ سکتے ہیں کہ دوسروں کو

لپٹتا پھرے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے حدیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہی شیطان ہوتا ہو جس کا لوگوں پر اثر ہوتا ہو اور جس شخص پر مسلط تھا اسی کا نام لے دیتا ہو اور ممکن ہے کہ دوسرا کوئی شیطان ہو اور شیطان کے متعلق حدیث میں آیا ہے: یجری من الانسان مجری الدم او کما قال۔ غرضیکہ جنوں اور شیاطین کا اثر کہ وہ بھی شریر جن ہیں ہوتا ہے اور مردہ روحوں کا اثر جیسا کہ مشہور ہے صحیح نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ تصرف کرنے کے لئے ارواح کا آنا ضروری نہیں، دور سے بھی تصرف ہو سکتا ہے۔ جواب ارشاد فرمایا کہ احتمال تو ہے لیکن جب تک اس کی قوی دلیل نہ ہو اس احتمال کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ محض امکان کافی نہیں۔

(۱۹) موہم تعبیرات سے احتراز کرنا چاہئے :

ایک شخص ایک تصوف کی کتاب لائے۔ اس میں ایسی باتیں تھیں روزہ رکھنا بخل ہے۔ آخر میں تھا دل کو قابو میں لانا مردوں کا کام ہے۔ فرمایا کتاب اچھی ہے لیکن عوام کے لئے مضر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر دل قابو میں نہ لایا جائے تو بے اس کے روزہ بخل کے مثل ہے اور کامل جب ہی ہوگا جب دل بھی قابو میں ہو۔ اس کی نظیر قرآن میں ہے: لیس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الاخر۔ ظاہر ہے کہ یہاں یہ مقصود نہیں کہ استقبال قبلہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بغیر ایمان کے جو کہ اصل بر ہے استقبال محض معتبر نہیں۔

(۲۰) جس مباح سے فتنہ کا اندیشہ ہو واجب الترک ہے :

ایک شخص نے دریافت کیا کہ چمار کے گھر کا پکا ہوا کھانا اگر پاکی سے تیار ہوا ہو کھانا جائز ہے۔ پھر کھانے کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی یا نہیں؟ فرمایا محض چمار

کے چھونے سے نجس نہیں ہوتا' پاک اور جائز ہے۔ لیکن جہاں یہ مسئلہ ہے وہاں دوسرا مسئلہ بھی ہے کہ جس امر مباح سے شورش ہوتی ہو اسے ترک کرے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے محض بخیال شورش و فتنہ حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل نہ فرمایا۔

(۲۱) یہود و نصاریٰ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا جائز نہیں :

فرمایا ایسا ہی جواب میں اس وقت دیا کرتا ہوں جب یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانے کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں فی نفسہ جائز ہے لیکن یہ بھی مسئلہ ہے کہ کفار کے ساتھ مودت نہ کی جائے۔ پس یہ ممانعت غیر طاہر ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مودت کی وجہ سے ہے جو منہی عنہ ہے۔

(۲۲) انسان کا جھوٹا پاک ہے :

فرمایا ایک مرتبہ ایک دیہاتی آئے جو (سور الانسان طاھر) میں شبہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ کافر کا جھوٹا تو ناپاک اور ناجائز ہونا چاہئے۔ پھر یہ مسئلہ شریعت میں کیوں ہے کہ جھوٹا ناپاک نہیں؟ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کافر کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آدمی اپنے منہ کو زیادہ پاک رکھتا ہے یا ہاتھ کو؟ انہوں نے کہا منہ کو۔ کیونکہ منہ کوئی نجاست میں آلودہ نہیں کیا کرتا اور ہاتھ کو بعض وقت نجاست میں آلودہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے گو پھر دھو ڈالتا ہے۔ میں نے کہا جب ہاتھ کا چھوا کھاتے ہو جو نجس بھی ہو جاتا ہے تو پھر منہ کا لگا ہوا تو بدرجہ اولیٰ کھانا جائز ہو گا وہ مان گئے۔ دیہاتیوں کو سمجھانا بعض وقت مشکل ہوتا ہے۔ ان کے فہم کے موافق سمجھانا پڑتا ہے (مگر اس کے ساتھ اس سے اوپر کا ملفوظ دیکھ لیا جاوے) اور کسی کافر کا جھوٹا کھاتا نہ پھرے۔

(۲۳) جس چیز کی ضرورت نہیں ہوتی وہ عموماً ختم ہو جاتی ہے

غیر مقلد کہا کرتے ہیں کہ کیا حنفیوں کے پاس انقطاع اجتہاد کی وحی آگئی ہے، حالانکہ قدرتی قاعدہ ہے کہ ہر شے عموماً اپنی ضرورت کے وقت ہی ہوا کرتی ہے۔ جس فصل میں عموماً بارش کی جانب حاجت ہوتی ہے۔ اسی فصل میں بارش ہونے کا قاعدہ ہے۔ اسی طرح ہوائیں حاجت کے وقت چلا کرتی ہیں۔ جہاں سردی زیادہ ہوتی ہے وہاں کے جانوروں کے اون بڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب تک تدوین حدیث کی ضرورت تھی بڑے بڑے قوی حافظہ کے لوگ پیدا ہوتے تھے اب ویسے نہیں ہوتے (کاتب: اور تو اور اہل حدیث میں سے بھی کسی کو بخاری اور مسلم تک خود امام بخاری اور مسلم کی طرح مع سند حفظ نہیں) اسی طرح جب تک تدوین دین کی ضرورت تھی قوت اجتہادیہ لوگوں میں بخوبی موجود تھی، اب چونکہ دین مدون ہو چکا ہے اور اصول و قواعد ممہد ہو چکے ہیں اب اجتہاد کی اتنی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں جس قدر اجتہاد کی اب بھی ضرورت پڑتی ہے اتنی قوت اجتہادیہ باقی ہے۔ (کاتب: یعنی اصول مجتہدین کے تحت میں جزئیات جدیدہ کا حکم استخراج کر لینا)

(۲۴) روضہ اقدس کی زیارت مثل زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

فرمایا کہ ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ اور ایک متشدد غیر مقلد سے مناظرہ ہوا وہ غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا۔ ولا تشد الرحال الا الی ثلثہ مساجد استدلال تھا۔ حضرت نے فرمایا کیا زیارت ابوین طلب علم وغیرہ کے لئے سفر جائز نہیں۔ اس کا اس نے جواب نہیں دیا۔ پھر وہ کہنے لگا: اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض واجب تو ہو گا نہیں کہ خواہ مخواہ جائے۔ حضرت نے فرمایا ہاں شرعاً تو فرض نہیں لیکن طریق عشق میں تو ہے خیال کیجئے سلیمانؑ بیت المقدس بنائیں اور وہ قبلہ بن جائے۔ حضرت ابراہیمؑ مسجد بنائیں اور قبلہ قرار پائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد بنائیں تو وہ کیا اتنی بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں۔ چونکہ حضرت

ﷺ کی شان عبودیت تھی اور شہرت ناپسند تھی۔ اس لئے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی۔ اس شخص نے کہا مسجد نبوی ﷺ کے لئے تو جانا جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مسجد نبوی ﷺ میں فضیلت آئی کہاں سے' وہ حضرت ﷺ کی وجہ سے ہے۔ تو مسجد کے لئے تو جانا جائز ہوا اور صاحب مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی ان کی زیارت کے لئے جانا ناجائز ہو' عجیب تماشا ہے۔ وہ لاجواب ہوئے' اور اگر کہے کہ آپ کی زیارت کہاں ہوتی ہے صرف قبر کی ہوتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ نے دونوں کو مساوی فرمایا ہے: من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی۔ اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا: اهدنا الصراط المستقیم پڑھتے وقت معنی کا خیال کر کے پڑھا کرو اور ہدایت کی دعا مانگا کرو۔ وہ کہنے لگا مجھے اس بارہ میں دعائے ہدایت کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے فرمایا دعا کرنے میں حرج کیا ہے۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اگر حق پر نہ ہوں تو خدا ہدایت کرے۔ اس کے بعد قریب ہی مغرب کی نماز میں وہ غیر مقلدی کی وجہ سے گرفتار کرلیا گیا۔ پھر اس نے کہا کہ میں تو مدینہ منورہ جاؤں گا' اس وقت چھوڑا گیا اور مدینہ روانہ ہو گیا۔

(۲۵) غیر مقلدین کی اقتداء مناسب نہیں:

امامت غیر مقلد کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا کہ پہلے تو میں کوئی حرج نہ سمجھتا تھا لیکن ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک بار میں ایک جگہ گیا۔ وہاں ایک غیر مقلد بھی آئے تھے اور وہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے اس میں اقتداء کرلیا۔ ان کے پیر میں ایک پٹی بندھی تھی' مجھے خیال بھی نہ ہوا۔ مغرب کے وقت وہ میرے پاس وضو کرنے بیٹھے' میں نے دیکھا کہ انہوں نے پیر پر مسح کرلیا' حالانکہ زخم بہت تھوڑا سا تھا۔ میں نے کہا مسح کافی نہیں' جہاں زخم نہیں ہے اور دھونے سے ضرر نہیں ہوتا اس کو دھونا چاہئے۔ انہوں نے کچھ التفات نہیں کیا۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ عصر

کی نماز بھی انہوں نے ایسے ہی وضو سے پڑھائی ہے اور ظاہر ہے کہ جب وضو نہیں ہوا تو ان کی نماز کب ہوئی اور جب خود ان کی نماز نہیں ہوئی تو اقتداء کیسے ہوا۔ غرض میں نے نماز کا اعادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اعادہ کے لئے کہا۔ اس کے علاوہ مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ یہ لوگ کلوخ سے استنجا نہیں کرتے اور ہندوستان کے لوگوں کے قویٰ ایسے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کسی کو قطرہ نہ آتا ہو' ورنہ اکثر کو آتا ہے۔ اگر متصل وضو کیا تو وضو نہیں ہوتا یا کم از کم پائجامہ تو ضرور نجس ہوتا ہے۔ اگر بقدر درہم ہو جائے تو نماز نہیں ہوتی' اس لئے اقتداء مناسب نہیں۔

(۲۶) اونچی آمین کہنے میں غیر مقلدین کی نیت فاسد ہوتی ہے:

ایک مرتبہ محمد مظہر سلمہ (برادر خورد مولانا صاحب) میرے ساتھ قنوج گئے۔ وہاں جامع مسجد میں غیر مقلد بھی آئے تھے۔ لوگوں نے ان سے تعرض کرنا چاہا۔ میں نے منع کر دیا' لوگ مان گئے۔ اس کے بعد پہلی رکعت میں ان میں سے زیادہ لوگوں نے آمین پکار کر کہی اور جب دیکھا کہ کسی نے کچھ نہیں کہا تو دوسری رکعت میں پہلے سے کم لوگوں نے آمین کہی۔ مجھے شبہ ہوا کرتا تھا کہ ان کے پکار کر آمین کہنے سے جو انقباض ہوا کرتا ہے یہ خباثت نفس کی دلیل ہے' کیونکہ جو فعل سنت ہو اس سے انقباض کے کیا معنی۔ نماز کے بعد محمد مظہر نے ایک لطیفہ بیان کیا جس سے وہ شبہ جاتا رہا' وہ کہنے لگے یہ لوگ جس طرز سے آمین کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیت فاسد ہے۔ مقلدین کو چڑانے کی نیت زیادہ تر ہوتی ہے۔ کیونکہ آمین دعا ہے اور اس میں خشوع و خضوع اور پستی کے آثار نمایاں ہونے چاہئیں خواہ زور ہی سے دعا کی جائے اور ان کے آمین کہنے میں یہ بات معلوم نہیں معلوم ہوتی۔ ایک لٹھ سا مارتے ہیں' خشوع خضوع کے آثار معلوم نہیں ہوتے۔

(۲۷) مشاجرات صحابہؓ میں کسی جانب کو خاطی کہنا صحیح نہیں:

ایک بار منشی صفدر حسین صاحب کاکوری کے پاس کانپور میں مجھے قاضی وصی

الدین صاحب لے گئے۔ منشی صاحب کے خیالات حضرت معاویہ ؓ کے متعلق شیعوں کے سے تھے۔ قاضی صاحب نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آئے ہیں، جو آپ کے شبہات ہوں دور کر لیجئے۔ وہ بولے کہ میرے شبہات کوئی کیا دور کرے گا۔ میرا شبہ تاریخی ہے۔ حضرت معاویہ ؓ نے (وہ تو صرف معاویہ ہی کہتے تھے، میں نے حضرت کا لفظ بڑھایا ہے) حضرت علی ؓ کو برا بھلا کہنے اور نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا جس کی تاریخ شاہد ہے اور حدیث میں آیا ہے: من سب اصحابی فقد سبنی الحدیث۔ پس وہ اس حدیث میں داخل ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ اس حدیث میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی کہے کہ جو میرے لڑکے کو آنکھ دکھائے گا اس کی آنکھ نکال لوں گا۔ تو محاورات میں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اگر اسی کا دوسرا بیٹا اپنے بھائی کو آنکھ دکھلائے تو اس کی بھی آنکھ نکال لے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی اور ایسا کرے گا تو اس کی یہ سزا ہوگی۔ اس بنا پر حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ اگر کوئی غیر صحابی مثلاً میں یا آپ صحابہ کو برا کہے تو وہ اس وعید میں داخل ہے۔ یہ نہیں کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کو کہے، وہ چپ ہو گئے اور ایک دوسرے شخص سے کہنے لگے کہ یہ ذہانت کی بات مولوی صاحب نے کہہ دی۔ میں نے کہا ٹھیک بات تو ذہانت ہی کی ہوتی ہے کیا میں غباوت کی بات کہتا۔

حصہ ہشتم

☆ دعوات عبدیت ☆

(۱) ہر بات میں دلیل کا مطالبہ کرنا غلط ہے :

فرمایا کہ ہر عمل کا مدار اعتماد پر ہوتا ہے۔ مثلاً باورچی نے کھانا سامنے لاکر رکھ دیا۔ اب صرف اس کے اعتماد پر کھانا کھالیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کہیں زہر نہ ملا دیا ہو (چنانچہ بعض وقت ایسا ہوتا بھی ہے) اب دیکھئے یہاں پر زہر ملانے کے احتمال کا خیال نہیں کیا جاتا۔ علیٰ ہذا تاجر لوگ کروڑوں روپیہ کی تجارت صرف ملازمین کے اعتماد پر کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات ملازم لوگ بہت سامان غبن کر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح بادشاہوں کا بھی سارا کام نوکر چاکر ہی کے ذریعہ سے چلتا ہے۔ اسی طرح دین کا بھی کل کام اعتماد پر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید کو قرآن مجید ماننا علماء کے اعتماد پر ہے اور اس زمانہ کے علماء کو اپنے سے اگلے علماء پر، پھر ان کو صحابہ کرام پر، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ پس ثابت ہوا کہ کل کام خواہ دین کا ہو یا دنیا کا، سب کا دارومدار اعتماد ہی پر ہے۔ اب عوام کو ہر امر دین میں دلیل تلاش کرنا غلطی عظیم ہے۔

(۲) عرفی شرفاء زیادہ بے باک ہوتے ہیں :

ایک شخص نے دریافت کیا کہ عندالنکاح زوجین کو کلمہ پڑھانے کا جو دستور ہے وہ کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس کا کوئی ثبوت میری نگاہ سے تو گزرا نہیں، مگر ایک مولوی صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے بحرالرائق میں دیکھا ہے۔ اگر ہوگا تو امر استحبابی ہوگا وجوب کا حکم نہ ہوگا۔ کیونکہ عندالنکاح واجب ہونے کی کوئی دلیل

نہیں معلوم ہوتی۔ پھر سائل نے عرض کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شرفاء سے کلمہ نہ پڑھوانا چاہئے۔ رذیل لوگوں سے مثلاً کنجڑے قصائی سے پڑھوانا چاہئے۔ فرمایا بلکہ شرفاء ہی سے پڑھوانا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ بڑے بیباک ہوتے ہیں۔ جس کو جی چاہتا ہے کہہ ڈالتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اس لئے ان کے ایمان میں نقصان کا زیادہ احتمال ہے۔ کنجڑے قصائی تو بے چارے بہت ڈرتے ہیں۔ وہ لوگ جس طرح انسانوں سے ڈرتے ہیں اسی طرح خدا و رسول اللہ ﷺ سے بھی ڈرتے ہیں۔ تو بھلا جو لوگ اس قدر ڈرنے والے ہوں گے ان کی کب ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ بے ادبی کا کلمہ زبان سے نکالیں۔ دیکھئے ابھی حال کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شریف اور ایک چمار میں دوستی تھی اور اس چمار کا بڑا بھائی اس سے کہتا تھا کہ دیکھ تو اس کے ساتھ مت رہا کر ورنہ خراب ہوگا۔ مگر وہ نہ مانا۔ آخر کار ایک روز شریف زادہ نے ایک عورت سے زنا بالجبر کیا۔ جب پولیس کو خبر ہوئی تو دونوں گرفتار کئے گئے۔ جب چمار کے بھائی کو خبر ہوئی تو وہ اس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ دیکھ میں تجھ سے نہ کہتا تھا کہ اس کی صحبت چھوڑ دے ورنہ خراب ہوگا۔ مگر تو نے میرا کہنا نہ مانا اور مصیبت میں گرفتار ہوا۔ تو اب شریف رذیل ہو گئے ہیں اور رذیل شریف بن گئے ہیں۔ لہٰذا شرافت باقی نہیں ہے' صرف دعویٰ ہی دعویٰ باقی ہے۔ چنانچہ کسی نے خوب کہا ہے :

ہے شرافت تو کہاں بس شر و آفت ہے فقط

ست ریاست سے گیا صرف ریا باقی ہے

(۳) غیر صحابی، صحابی کے درجہ کو کسی حالت میں بھی نہیں پہنچ سکتا

فرمایا کہ غیر صحابی خواہ کتنا ہی بڑھ جائے لیکن صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت غوث اعظمؒ سے حضرت معاویہؓ کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کسی گھوڑے پر سوار ہوں اور اس کے پیروں کی گرد اڑ کر اس

گھوڑے کی ناک میں پڑ جائے تو وہ گرد جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں ہے وہ عمر بن عبدالعزیز، اویس قرنی سے بھی افضل ہے۔ پس غیر صحابی خواہ غوث ہو یا قطب ولی ہو یا ابدال، مگر صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور حدیث میں بھی اس کی تائید آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر صحابی ایک مد اللہ کی راہ میں صرف کرے تو دوسرے کا پہاڑ احد کے برابر خرچ کرنا بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا اور نیز ماعز اسلمی کے قصہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو بھی صحابہ کی تحقیر جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ غیر صحابی کو درست ہو۔

(۴) غیر حاجی کو حج بدل نہیں کرنا چاہیے :

فرمایا کہ جس نے حج نہیں کیا اس کو حج بدل کرنا مکروہ ہے۔

(۵) شریعت کا حکم سمجھ کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے :

فرمایا کہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھا چوما کرتے ہیں یہ بدعت ہے و نیز انگوٹھے کو چوم کر آنکھوں پر مل لیتے ہیں، تو یہ بھی بدعت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں اس کا کہیں حکم نہیں ہے۔ ایک حدیث میں جو اس کا ثبوت ہے تو وہ علاجاً ہے نہ کہ ثواباً۔ تو جیسا کہ پھونک جھاڑ موافق شرع کے درست ہے، ایسا ہی اگر کوئی شخص درد چشم کے علاج کے لئے ایسا کرے تو اس کے لئے فی نفسہ درست ہے۔ گو ایہام کے محل میں اس سے بھی روکا جاوے گا۔ اس وقت میں اس کی ایسی مثال ہوگی کہ اگر کوئی شخص گل بنفشہ کا استعمال کسی مرض میں دوا سمجھ کر کرے تو جائز ہے اور اگر ثواب سمجھ کر کرے تو ناجائز ہوگا۔ کیونکہ اس کا ثواب سمجھ کر استعمال کرنا ایسا ہے جیسا کہ شریعت میں ایک نیا حکم اضافہ کر دیا۔ چنانچہ قانون سرکاری میں بھی اسی طرح ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص قانونی کتاب میں ایک نیا قانون داخل کرے اگرچہ وہ قانون دوسرے قانون کا موید ہو لیکن حاکم بالا کو اگر اس کی خبر

ہو جاوے تو فوراً باز پرس کرے گا اور کہے گا کہ تم کون ہوتے ہو قانون کے ایجاد کرنے والے۔ علیٰ ہذا شریعت میں بھی اسی طرح حکم ہے کہ نیا مسئلہ اپنی طرف سے ہرگز نہ ایجاد کرے۔

(٦) مقبولان خدا کی محبت پہلے خواص میں ہوتی ہے :

فرمایا کہ مقبولان خدا سے پہلے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں۔ بعدہ ملائکہ مقربین، بعد ازاں عام ملائکہ، اسی طرح دنیا میں بھی اول جو لوگ مقبول ہیں وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بعد عوام لوگ محبت کرتے ہیں۔

(٧) منتہی کو بھی میلان الی المعصیۃ ہوتا ہے :

فرمایا کہ کبھی منتہی کو بھی میلان الی المعصیۃ ہوتا ہے اور یہ نقص نہیں ہے مگر اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا چاہئے اور مبتدی اور منتہی میں فرق یہ ہے کہ جیسا کہ ایک شائستہ گھوڑا اور ایک شریر گھوڑا۔ شائستہ گھوڑا بھی شرارت کرتا ہے مگر وہ ذرا سی تنبیہہ پر رک جاتا ہے بخلاف شریر کے کہ اس کو زیادہ تنبیہہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

(٨) دنیوی فن کافر سے بھی سیکھ سکتے ہیں :

فرمایا کہ ریاضات چونکہ علاج و تدبیر ہیں اس لئے کفار سے بھی اخذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں سے طب پڑھنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودا تھا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خبر دینے سے کہ اہل فارس ایسا کرتے ہیں۔

(٩) سماع میں کئی طرح کا ضرر ہے :

قال الجامع غفرله فی تحقیق السماع۔ قال ان فیه انواعا من الضرر۔ الضرر الاول قلة میلان صاحبه الی

العبادات ولهذا ترك بعض الصوفية السماع فی آخر عمره۔ والثانی ان فیه لذة النفس وهی خلاف المجاهدة۔ والثالث ان احدا من المشائخ لم یامر اصحابه بالسماع کما امرهم بالذکر۔

(۱۰) مبتدی اور منتہی کے حالات میں ویسے ہی فرق ہوتا ہے جیسے مریض اور صحیح کی تندرستی میں :

قال الفرق بین تلوین المبتدی ای تغیر حالاته وبین تفاوت الکاملین کما بین تغیر المریض والصحیح۔

(۱۱) صحابہ کرام کی محبت کا رنگ انس اور متاخرین کی محبت کا رنگ شوق ہے :

قال کان لون حب الصحابة الانس ولون حب المتاخرین حالات الشوق۔

(۱۲) گناہ جاہی پر ندامت نہیں ہوتی :

فرمایا کہ ارشاد فرمایا حضرت حاجی صاحب مرحوم و مغفور نے کہ غیبت گناہ جاہی ہے اور زنا گناہ باہی ہے اور گناہ جاہی پر ندامت نہیں ہوتی۔

(۱۳) ذکر میں اعتدال اختیار کرنا چاہئے :

فرمایا ذکر کے وقت طبیعت کو بہت زیادہ مقید نہ کرنا چاہئے بلکہ اس میں متوسط درجہ رکھنا چاہئے' کیونکہ نفس کو آرام دینے میں کام زیادہ ہوتا ہے۔ نیز ترتب ثمرات میں توقف ہوتا ہے تو اس کو شکایت نہیں ہوتی۔ سمجھتا ہے کہ میں مجاہدہ ہی کیا کرتا ہوں۔

(۱۴) شیخ کو معالج کامل سمجھے :

فرمایا کہ معالج امراض باطن کو شیخ کامل بالیقین کہہ سکتے ہیں۔ ہاں ولی کہنا بالیقین ناجائز ہے۔

(۱۵) غیر متقی کو بھی وسوسہ نہیں آتا :

فرمایا کہ مکان میں چور نہ آنے کی دو وجہ ہے۔ ایک یہ کہ متاع ہی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ متاع تو ہے مگر اس قدر محفوظ ہے کہ اس کو ملنے کی امید ہی نہیں ہے۔ اسی لئے نہ تو غیر متقی کو وسوسہ آتا ہے اور نہ صاحب نسبت کاملہ کو۔

(۱۶) خشوع بدون عبادت مقصود نہیں :

فرمایا کہ جیسے حرارت کی اقسام ہیں ایک حرارت نار کی دوسری حرارت دھوپ کی، مگر پختگی طعام میں مقصود حرارت نار کی ہوتی ہے۔ اسی طرح بدون عبادت خالی خشوع و خضوع مقصود نہیں ہے۔ جیسا بعض منکرین شرع کا جہل ہے۔ مقصود شارع کو وہی خشوع و خضوع ہے جو عبادات کے ساتھ مقرون ہو۔

(۱۷) توسع فی اللذات میں حکمت ہے :

فرمایا کہ بعض اولیاء نعماء میں ظل نعماء آخرت مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس لئے توسع فی اللذات کرتے ہیں۔ کذا قال السید المرشد الاعظم نور اللّٰہ مرقدہ۔ اور اس کی تائید ہدایہ میں بھی ہے کہ انہوں نے حریر بقدر چار انگشت کے جواز کی یہ حکمت فرمائی ہے کہ وہ حریر جنت کا نمونہ ہو جاوے۔

(۱۸) صورت دین، دین نہیں :

فرمایا کہ ایک فرقہ محدثہ کے حق میں مجھ کو بوجہ ان کے ظاہراً دین دار ہونے کے تردد تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اس مجمع میں ہوں اور وہ لوگ چھاچھ تقسیم کر رہے ہیں۔ مجھ کو بھی دینا چاہا مگر میں نے نہیں پی۔ تعبیر یہ سمجھی کہ حدیث

میں دین کی صورت مثالیہ دودھ کی آئی ہے اور چھاچھ صورت دودھ کی ہے مگر اسمیں معنے دودھ کے نہیں۔ پس تعبیر یہ ہوئی کہ ان لوگوں کا طریقہ صورت دین ہے مگر معنی دین سے معرا ہے۔

(۱۹) خلاف تجوید پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے :

فرمایا کہ قراءت کلام مجید کی خواہ حرفوں کو بدل کر مثلاً (ق) کی جگہ (گ) یا (ت) کی جگہ (ط)۔ (ب) کی جگہ (چ) علیٰ ہذا جس طرح سے پڑھا جاوے نماز ہو جاوے گی۔ اور ملک عرب میں بہت بدل کر پڑھتے ہیں مگر نماز سب کی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ بعض اس کے خلاف بھی ہیں۔ مگر صحت کی کوشش نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوں گے' اور نماز ہو جانے سے وجوب تجوید ساقط نہ ہو گا۔

(۲۰) ہماری عبادات بے ڈھنگے کی خدمت کی طرح ہیں :

فرمایا کہ ہماری عبادت تو ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی شیخ یا رئیس کی خدمت کرے اور وہ شخص خدمت کا طریقہ نہ جانتا ہو اور شیخ اس کی خدمت کو ناپسند بھی کرتا ہو مگر صرف اس کی دل شکنی کی وجہ سے منع نہیں کرتا اگرچہ ان کو تکلیف بھی ہو رہی ہے۔ مگر یہ سمجھتا ہے کہ ان کو راحت ہو رہی ہے۔ اسی طرح ہماری عبادت بھی ہے کہ اللہ میاں کے پسند تو نہیں ہے مگر صرف اپنی عنایت کی وجہ سے کچھ کہتے بھی نہیں۔ پس ہم کو چاہئے کہ اس پر مغرور نہ ہوں اور اس پر نظر نہ کریں اور نجات کی امید اس کی رحمت سے رکھیں۔

(۲۱) فال پر اعتقاد رکھنا درست نہیں :

فرمایا کہ قرآن مجید میں یا دیوان حافظ یا مثنوی روم میں فال دیکھنا تو درست ہے مگر اس پر اعتقاد نہ کرے اور نہ اس کو سچ جانے بلکہ محض اپنے دل خوش کرنے کے لئے درست ہے۔

(۲۲) محرمات شرعیہ کی مثال شاہی اشیاء کی ہے :

فرمایا کہ محرمات شرعیہ کی مثال مثل بادشاہی چیزوں کے ہے۔ مثلاً بادشاہ نے یہ فرمایا کہ ان چیزوں کو ہاتھ مت لگاؤ تو بس جن چیزوں کے چھونے سے منع کیا ہے ان کو ہرگز نہ چھونا چاہئے۔ اگرچہ کل چیزیں بادشاہ کی ہیں مگر ممانعت کی وجہ سے ان کو چھونا ہرگز درست نہ ہوگا اور اگر بلا اجازت چھو لے گا تو مجرم قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مثل بادشاہ کے ہیں اور ہم لوگ مثل غلام کے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے اجنبی عورتوں کے دیکھنے کلام کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ تو ان عورتوں کو برا سمجھنا ضروری نہیں' وہ مثل شاہی چیزوں کے اچھی بھی ہوں تب بھی بوجہ منع کے ہم کو چاہئے کہ ہرگز ان سے کلام نہ کریں اور نہ ان کو دیکھیں بلکہ بیعت کے وقت بھی ان سے ہاتھ نہ لگائیں' صرف زبانی بیعت کر لیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ممانعت اس لئے ہے کہ کہیں ناجائز فعل نہ ہو جائے اور مجھ کو اطمینان ہے کہ مجھ سے کوئی فعل ناجائز نہ ہوگا تو پس ایسی حالت میں کلام کرنا درست ہے۔ تو یہ بھی ہرگز جائز نہیں ہو سکتا اور یہ خیال بالکل غلط ہے' کیونکہ اس میں رفتہ رفتہ تعشق و محبت بڑھ جاوے گا۔ پھر اپنی طبیعت قابو میں نہ رہے گی اور بوسہ و کنار وغیرہ بھی سرزد ہو جائے گا جو کہ حرام ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو چاہئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے اس کے پاس ہرگز نہ پھٹکیں' ورنہ خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

(۲۳) عوام کو احکام کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں :

فرمایا کہ احکام شرعیہ کی علت عوام کے سامنے ہرگز نہیں بیان کرنی چاہئے بلکہ ضوابط کی پابندی کرانی چاہئے ورنہ خطرہ کا قوی اندیشہ ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسا کہ صاحب کلکٹر نے ایک مجرم کو کسی دفعہ کی بنا پر سزا کا حکم کر دیا اور فوراً اس کی تعمیل ہو گئی مگر وہ مجرم صاحب مذکور سے اس کی دفعہ کی علت ہرگز نہیں دریافت کر سکتا اور جرات کر کے دریافت بھی کرے گا تو صاحب مذکور اس کو ڈانٹ

کر کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے' بس قانون یہ ہے اور اگرچہ ہم علت جانتے بھی ہیں مگر نہیں بتاتے اور لوگ بھی اس کے اس جواب کی معقولیت کو تسلیم کرلیں گے اور مجرم کے اعتراض کو مہمل اور اس کو احمق قرار دیں گے۔ کیوں صاحب اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہی انصاف ہے کہ حاکم دنیوی کا فیصلہ تو بسرو چشم مان لیں اور کچھ اعتراض نہ کریں اور احکام شرعیہ پر سینکڑوں اعتراض کریں۔ معلوم ہوا کہ شریعت کی قدر اتنی بھی نہیں ہے جتنی حاکم دنیوی کے حکم کی۔ اگر قدر ہوتی تو جس طرح حاکم دنیوی کے حکم کو مان لیتے ہیں اور کچھ اعتراض نہیں کرتے اسی طرح شرعی احکام کو بھی بغیر اعتراض کے مان لیتے۔

(۲۴) کھانا رغبت سے کھانا چاہئے :

فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ کھانا جلدی جلدی کھایا کرو اس کی وجہ یہ ہے کہ جلدی جلدی کھانے میں رغبت معلوم ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ کھانے میں بے رغبتی معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا عطیہ بے رغبتی سے کھانا بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے۔

(۲۵) گرا ہوا لقمہ عطیہ شاہی ہے :

فرمایا کہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جو لقمہ کھاتے وقت گر جاوے اس کو صاف کر کے کھا لیا کرو' اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ وہ عطیہ شاہی ہے۔ کیا اگر بادشاہ کوئی چیز دے کر اپنے سامنے کھانے کو کہے اور اس میں سے کچھ گر جاوے تو کیا یہ شخص اس کو اٹھا کر نہ کھالے گا۔ (خادم سے مراد عبدالرحمٰن ہے) خادم کہتا ہے کہ ہمارے مولانا صاحب کا اس پر پورے طور سے عمل ہے۔ چنانچہ ایک معتبر آدمی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سفر ریل میں ہمراہ حضرت مرشدی کے تھا اور کھانا کھانا شروع کیا۔ آپ کے ہمراہ چند اور بھی تھے۔ اتفاق سے ایک بوٹی گوشت کی زمین پر گر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو دھو کر لاؤ' میں کھاؤں گا۔ حضرت کے ایک مرید بولے کہ میں

کھاؤں گا آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری طبیعت میں کوئی کراہت نہ ہو تو تمہیں کھالینا ورنہ میں ہی کھاؤں گا۔

(۲۶) صحابہ کرامؓ اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے :

فرمایا کہ آج کل ہم لوگوں میں غفلت بہت بڑھ گئی ہے۔ جو کام کرتے ہیں بڑی بے پرواہی و بے انتظامی کے ساتھ کرتے ہیں اور صحابہ کرامؓ وغیرہ کا جو کام دیکھا جاتا ہے سب میں اعلیٰ درجہ کا انتظام پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ادنی ادنی چیز کا اتنا انتظام کرتے تھے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ آپ کی ایک عادت یہ تھی کہ آپ نے نو رکابیاں ایک قسم کی بنوائی تھیں۔ جب کوئی چیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس بھیجنی ہوتی تھی تو انہیں رکابیوں میں بھیجا کرتے تھے اور پھر ان کو فوراً منگا لیتے تھے اور اگر کبھی کسی کے حصہ میں کچھ کمی ہوتی تو وہ کمی والا حصہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں بھیجتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ آپ کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے فرماتے تھے کہ اگر کم ہو تو انہیں کے حصہ میں ہونا چاہئے۔ تمام عمر اسی طرح گزار دی۔ اب یہاں پر خیال کرنا چاہئے کہ باوجودیکہ یہ کوئی ایسا کام نہ تھا کہ جس کا اتنا بڑا انتظام کرتے مگر تاہم یہ حضرات ذرا ذرا سی بات کا بھی بڑا انتظام کرتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھئے کہ آپ ہر ہفتہ کو مسجد قبا کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور کوئی ہفتہ ناغہ نہیں ہوا اور اسی طرح ساری عمر گزار دی۔

(۲۷) دعا کا دیر سے قبول ہونا مبنی بر حکمت ہے :

فرمایا کہ بعض وقت دعا کا قبول نہ ہونا زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ قبول ہونے سے کیونکہ بعض وقت دیر اسی واسطے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا رونا گڑگڑانا پسند ہوتا ہے اس لئے دیر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی مثال دنیا میں بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ بعض وقت ہم لوگ اپنے گھر والوں کے واسطے کوئی چیز لاتے ہیں تو جس سے کہ کم

تعلق ہوتا ہے اس کو فوراً دے دیتے ہیں اور جس سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اس کو خوب دق کرکے دیتے ہیں۔ مثلاً لڑکوں کو خوب دق کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ لو، پھر جب وہ لینے چلتا ہے فوراً ہاتھ کو ہٹا لیتے ہیں۔ کبھی اس شے کو طاق میں رکھ دیتے ہیں، کبھی کچھ دے کر چھین لیتے ہیں۔ غرضیکہ دق کرکے جب دیتے ہیں تاکہ اس کا تماشا دیکھیں۔ اگر فوراً دے دیں تو پھر تماشا کس طرح دیکھنے میں آئے۔ اسی طرح بعض وقت اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بعض بندہ کا رونا چلانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے دیر ہوتی ہے قبول دعا میں۔

(۲۸) نسبت باطنیہ صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی :

فرمایا کہ نسبت باطنیہ کے سینہ بسینہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ جملہ صنائع میں مناسبت صحبت سے حاصل ہوتی ہے کتابوں سے نہیں حاصل ہوتی۔ سینہ بسینہ کے یہ معنی ہیں۔

(۲۹) خود کو ناقص سمجھنے والا زیادہ ترقی کرتا ہے :

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شمس تبریزیؒ نے مولانا رومی سے پوچھا کہ ایک شخص تو کہتا ہے سبحانی ما اعظم شانی اور دوسرا ما عرفناك حق معرفتك ان میں کون زیادہ تر عارف باللہ ہے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ اول کی معرفت محدود ہے اور دوسرے کی غیر محدود ہے۔ پس یہ دوسرا زیادہ عارف ہے اور روز بروز ترقی میں ہے۔

(۳۰) مجاہدہ میں اعتدال ملحوظ رکھے :

تاریخ ایضاً۔ خواجہ نقشبندؒ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ صحابہؓ جو کی روٹی بلا چھنی ہوئی پھونک مار کر کھایا کرتے تھے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا، لیکن چونکہ عادت اس قسم کی روٹی کھانے کی کسی کی نہیں تھی۔ شکم میں

سب کے درد اٹھا۔ خواجہ نقشبندؒ نے اس پر فرمایا کہ بھائی ہم لوگ ضعیف ہیں، ان لوگوں کی ہمسری کرنا سوء ادب ہے ہم لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا اس سے تکلیف ہوئی، ہم لوگوں کو چاہئے کہ اسی طرح کی روٹی کھایا کریں۔

(۳۱) اپنی حیثیت سے بڑھ کر خواہش نہ کرے :

تاریخ ایضاً۔ ایک شخص نے جناب حاجی صاحبؒ سے اس بات کی درخواست کی کہ ہم کو کوئی ایسی چیز بتلایئے کہ زیارت حضور ﷺ کی خواب میں میسر ہو۔ فرمایا کہ بھائی تمہارا بڑا حوصلہ ہے کہ حضور ﷺ کی زیارت کی تمنا کرتے ہو۔ ہم کو گنبد ہی اگر کبھی نظر آجائے تو بھی ہمارے لئے بہت ہے۔

(۳۲) اصل چیز رضائے حق ہے :

اثناء ذکر احوال و معارف میں ارشاد فرمایا کہ احوال تو کافروں کو بھی ہوتے ہیں۔ بڑی چیز معصیت سے نفرت اور اطاعت کی رغبت اور خشیت اور رضاء حق تعالیٰ کی ہے، اگر میسر ہو جاوے۔

(۳۳) حضرت حاجی صاحبؒ کی اہلیہ انتہائی صالحہ تھیں :

تاریخ ایضاً۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی بی بی بہت صالحہ تھیں۔ جن عورتوں نے بی بی صاحبہ کو دیکھا ہے ان کا بیان ہے کہ حاجی صاحب میں اور ان میں فرق صرف عورت و مرد کا تھا، ورنہ سب باتوں میں جیسے حاجی صاحب تھے ویسے ہی وہ تھیں۔

(۳۴) اہلیہ حضرت حاجی صاحبؒ عاملہ فاضلہ تھیں :

تاریخ ایضاً۔ ایک روز حاجی صاحب کے یہاں مثنوی شریف کا درس ہو رہا تھا اور سامعین میں طالب علمانہ کچھ بحث تھی۔ بی بی صاحبہؒ سنتی تھیں۔ سنا کہ فرماتی تھیں اگر شرعاً منع نہ ہوتا تو میں جا کر سب بتلا دیتی۔

(۳۵) عاشق نامراد ہوتا ہے :

تاریخ ایضاً۔ ایک شخص نے حاجی صاحب سے بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا کہ بھائی میرے پاس نامرادی ہے' جہاں مراد ہو وہاں تم کو جانا چاہئے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ نامرادی سے حضرت کا کیا مطلب ہے۔ آخر خود ہی خلوت میں مجھ سے بیان فرمایا کہ نامرادی سے مراد عشق ہے۔ عاشق کبھی اپنی مراد کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ مقصود نہ پاکر آگے طلب میں اور ترقی ہوتی ہے' اسی وجہ سے وہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔

دلارام در بر دلارام جوئے   لب از تشنگی خشک بر طرف جوے
نہ گویم کہ بر آب قادر نیند   کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

(۳۶) حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاں رسومات میں سے کوئی چیز نہ تھی

تاریخ ایضاً۔ مولانا محمد حسین الہ آبادی خلیفہ حضرتؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ حاجی صاحبؒ کے یہاں تم نے کیا دیکھا کہ جو مرید ہوئے۔ اس کے جواب میں کہا کہ وہاں اسی واسطے مرید ہوئے کہ کچھ نہیں دیکھا۔

(۳۷) حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس حقیقت تھی' ہمارے پاس الفاظ

تاریخ ایضاً۔ فرمایا کہ مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ تم لوگ عالم ہو کر حاجی صاحب کے پاس کیوں جایا کرتے ہو۔ میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ بھائی! میرے پاس تو الفاظ ہی الفاظ ہیں' وہاں معانی ہیں اور الفاظ ہمیشہ محتاج معانی ہوتے ہیں اور معانی محتاج الفاظ نہیں ہوتے ہیں۔

(۳۸) حاجی صاحبؒ کی نسبت صحابہؓ جیسی تھی :

تاریخ ایضاً۔ حاجی صاحب کی نسبت صحابہؓ کی سی سادہ اور لطیف ہے۔ ذکر اور اطاعت کے سوا کچھ وہاں نہیں رہتا۔

(۳۹) ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے :

تاریخ ایضاً۔ جناب حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ میرا لڑکا جب سے آپ کے پاس آنے لگا بگڑ گیا۔ کہا کہ بھائی میرے پاس کیوں آتا ہے' مت آنے دو اور یہ فرمایا کہ مجھ کو بھی تو آخر کار کسی نے بگاڑا ہے' میرے پاس تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔

(۴۰) یہ دولت ذلت سے ملتی ہے :

تاریخ ایضاً۔ جناب حافظ صاحبؒ سے ایک شخص نے بارہ تسبیح پوچھی تو فرمایا کہ چلو بارہ تسبیح مفت کی ہے تم کو بتلا دی جائے۔ جس طرح ہم نے ناک رگڑ کر حاصل کیا ہے تم بھی ناک رگڑو تو بتلایا جاوے گا۔

(۴۱) علاج جسمانی ذکرو شغل سے مقدم ہے :

تاریخ ایضاً۔ حضرت اعلیٰ مولانا رشید احمد صاحبؒ کے زمانہ میں ایک عالم ذاکر شاغل کو یہ حالت ذکر شغل میں پیش آئی کہ ان کو کچھ کلمات سونے سے لکھے ہوئے پیش نظر ہونے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ ذکرو شغل کرنا سب چھوڑ دو ورنہ تم کو جنون ہو جاوے گا۔ لیکن انہوں نے ذکرو شغل کرنا چھوڑا نہیں۔ آخر کار ایسے ہی ہوا کہ دیوانہ پاگل ہو گئے اور نماز وغیرہ سب چھوڑ دی۔

(۴۲) حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ کی برکت :

تاریخ ایضاً۔ ارشاد فرمایا کہ ایک شخص عامی انبیٹھ کے جناب حاجی صاحب سے مرید تھے اور ان کے بھائی خود صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے۔ ہر چند ان کے بھائی نے کہا کہ تم نسبت نقشبندیہ کی بھی مجھ سے حاصل کرلو لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو لوگوں نے جب کلمہ پڑھنے کو تلقین کیا تو پڑھا نہیں۔ اتنے میں ان کے بھائی نے کہا کہ کیا میں نہیں کہتا تھا کہ تم

نسبت نقشبندیہ کی بھی حاصل کرلو۔ اب اس وقت وہ نسبت حاجی صاحب کی کہاں گئی۔ یہ ان کا کہنا تھا کہ وہ ہوش میں آگئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین اور مشغول ذکر ہو کر جاں بحق ہوئے۔

(۴۳) حضرت حاجی صاحبؒ کے درس کی برکت :

تاریخ ایضاً۔ ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب کے یہاں ایک روز مثنوی شریف کا درس ہو رہا تھا اور بعد درس حضرت کا یہ معمول تھا کہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اس روز دعا کرکے یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ آج جتنے لوگ حاضر ہیں سب کو ایک ذرہ اپنی محبت کا عطا فرماوے گا۔

(۴۴) کرامت موجب قرب نہیں :

تاریخ ایضاً۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جب آپ تھانہ بھون میں تھے' ایک روز کہیں سے مہمان زیادہ آگئے اور کھانا تھوڑا تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنی چادر گھر بھیج دی اور یہ فرمایا کہ اس کو کھانے پر ڈھانک دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خدا تعالیٰ کی شان کہ اس کھانے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت فرمائی کہ سب مہمانوں کو کھانا کافی ہو گیا۔ اتنے میں جناب حافظ محمد ضامن صاحبؒ کو یہ خبر ہوئی۔ حاجی صاحبؒ سے فرمایا کہ اگر آپ کی یہ چادر سلامت رہی تو پھر کاہے کو دنیا میں قحط پڑے گا۔ جو مصلحتیں حق تعالیٰ کو قحط ہونے میں ہیں اب وہ کاہے کو باقی رہیں گی' سب مفقود ہو جاویں گی۔ حاجی صاحب کو یہ بات سن کر بہت ندامت ہوئی اور فرمایا کہ میں توبہ کرتا ہوں' آئندہ سے ایسا نہ کروں گا۔

(۴۵) اعمال اخروی میں اجازت کی ضرورت نہیں :

تاریخ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اعمال و ظائف

میں اجازت کیوں طلب کیا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اعمال سے یا تو دنیا مقصود ہوتی ہے یا قرب باری تعالیٰ۔ پس وہ اعمال جن میں دنیا مقصود ہوتی ہے اس میں اجازت کو فی نفسہ کوئی دخل نہیں ہوتا' محض تقویت خیال مقصود ہوتی ہے تاکہ توجہ عامل کی تبمامہ اس کی طرف متوجہ ہو جاوے اور اعمال اخروی میں کہ جس سے قرب باری تعالیٰ مقصود ہے اس میں اجازت کو کچھ بھی دخل نہیں۔

(۴۶) تعلق مع اللہ کے تین درجے ہیں :

تاریخ ایضاً۔ تعلق مع اللہ کے تین درجے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور یہ ادنی درجہ کا تعلق ہے۔ اور دوسری توجہ یہ کہ جو کام کرے محض خدا کی رضاء کے لئے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو خیر اتنا کرے کہ کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ کرے' اس کا کرنا واجب ہے۔ اور یہ اوسط درجہ ہے' اس کو سب کر سکتے ہیں اور تیسرا یہ کہ ہمہ وقت ذکر اور طاعت میں مصروف رہے اور یہ اعلیٰ درجہ ہے اور مندوب ہے۔ لیکن یہ مندوب اس شخص کے لئے ہے کہ جس سے کوئی حق واجب اس مشغولی میں ترک نہ ہو' ورنہ ایسی مشغولی اس کے حق میں ناجائز ہے۔

(۴۷) صفات ذمیمہ علی الاطلاق بری نہیں :

تاریخ ایضاً۔ صفات ذمیمہ اپنے محل و مصرف پر ہوں تو بری نہیں اور اگر بے محل ہوں تو بری ہیں۔ مثلاً بخل اگر کسی اچھی جگہ کیا جاوے تو برا ہے اور اگر کسی بری جگہ کرے تو برا نہیں۔ مثلاً ناچ میں چندہ دینے سے بخل کیا۔

(۴۸) اشغال سے مقصود یکسوئی ہے :

تاریخ ایضاً۔ ارشاد فرمایا کہ یہ اشغال وغیرہ یکسوئی کے لئے کئے جاتے ہیں اور فرمایا کہ شغل انحد کی اصل انادی ہے اور انادی کے معنی ہندی میں قدیم کے ہیں

اور بعضے شاغل اس صوت کو صوت ذات اور قدیم سمجھتے ہیں' حالانکہ یہ صوت صوت قدیم اور حق تعالیٰ کی نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عطار نے اس عقیدہ کا رد کیا ہے۔
ع "قول اور الحن نے آواز نے۔" اور شیوخ نے اس شغل کو جوگیوں سے جو لیا ہے تو محض یکسوئی کے لئے لیا ہے۔ چونکہ اس میں لذت اور کیفیت شاغل کو بے حد ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کی مشغولی سے یکسوئی جلد ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ بات عبادات سے نہیں ہے اس لئے اس اخذ میں کوئی حرج نہیں۔

(۴۹) ذکی آدمی کو یکسوئی نہیں ہوتی :

تاریخ ایضاً۔ ذہین ذکی آدمی کو تیزی و ذکاوت کی وجہ سے یکسوئی کبھی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے آدمی کو ذکاوت کی وجہ سے اشغال میں لذت و کیفیت وغیرہ کبھی کم ہوتی ہے۔ اس پر ایک قصہ اپنے ایک مرید کا بیان فرمایا کہ ان کو اشغال میں لذت اور کیفیت وغیرہ پیدا نہیں ہوتی تھی۔ تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ تمہیں اشغال میں کیفیت نہیں ہوگی کیونکہ تم ذکی آدمی ہو۔ لیکن چونکہ ان کو ان باتوں کا شوق اور طلب تھی اسی وجہ سے ایک صاحب تصرف کی خدمت میں گئے۔ انہوں نے ان کو ہر چند توجہ وغیرہ دی اور متاثر کرنا چاہا لیکن ان کو کچھ اثر نہیں ہوا۔ آخر کار جیسی توجہ پہلے ان کی جانب ان کو تھی ویسی ان سے نفرت پیدا ہو گئی۔

(۵۰) حجب نورانی حجب ظلمانی سے اشد ہیں :

تاریخ ایضاً۔ جناب حاجی صاحبؒ اس فن سلوک میں اپنے زمانے کے مجتہد تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حجب نورانی حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں۔ اگر انوار ملکوتیہ کسی کو کچھ نظر بھی آجاویں تو اس کی جانب سے توجہ ہٹالیوے۔ کیونکہ وہ بھی غیر حق ہے۔

اے برادر بے نہایت در گہے ست : ہرچہ بردے میرسی بروے مایست

(۵۱) تجلی ذاتی، تجلی صفاتی اور تجلی مثالی میں فرق :

تاریخ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ تجلی صفاتی صوفیہ کی اصطلاح میں توجہ الی الصفات کو کہتے ہیں اور تجلی ذاتی توجہ الی الذات بلاتوجہ الی الصفات سے عبارت ہے اور اس شہود کو صوفیہ تجلی ذاتی اور صفاتی سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر صور مثالیہ میں کسی لون اور صورت کے ساتھ حق تعالیٰ کی تجلی حالت خواب یا مراقبہ یا مکاشفہ میں پیش آوے تو یہ تجلی ذات حق تعالیٰ کی نہیں ہے مخلوق ہے اور اس کو صوفیہ تجلی مثالی سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۵۲) تعویذ کی نسبت دعا پسندیدہ ہے :

تاریخ ایضاً۔ ہمارے بزرگوار تعویذ سے زیادہ دعا کرنا پسند فرماتے تھے۔ لیکن تعویذ سے بھی منع نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھ کو فرمایا تھا کہ اگر کوئی تعویذ مانگے تو دے دینا، انکار مت کرنا۔

(۵۳) خدمت در حقیقت راحت رسانی کا نام ہے :

تاریخ ۱۹ رجب ۱۳۳۱ھ بوقت صبح ایک شخص ذاکر شاغل نے مسجد کے لوٹے میں پانی اور مسواک لاکر بخیال وضو رکھ دیا۔ عمردین موذن سے فرمایا کہ سب سے دریافت کرو کہ کس نے یہ مسواک لوٹے میں لاکر رکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے۔ فرمایا کہ ان کو بلاؤ۔ جب وہ آئے تو فرمایا کہ جب آداب خدمت سے واقف نہیں ہو تو کیوں خدمت کرتے ہو۔ گو محبت اور میری راحت کے خیال سے کرتے ہو لیکن جس خدمت سے مجھے تکلیف پہنچے ایسی خدمت کرنے کا کیا فائدہ اور میری خدمت تو چند طلباء جن سے دل کھلا ہوا ہے اور میرے معمولات سے واقف بھی ہیں وہ لوگ کرتے ہیں اور باقی جو رہ کر لوگ ذکر و شغل کرتے ہیں ان لوگوں سے خدمت لیتے ہوئے مجھے شرم معلوم ہوتی ہے اور درصورت خلاف

مرضی مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے خدمت کرنے سے بڑے آدمیوں کو منع کرتا ہوں۔ یہ سب تو طبعی خرابی ہوئی اور شرعی خرابی یہ ہوئی کہ مسجد کا لوٹا وقف ہے اور مال وقف میں سب برابر ہیں۔ جب آپ نے پہلے سے بلا ضرورت مسواک لاکر اس میں رکھ دیا تو وہ محبوس ہوگیا اور مجھ کو اپنا معبود بنانا چاہتے ہیں۔ میں ہرگز ایسی خدمتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ جس کام کے لئے جو آوے اس میں لگا رہے اور جو خدمت چاہے مجھ سے لیوے تو مجھ کو اس میں راحت ہوتی ہے۔

(۵۴) گانا سننا روحانی مرض ہے :

فرمایا کہ گانے کی جانب توجہ بالقصد کرنے سے روحانی امراض پیدا ہوتے ہیں گو اس وقت اس کا ظہور نہ ہو لیکن چند دنوں میں وہ امراض ظاہر ہو جاتے ہیں۔

(۵۵) تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کچھ نہیں :

واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر کے معاملہ میں تدبیر موثر حقیقی نہیں، لیکن تدبیر کرنے کا حکم ہے۔ اس سے تسلی ہو جاتی ہے۔

(۵۶) اصل مقصود درستگی اخلاق ہے :

اس زمانہ میں بعضے آدمی اگر مشائخ ہیں وہ بھی ذکر شغل بتلا کر پہلے یہی پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کچھ الوان انوار نظر آئے کہ نہیں؟ اور اگر طالب ہیں تو وہ بھی یہی شکایت کرتے ہیں کہ مجھ کو کچھ کیفیت ذکر شغل میں پیدا نہیں ہوئی اور اخلاق کی درستی کی جانب توجہ کسی کی نہیں۔

(۵۷) حضرت حاجی صاحبؒ پر تواضع کا غلبہ تھا :

فرمایا کہ عارفین کے مختلف مذاق ہوتے ہیں۔ سب کو جلدی پتہ تک نہیں چلتا۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ میں تواضع بہت تھی، اپنے کو سب سے کمتر سمجھتے۔ اگر کوئی امیر بھی خدمت میں آتا تو اس کی تعظیم و تکریم، خاطر تواضع اس کے

مرتبہ کے موافق کرتے اور اٹھ کے کھڑے ہو جاتے اور مجھ سے بھی فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی امیر آوے تو تعظیم کرنا' کیونکہ وہ جب تمہارے پاس آگیا تو صرف امیر نہ رہا بلکہ نعم الامیر علی باب الفقیر کا مصداق ہو گیا۔ اس کے نعم کی تعظیم ہے۔

(۵۸) مال مسروق برآمد ہو جانے کا کوئی تعویذ نہیں :

۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ بروز شنبہ وقت صبح ایک شخص آئے اور کہا ہمارے یہاں چوری ہو گئی ہے' کوئی ایسا تعویذ یا عمل فرما دیجئے جس سے وہ مال مسروق برآمد ہو جائے۔ جواب ارشاد فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی تعویذ یا عمل نہیں۔ اگر ہمارے پاس اس قسم کے تعویذ و عمل ہوتے تو قریب زمانہ ہوا ہمارے یہاں ایک مہمان آئے تھے اور ان کا زیادہ نقصان ہو گیا تھا جس سے ہم کو ازحد شرمندگی و رنج ہوا استعمال کرتے۔ اگر تعویذ و عمل کا موقع تھا تو وہ تھا۔ اس سے زیادہ اور کونسا موقع ہو سکتا ہے۔

(۵۹) اطلاع دے کر نہ آنا موجب تکلیف ہے :

۲۶ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ یوم چہار شنبہ قبل عصر فرمایا اکثر لوگ مجھے آنے کی اطلاع دیتے ہیں اور موافق اطلاع دینے کے آتے نہیں جس سے مجھ کو کلفت ہوتی ہے۔ اول تو اطلاع ہی دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر آنا ہے تو ویسے ہی چلے آئیں۔ اگر بغیر اطلاع کے آئیں تو کونسی عزت گھٹ جائے گی یا جاہ میں کمی آجائے گی اور اگر کسی مصلحت سے اطلاع ہی دینا ہے تو موافق اطلاع کے آنا چاہئے اور قریب وقت میں اطلاع دینا چاہئے تاکہ بہت پہلے سے دوسرا شخص مقید نہ ہو۔

(۶۰) اہل علم کو بے وقوف کہنا اپنی حماقت کا اظہار ہے :

فرمایا میں اکثر وعظ میں بیان کیا کرتا ہوں کہ فی زمانہ جو اہل علم کم عقل مشہور ہیں اور ان کو دیکھ کر لوگ علم دین پڑھانے میں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ عربی پڑھ

کر آدمی بیوقوف ہو جاتا ہے۔ یہ عذر کرنے والے ذرا غور تو کریں کہ یہ بیوقوفی انہیں کی نامعقول تجویز کا ثمرہ ہے۔ کسی چیز کے پڑھنے سے عقل نہیں بڑھا کرتی ہے۔ ہاں علم بڑھتا ہے۔ عقل تو ایک فطری شے ہے۔ اب اہل علم کے بیوقوف ہونے کی وجہ ذرا ملاحظہ فرمایئے۔ عادت یوں ہو گئی ہے کہ سب اولاد میں جو بیوقوف گنجا اندھا لنجا یعنی جس میں سب عیب ہوں اور جو کسی طرح انگریزی میں کام نہ دے سکے جس کو انگریزی والے درجہ میں بھی نہ گھسنے دیں اس کے واسطے عربی تجویز کی جاتی ہے کہ اس کو ملا بنائیں گے۔ اب وہ احمق نہ ہو گا تو اور کیا ہو گا اور جو اولاد تیز ذہین ذکی ہے وہ انگریزی کے واسطے چھانٹی جاتی ہے۔ آپ ہی تو احمقوں بیوقوفوں کے لئے عربی تجویز کرتے ہیں اور آپ ہی کہتے ہیں کہ عربی پڑھ کر بیوقوف ہو گیا۔ یہ بیوقوفی انہیں کی نامعقول تجویز کا ثمرہ ہے اور اگر ایسا شخص مقتدائے دین ہو گیا تو طرح طرح کی خرابیوں کا اندیشہ اس سے ہے اور اگر کہیں ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی نے اپنے تیز ذہین لڑکے کے واسطے ہی عربی تجویز کی اور پھر بھی اس سے کوئی فساد ظاہر ہوا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اول درجہ کے طماع ہیں۔ تو وہ بھی بیوقوفی میں داخل ہوا' کیونکہ طمع بھی تو حماقت ہے بلکہ طمع راس الحماقت ہے۔ پس عربی پڑھنے کے واسطے دو چیزیں اگر ہوں تو اس کا مزہ معلوم ہو۔ اول ذہن ذکاوت عقل کی تیزی' دوم سیر چشمی استغناء' پھر دیکھو اہل علم کیسے عقلمند ہوتے ہیں۔ انہیں بیوقوف کہنا اپنی حماقت کا اظہار ہے۔

(٦١) تعلیم کی بجائے تہذیب زیادہ قابل توجہ ہے :

مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت پر زیادہ نظر ہے۔ کیونکہ پڑھنے لکھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں۔ مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کس نے جماعت سے نماز پڑھی کس نے نہیں پڑھی' کیونکہ اول تو عذر کا احتمال ہے

دوسرے صرف فاعل کا حرج ہے، کسی دوسرے کو اذیت نہیں بخلاف اس کے کہ کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو۔ اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۶۲) حب شیخ بہت بڑی چیز ہے :

حب شیخ بہت اچھی چیز ہے۔ بڑے بڑے مجاہدوں کا کام حب شیخ سے نکلتا ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے لکھا ہے کہ جس کو دو باتیں میسر ہوں اس کی ظلمات بھی انوار ہیں اور ایک میں بھی کمی ہو تو انوار بھی ظلمات ہیں۔ اول اتباع سنت دوسرے حب شیخ۔ ریاضت و مجاہدہ سے مقصود تو اتباع احکام میں استقامت ہے اور حب شیخ سے یہ امر بہت آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب شیخ سے محبت ہو گئی اس کا اتباع بہت آسانی و رغبت سے کرے گا۔

(۶۳) مسلمان پر بدگمانی زیبا نہیں :

ایک طالب علم کی امانت کا روپیہ صندوقچہ سے نکال کر بستر پر رکھ دیا اور بھول گئے۔ وہ مفقود ہو گیا، تلاش کیا نہیں ملا۔ ایک طالب علم نے کہا سب اہل مدرسہ کو بلا کر پوچھئے۔ فرمایا دل نہیں چاہتا، یہ لوگ سمجھیں گے کہ ہم کو چور گمان کیا۔ مجھے تو یہاں ان کے سامنے ذکر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ جامع کہتا ہے کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ کبھی بے تحقیق بات کا کسی شخص پر گمان نہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان بعض الظن اثم کہ بعض گمان گناہ ہیں اور آج کل بے تحقیق جس بارہ میں جس کا دل چاہا نام لے دیا جاتا ہے۔ بڑی غلطی کی بات ہے، سخت اصلاح کی ضرورت ہے۔

(۶۴) بدعت وقایہ کفر بن گئی :

فرمایا ایک دفعہ میں گجنیر ضلع کانپور گیا۔ وہاں میں نے لوگوں کو سنا کہ آریہ

ہونے والے ہیں اور وہاں نام بھی مسلمانوں کے ہندوؤں کی طرح ہیں نتھو سنگھ اوہار سنگھ وغیرہ' غرض میں نے آدمیوں کو بلایا' ایک شخص آیا' اس سے پوچھا گیا کہ تم آریہ ہوگئے۔ اس نے کہا نہیں' ہم کیوں آریہ ہوتے' ہم تو تعزیہ بناتے ہیں۔ میں نے کہا تم ضرور تعزیہ بناؤ۔ پھر مجھے بہت ہنسی آئی کہ کتنا تو بدعت کی ممانعت کرتا ہوں اور یہاں خود اس کا حکم دیتا ہوں اور ساتھیوں سے میں نے کہا یہاں اس لئے مصلحت ہے کہ یہ بدعت سپر ہے کفر سے۔ من ابتلی ببلیتین الخ کا قصہ ہے۔

(۶۵) دعا میں کم از کم لہجہ تو خشوع کا ہونا چاہئے :

فرمایا کہ دعا کم از کم بہ لہجہ خشوع تو ہو' اگرچہ حقیقت خشوع و خضوع نہ ہو۔ آج کل بعضے غیر مقلد جو آمین کہتے ہیں صاف ان کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ خلوص اور خضوع کا پتہ بھی نہیں۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ اتباع سنت اسکا منشاء نہیں بلکہ دوسروں کو چڑانا اور فساد معلوم ہوتا ہے۔ مقلدین جو ان کے آمین کہنے سے برا مانتے ہیں آمین من حیث ہو آمین سے نہیں بلکہ ان کے فساد اور عناد کی وجہ سے برا مانتے ہیں۔

(۶۶) صحیح نسخہ رکھنا چاہئے :

بعض فقہی مسائل کے لکھنے میں غلطی واقع ہوتی ہے اور خبر بھی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ غلط کتاب ہوتی ہے' اس لئے صحیح کتاب کا رکھنا ضروری ہے۔

(۶۷) سفارشی خط لکھنے میں احتیاط چاہئے :

فرمایا میں نے سفارشی خط لکھنا قریب قریب چھوڑ دیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی پوری حالت ظاہر نہیں کرتے اور خط لکھوا لیتے ہیں۔ بعد میں ان کی بدحالی ظاہر ہونے سے کلفت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص میرے دوست کئی آدمیوں کو ہمراہ لے کر آئے اور کہا یہ اشخاص میرے عزیز ہیں۔

انہیں سفارشی خط لکھ دیجئے۔ میں نے بارہ بنکی کے ضلع میں منصرم صاحب کو خط لکھ دیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشخاص اشتہاری تھے اور منصرم صاحب کے مکان پر گرفتار ہوئے۔ مجھے شرم ایسی دامن گیر ہوئی کہ آج تک سفارشی خط لکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر شاذ و نادر معتبر آدمیوں کو لکھ دیتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ کو سفارشی خط لکھنے پر مجبور کرتا ہے میں انہیں تو لکھ دیتا ہوں لیکن اسی وقت ڈاک کے ذریعہ سے مکتوب الیہ کو لکھ دیتا ہوں کہ سفارشی خط فلاں شخص لاتا ہے کالعدم سمجھنا چاہئے۔

(۶۸) سود کی رقم میں برکت بالکل نہیں ہوتی :

یکم شوال ۱۳۳۱ھ شب شنبہ وقت عشاء کو تذکرہ ہو رہا تھا کہ سود خوار کسی سود سے نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ اکثر اوقات ضرریاب ہوتا ہے۔ فرمایا باری تعالیٰ عزاسمہ نے اپنے کلام بالا کلام میں ارشاد فرمایا ہے: یمحق اللّٰہ الربوا۔ محق سے مراد محق برکت ہے نہ محق ذات ربوا۔ کیونکہ ذات ربوا اکثر ربوا خواروں کے پاس موجود رہتی ہے یعنی روپیہ حاصل کردہ سود بنفسہ قائم رہتا ہے لیکن برکت اس سے مسلوب ہوتی ہے یعنی مالک کے حوائج ضروریہ میں کار آمد نہیں ہوتا بلکہ فضولیات میں صرف ہوتا ہے' مثلاً عمارت تیار کرنا' بیاہ شادی میں اڑانا' اس کے لوازمات میں خرچ کرنا اگرچہ ہاتھ ہی سے اٹھتا ہے لیکن اس کے کار آمد نہیں ہوتا۔ سو ثابت ہو گیا کہ ربوا سے مراد برکت ربوا ہی ہے ذات ربوا نہیں اور ربوا کی کوئی تخصیص نہیں' ہر شے حرام کی یہی حالت ہے۔

(۶۹) خود کو بزرگ سمجھ کر ہدیہ لینا جائز نہیں :

ایک طالب علم مکان سے بنام طعام خرچ زیادہ منگاتے تھے اور کھانا کم کھاتے تھے۔ ان سے فرمایا کہ میں تمہارے والد کو اطلاع دوں گا اور یہ حرام ہے۔ کیونکہ اس میں تلبیس ہے اور فرمانے لگے کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے

کہ جو شخص بزرگ نہ ہو اور لوگ اس کو بزرگ گمان کر کے ہدایا تحائف پیش کریں تو اس کو ان کا قبول کرنا حرام ہے۔ ایک طالب علم نے یہ تقریر سن کر سوال کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جو بزرگ ہے وہ اپنے آپ کو بزرگ نہیں سمجھے گا اور جو بزرگ سمجھے گا وہ بزرگ نہیں۔ فرمایا بھائی بزرگی کے دو معنی ہیں' ایک تو قبول عنداللہ عزوجل' سو یہ تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا سوائے خدا تعالیٰ کے۔ تو اس بزرگی سے یہ بزرگی مراد نہیں۔ دوسرے اعمال صالحہ و افعال حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ ہے' سو اس کا اعتبار ہے۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ ہر شخص سے ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہوتا رہتا ہے اور جو شخص بزرگ ہو وہ ذنوب پر غور کرے گا اور حسنات کو کچھ نہیں سمجھے گا اور اگر واپس کرے اور ذنوب کو ظاہر کرے تو اظہار معصیت خود معصیت ہے۔ غرض گویم در نگویم کا مصداق ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھ سے زمانہ گزشتہ میں اس تقریر پر ایک مولوی صاحب نے بھی سوال کیا تھا اور میں نے اس کا جواب ان کو یہ دیا تھا کہ مقصود امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا اس سے یہ ہے کہ اگر اخفاء بدیں نیت ہو کہ لوگ خدمت مالی و جانی کریں تب تو ان ہدایا تحائف وغیرہ میں حرمت ہے اور اگر اس واسطے ہو کہ اظہار معصیت ہے تو لا باس بہ یہ تو اخفاء کی نسبت ہے باقی حسنات کو حسنات نہ سمجھنا۔ سو حسنات کی نفی تو یہ نہیں کر سکتا ان کی صفت حسنہ ہونے کی نفی کرے گا۔ بس مطلب یہ ہے کہ اگر اس شخص سے ان افعال کے ذوات کا بھی وقوع نہیں ہوتا تب لینا تلبیس ہے۔

(۷۰) سماع کی شرائط عوام الناس میں مفقود ہیں :

ارشاد فرمایا کہ سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہ سے ایک شخص بیعت ہوا اور اس نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو سماع کی اجازت دے دیجئے۔ فرمایا کہ تم کو اجازت نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ تو سنتے ہیں۔ فرمایا ہم کو جائز ہے تم کو نہیں۔

اس نے پھر عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ ایک ہی بات ہے آپ کو جائز اور مجھ کو ناجائز۔ فرمایا کہ اچھا ہم بتلا دیں گے کہ کیا وجہ ہے۔ حکم فرمایا کہ ایک کٹورہ بھر کر پانی کالاؤ اور اس شخص کو دیا اور ایک شخص کو ننگی تلوار دے کر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ اگر ایک قطرہ بھی اس سے گرا تو اس کی گردن جدا کر دو۔ اس کے بعد قوالوں کو گانے کا حکم کیا۔ جب مجلس ختم ہو چکی تو اس سے پوچھا کہ تم نے کچھ سنا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت کیا خاک سنتا سر پر تلوار تھی، خوف تھا کہ ایک قطرہ بھی گرا تو بھی جان جاوے گی۔ میں تو اس کٹورہ ہی کو دیکھتا رہا۔ فرمایا کہ تم کو ایک کٹورہ پانی نے ایسا مشغول کیا کہ تم کو خبر نہ رہی۔ ہمارے اندر تو وہ شے ہے کہ اگر لاکھوں قوال ہوں تو کچھ بھی خبر نہ ہو۔ ہم کو اس گانے بجانے کی طرف مطلق التفات نہیں ہوتا۔

(۷۱) جان کنی کی تکلیف کا تعلق اعمال سے نہیں :

فرمایا جان کنی کا الم اعمال کے اوپر نہیں ہے بلکہ جس شخص کی روح کو بدن سے زیادہ تعلق ہو اور قویٰ اچھے ہوں اس کو زیادہ الم ہوتا ہے اور جو شخص ضعیف ہوتا ہے اس کو الم کم ہوتا ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ جس کے اعمال برے ہوتے ہیں اس کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

(۷۲) فرعون کا نام قرآن میں ہونا ذو حیثیتین ہے :

سوال: پانچ چار روز ہوئے میری گھر والی نے ایک عجیب اعتراض کیا۔ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ کوئی معقول ان کے فہم کے مطابق جواب بن نہیں پڑتا۔ آپ جو جواب عنایت کریں گے وہ ان کے فہم کے موافق ہو گا۔ قرآن پڑھتے پڑھتے مجھ سے کہا کہ نالائق، کم بخت، موذی ملعون فرعون کا نام قرآن میں اللہ میاں نے کیوں لکھا۔ ایسی پاک معظم کتاب میں اس مردود کا نام کیوں لکھا۔ قرآن کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں تو کیا فرعون کا نام لینے سے بھی نیکیاں ملیں گی۔ میں نے متعدد جواب دیئے کوئی تسکین نہیں ہوئی، شبہ قائم ہے۔ یقین ہے کہ جو آپ

جواب دیں گے اگر وہ سمجھ میں بھی نہ آیا تو وہ تقلیداً مان لیں گی۔

جواب : لغو اعتراض ہے۔ اس کے نام میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک ملعون کا نام ہے۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ایک بابرکت کلام کا جزو ہے۔ پس پہلی حیثیت سے وہ لاشے محض ہے' کیونکہ وہ مشتمل کسی علم و حکمت پر نہیں۔ اور دوسری حیثیت سے چونکہ وہ مشتمل ہے ایک حکمت و موعظت پر کہ وہ مذمت ہے ایک عدو اللہ کی۔ اس میں وہ اثر منصوص ہے۔ غرض اگر بالذات اس میں برکت ہوتی تو اعتراض صحیح تھا۔ اصل برکت کلام میں ہے اور بالفرض و بالتبع اس میں بھی لازم آگئی تو اس میں کیا خرابی ہو گئی۔

(۷۳) نابالغ بچوں کو تکلیف اسباب طبعیہ کے باعث ہوتی ہے:

ایک شبہ عاجز کو قرآن پڑھتے ہوئے پیدا ہوا: من عمل صالحًا فلنفسه و من اساء فعلیها۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے اس کا ثواب اسی کو' جو برا کام کرتا ہے اس کا عذاب اسی پر۔ تو اعتراض شبہ یہ ہے کہ معصوم بچہ کو جو طرح طرح کی تکلیف دکھ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں یہ کن اعمال کا ثمرہ ہے۔ اگر ماں باپ کے گناہ کا اثر ہے تو یہ آیت کے خلاف اس بے گناہ کو کیوں تکلیف دی جاتی ہے جبکہ اس نے کوئی فعل قبیح نہیں کیا۔ یہ ہے شبہ۔ صرف اعتقادی درجہ میں تو اس آیت پر ایمان یقین سب کچھ ہے۔ صرف اس راز کو سمجھ کر حق الیقین کا درجہ چاہتا ہے اور آپ کا جواب میرے لئے عین الیقین ہو گا۔

جواب: یہ کون کہتا ہے کہ ماں باپ کے اعمال کا ثمرہ ہے جو یہ شبہ لازم آوے۔ اس کی تکلیف ممکن ہے کہ محض اسباب طبعیہ کے سبب ہو اور اس میں کوئی مضمر حکمت ہو اور ممکن ہے کہ اس بچہ کے درجات بڑھانے کے لئے ہو' کیونکہ اسباب تکلیف معاصی میں منحصر نہیں۔

(۷۴) کسی چیز کی کمی بیشی کا مدار اس کے اسباب کی کمی بیشی پر ہے:

سوال: میرے ایک مخلص دوست حاجی صاحب مجھ سے اپنا ایک شبہ ظاہر کرتے تھے جو عقائد اعمال میں بہت نیک ہیں اور اپنے بزرگوں سے عقیدت بھی بہت کچھ ہے۔ وہ کہتے تھے کہ عرب میں عام طور پر خصوص مکہ مکرمہ میں دین داری بہت کم ہے بہ نسبت ہندوستان کے' حالانکہ وہاں دینداری عقائد اعمال کی درستگی بہ نسبت یہاں کے زائد ہونی چاہئے۔ اس میں ظاہری کیا راز ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کو یہ شبہ لکھ کر جواب منگانا اس لئے یہ لکھا گیا ہے۔ **جواب:** جہاں اسباب کسی چیز کے کم ہوں وہاں وہ چیز کم ہوگی۔ اسباب اصلاح کے یہ ہیں: مدارس دینیہ کی کثرت' علماء کے مواعظ۔ اس کا اہتمام وہاں کم ہے۔ اسی طرح بعض مفاسد بھی وہاں کم ہیں' کیونکہ اسباب بھی وہاں کم ہیں جیسے شراب خوری زناکاری وغیرہ۔ اس کے اسباب یہ ہیں: آزادی قانونی' آزادی قومی۔

(۷۵) خود غرضی انتہائی مذموم شے ہے:

۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ۔ ایک شخص نے کچھ خود غرضی کی آکر باتیں کیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ خود غرضی ایسی بری چیز ہے کہ اس سے بہت مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے کہا تھا کہ ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ یہ وصیت چلی آرہی ہے کہ جس شخص کا جو کچھ قرض آتا ہو اسے ٹال کر دینا چاہئے۔ اور اس میں مصلحت یہ ہے کہ جس وقت نہ ہو اس وقت بھی لوگوں کو اعتبار رہتا ہے کہ اس کے پاس ہے دیتا نہیں' کیونکہ اس کی تو ٹالنے کی عادت ہے ہی۔ حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے: مطل الغنی ظلم (غنی شخص کا ٹالنا ظلم ہے) اور یہاں اس کے برخلاف تعلیم کی جاتی ہے۔ صریحاً حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزاحمت ہے' اور اس کا سبب محض حب دنیا ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیۃ کا صاف ظہور ہوگیا۔

(۷۶) کلفت میں بھی مصلحت ہے :

ایضاً۔ ایک طالب علم کو سر میں تیل لگانے کے واسطے بلایا۔ وہ آئے اور سر دبانے لگے۔ سر دبوانے میں ارشاد فرمایا کہ سر کے درد ہونے میں بھی ایک مصلحت ہے۔ وہ یہ کہ سر دبانے کے وقت بہت آرام ملتا ہے۔ گویا کلفت بھی راحت کا مقدمہ ہے اور کلفت میں بھی مصلحت ہے۔

(۷۷) ہر کام میں اعتدال رکھے :

۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ وقت قبل عصر یوم سہ شنبہ فرمایا: ایک شخص بہت پکے حنفی تھے اور حنفیت میں اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ غیر مقلدوں کو گالیاں دیا کرتے تھے اور یہ غلو ہی غضب ہے۔ چنانچہ وہ غیر مقلد ہو گئے۔ جو شخص اتنی سختی کرے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ مخالفت میں بھی وہ ایسا ہی سخت ہو گا۔ پس ہر کام میں اعتدال رکھنا چاہیے۔

(۷۸) خلاف شرع حکم دینے والا پیر نہیں' رہزن ہے :

ایضاً۔ فرمایا کہ ایک شخص صاحب عہدہ مجھ سے اپنے پیر صاحب کی مدح کرنے لگے۔ کہنے لگے ہمارے پیر صاحب بڑے شفیق و حکیم و ضرورت شناس ہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے میں ان کی خدمت بابرکت میں سادہ لباس اور وضع سے حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ حاکموں کو ایسا لباس اچکن کرتہ وغیرہ نہ پہننا چاہیئے۔ بڑے شرع کے موافق لباس پہننے والے آئے' ایسے لباس سے لوگوں پر کچھ رعب نہیں ہوتا۔ اور پیر صاحب نے فرمایا کہ جاؤ میرا کوٹ پتلون لاؤ اور منگا کر مجھ کو پہنایا اور حجام کو بلا کر میری داڑھی بھی ترشوادی۔ دیکھئے کیا حکمت و شفقت و ضرورت شناس ہیں' سبحان اللہ۔ استغفراللہ یہ لوگ پیر نہیں بالکل رہزن ہیں۔

(۷۹) مہدیٰ الیہ کو چاہئے کہ ہدیہ دینے والے کا نام ظاہر کردے:

ایضاً۔ ایک شخص آئے اور ذکر کرنے لگے کہ فلاں پیر صاحب نہ تو کسی کا ہدیہ قبول کریں اور نہ نذر' نہ گھر کے رئیس ہیں نہ صاحب جائیداد ہیں نہ کہیں ملازم ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی ظاہری سامان معاش کا نہیں مگر باوجود اس بات کے نوابوں کی طرح رہتے ہیں۔ عمارات و مکانات ہمیشہ بنتے رہتے ہیں۔ چھ سات گھوڑے ہیں' بیس پچیّس بکریاں ہیں اور شب و روز فقط دانہ ہی کھاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے' کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ارشاد فرمایا کوئی نہ کوئی تو وجہ ہے ہی' معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے لوگوں سے لیتے ہوں گے اور غریب آدمیوں کو منہ لگاتے نہ ہوں گے۔ اور لے کر کسی کو اپنے لینے کی خبر نہیں کرتے ہوں گے کہ اس میں ان کی بدنامی ہے۔ ان شخص نے کہا کہ بیشک یہی بات ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس میں ایک شرعی مسئلہ کی مخالفت ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص ہدیہ یا صدقہ دے اس کو ظاہر کرنا نہ چاہئے کہ صدقہ میں ریا کا خوف ہے اور ہدیہ میں مہدی الیہ کی خجلت کا مگر مہدی الیہ کو چاہئے کہ مہدی کا نام ظاہر کردے کہ مجھ کو فلاں شخص نے یہ دیا اور یہاں اس کے خلاف کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ بری بات ہوئی دوسرے لوگوں کو دھوکا دینا۔ بس گمراہی کے مبانی یہ لوگ ہیں۔

(۸۰) اپنے شیخ کی تعریف میں غلو نہ کرے:

۲۷ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ بروز پنج شنبہ وقت بعد عصر فرمایا آج کل لوگ سوانح عمری لکھنے میں بے حد مبالغہ کرتے ہیں اور انہیں محبت کے جوش میں یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہم سے مبالغہ ہو رہا ہے اور ہم جھوٹ لکھ رہے ہیں اور بعض اوقات اپنے نفس کی آمیزش ہوتی ہے کہ ہم ایسے شخص کے مرید ہیں یا شاگرد ہیں یا کوئی اور تعلق دار ہیں گویا اپنی تعریف آپ کر رہے ہیں۔

مادح خورشید مداح خودست : کہ دو چشمم روشن و نامرمدست

انہیں امور کی وجہ سے میں نے تنبیہات وصیت میں اپنی سوانح عمری لکھنے کے واسطے ممانعت کی ہے۔ مگر چند شرطوں کے ساتھ اجازت ہے۔

(۸۱) مطالعہ سے علم حاصل کرنے والا خودرو درخت کی مانند ہے

ایضاً۔ فرمایا درخت خود رو کہیں ٹھیک نہیں ہوتا' ناہموار اور بعض اوقات بدمزہ رہتا ہے جب تک اسے باغبان درست نہ کرے۔ کانٹ چھانٹ نہ کرے، قلم نہ لگاوے۔ ایسے ہی وہ شخص جو شیخ کی خدمت میں نہ رہے اور خود ہی مطالعہ کتب کرکے فاضل اور شیخ بننا چاہے اس کی مثال بعینہ درخت خود رو کی سی ہے۔ جب تک اسے شیخ درست نہ کرے جب تک ٹھیک نہیں ہوتا۔ بلکہ بددین اور بدعقائد یا بداخلاق ہوجاتا ہے۔

(۸۲) بگاڑ بھی صلاح کا مقدمہ بن جاتا ہے :

یکم شعبان المعظم ۱۳۳۱ھ یوم یکشنبہ وقت قبل عصر فرمایا کہ بعض مرتبہ بگاڑ بھی صلاح ہوجاتا ہے۔ اس طرح سے کہ کسی شخص کی کوئی حالت بگڑ گئی اور لوگوں نے اس پر تشدد کیا تو اس کی اصلاح کے بعد پھر اس کو خوب پختگی ہوجاتی ہے۔

(۸۳) بعض کے لئے ذکر و شغل کی پابندی نہ ہونے میں مصلحت ہوتی ہے

ایک شخص کہنے لگے کہ مجھ سے وظائف اور اوراد و اذکار و اشغال کی پابندی باوجود اہتمام کے نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے قلب ازحد متاسف ہوتا ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا آپ اس کے زیادہ درپے نہ ہوجئے کیونکہ یہ خود ایک مستقل شغل ہوجاوے گا جو حجاب ہے۔ باقی رہی کوتاہی تو استغفار اس کے تدارک کے لئے کافی ہے اور بعض مرتبہ اس کوتاہی اور عدم پابندی میں بھی مختلف مصلحتیں ہوتی ہیں۔ طبیعتیں مختلف ہیں اور اللہ عزوجل ہر شخص کی طبیعت کو خوب پہچانتے ہیں۔ بعض طبیعتیں فطری طور پر ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں پابندی ہونے سے تین خرابیاں

ہو جاتی ہیں۔ اول تو عجب 'یعنی ہم ہر وقت کام کرتے ہیں 'کبھی ناغہ نہیں ہو تا۔ دوم اگر ثمرات مرتب ہوں تو اپنے آپ کو ان کا مستحق سمجھنا یعنی یہ کہنا کہ کیوں نہ ملتے 'ہم تو اس کے مستحق ہی ہیں 'ہمیشہ اورادو وظائف وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ سوم عدم ثمرات پر اللہ تعالیٰ کا شاکی ہونا کہ ہم اتنی مشقت و محنت و ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور ہم کو ثمرے نہیں ملتے۔ تو اگر ایسی طبیعتوں میں پابندی نہ ہو تو بجائے عجب کے تواضع ہوتی ہے کہ ہم کس لائق ہیں 'کام تو پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور عجز و انکسار آجاتا ہے اور ثمرات کے مرتب ہونے پر اپنے آپ کو مستحق نہیں سمجھتا بلکہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور عدم ثمرات پر خدا تعالیٰ سے شاکی نہیں ہو تا۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کیا ہی کیا ہے جو ثمرات ملیں۔ پس یہ مصلحتیں ہیں کوتاہی میں (اس تقریر دل پذیر سے سائل کی بالکل تسلی ہو گئی)

(۸۴) ایضاً۔ فرمایا آج کل پیری مریدی نذرانوں کی رہ گئی ہے۔

(۸۵) ایضاً۔ فرمایا پیر مغلوب الحال سے فیض کم ہو تا ہے۔

(۸۶) ایک شعر کا لطیف مطلب :

ایضاً۔ یہ شعر پڑھا :

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما
چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

فرمایا کہ مسجد سے مراد سلوک ہے اور میخانہ سے مراد ہے جذب۔ یعنی جب شیخ پر جذب غالب ہو تو چونکہ ہماری طرف توجہ کم ہو جائے گی 'ہمارا کیا حال ہو گا۔ چاہے اس شعر کا یہ مطلب شاعر کے ذہن میں خود بھی نہ ہو مگر اس پر چسپاں خوب ہو تا ہے۔

(۸۷) مسلمانوں کو اپنے شعائر کی حفاظت کرنی چاہئے :

۳ شعبان المعظم ۱۳۳۱ھ یوم سہ شنبہ وقت بعد عصر۔ آج کل کے نئی روشنی

کے مسلمانوں اور کافروں کی وضع میں ظاہراً کچھ فرق محسوس نہیں ہوتا۔ لباس کافروں کا سا' بات چیت سلام داڑھی ترشوانا اور داڑھی منڈوانا تو ایسا عام ہو گیا ہے کہ لوگ داڑھی منڈوا کر شرماتے بھی نہیں۔ میں نے ایک موقع پر وعظ میں بیان کیا تھا۔ وہاں اکثر ریش تراش موجود تھے کہ صاحبو پہلے آپ بوجہ ریش تراشی ہم ملا لوگوں سے حیا کرتے تھے' اب ہم اپنی ریش درازی کی وجہ سے آپ صاحبوں کے سامنے دریائے شرم میں غرق ہیں اور سخت افسوس یہ ہے کہ آپ لوگ ریش تراشی کا ارتکاب کریں اور بعضے کافر ریش درازی اختیار کرنے لگیں۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دین اپنا چھوڑ کر

میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

ایسے ایک مجتہد صاحب سے کسی سائل نے اس کی نسبت یا کلوخ لینے کی نسبت سوال کیا تھا۔ فرمایا ریش داشتن یا کلوخ گرفتن (بہ شک راوی صاحب دامت فیوضہم) اگرچہ خوب است و لیکن نباید داشت یا نباید گرفت کہ فعل سنیان است۔ نعوذ باللہ عزوجل من ذلک۔ زمانہ کے انقلاب سے حالت زمانہ بالکل مبدل ہو گئی۔ مسلمان اور کافروں میں کوئی تمیز ہی نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم۔ یعنی جس فرقہ کی جو شخص مشابہت کرے گا وہ اس فرقہ میں شمار ہو گا۔ اور جب صرف مشابہت کرنے والے کو بھی اسی فرقہ سے فرمایا تو بعضے لوگ بالکل بعینہ وہی ہو گئے ہیں جیسا بکثرت فساد عقائد مشاہدہ ہے۔ اتنا فرق ہے کہ مسلمانوں کے مکانوں میں پیدا ہوئے ہیں اور اگر ان صاحبوں کے دلوں میں خوف خدا نہیں رہا تو قومی شعار ہی سمجھ کر اپنی اس وضع کی حفاظت کریں اور دوسری وضع سے باز آئیں۔ یہ لوگ تو قومی حمیت کے بڑے مدعی ہیں' قوم کے نفع کے جویاں ہیں۔ انہیں امور کو ملحوظ نظر رکھ کر ریش تراشی کو ترک فرمائیے۔

(۸۸) طالب علموں کا طالب علمی کے خلاف کوئی کام کرنا بہت زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

(۸۹) بلاحاجت شدیدہ تصویر کھنچوانا حرام ہے :

ایضاً۔ کسی مقام کی روئیداد آئی اور اس کے شروع میں ایک تصویر تھی۔ ملاحظہ فرما کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا لوگوں سے بالکل دین جاتا رہا۔ مسخ ہوگئے تدین کی بو بھی نہیں پائی جاتی' بجائے حمد و نعت کے تصویر کھینچی 'لوگ ایسے امور پر نظر بھی نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک بجز ڈاکہ زنا وغیرہ کے باقی سب حلال ہیں' نعوذباللہ تعالیٰ من ذلک۔ پھر اس تصویر کے چہرہ پر کاغذ چسپاں کرا دیا اور فرمایا میرے نزدیک بالکل اس ورق کے پھاڑ ڈالنے سے یہ کاغذ چسپاں کردینا زیادہ مصلحت ہے کہ جو شخص دیکھے گا اس کو تنبیہہ ہوگی اور معدوم ہوجانے میں یہ تنبیہہ حاصل نہیں ہوتی۔

(۹۰) عبارت آرائی ناپسندیدہ ہے :

ایضاً۔ فرمایا مجھ کو آج کل کی نئی عبارت سے ازحد نفرت ہے' عجیب رنگ کی عبارت ہوتی ہے' مغالطات جھوٹی باتیں باطل کو حق کے پیرایہ میں دکھادینا اس کا خاصہ ہے۔ کسی بڑے مکار شخص نے ایجاد کی ہوگی۔

(۹۱) سونے کی صورت میں وضو دوبارہ کرے :

ایضاً (وقت عشاء) فرمایا فقہاء نے جو صورتیں نوم کی ایسی بیان کیں کہ نواقض نہیں۔ اس زمانہ میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ان میں بھی وضو کرے۔ اس وجہ سے کہ آج کل قویٰ ضعیف ہوگئے ہیں۔

(۹۲) بے حیائی دین سے دور کردیتی ہے :

۴ شعبان المعظم ۱۳۳۱ھ یوم چہار شنبہ وقت صبح۔ اس زمانہ میں بے شرمی' بے حیائی اور بددینی' بداخلاقی اتنی ترقی کر گئی ہے کہ لوگوں کو حرام قطعی میں حلال ہونے کا احتمال ہے۔ چنانچہ آج خط آیا' لکھا ہے کہ ایک شخص کی زوجہ حائضہ ہے

اور وہ بہت بے قرار ہے۔ اب وہ عورت اس مرد کو حالت بے قراری میں حلال ہے یا حرام۔ آپ کو حلال ہونے کا بھی احتمال ہے۔

(۹۳) ذاتی کام ہو تو جوابی خط لکھنا چاہئے :

ایضاً۔ فرمایا میں اپنے شاگردوں کو بھی اگر خط لکھتا ہوں اپنے کام کے لئے تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔ بعض لوگ کسی کو اگرچہ اپنے ہی کام کے واسطے لکھیں مگر ٹکٹ کا بار مکتوب الیہ پر ڈالتے ہیں۔ اس بے چارہ پر تو ایک بھی بار بہت ہے کہ جواب لکھے گا اپنے کام کے واسطے خط بھیجنا اور ٹکٹ کا بار مکتوب الیہ پر ڈالنا خلاف عقل بھی تو ہے۔ بعض محبین مجھ سے اس کی شکایت بھی کرتے ہیں کہ ہم کو جوابی کارڈ کیوں بھیجا۔ میں نے کہا بھائی یہی اچھا ہے، مجھے ہلکا پھلکا ہی رہنے دو۔

(۹۴) جبری سفارش جائز نہیں :

ایک طالب علم آئے اور کہا کہ میرے واسطے شہر میں کسی مسجد میں انتظام کر دیجئے۔ فرمایا میں شہر کے اندر کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ انہوں نے پھر کہا۔ فرمایا بھائی میری عمر پچاس سال کی ہوئی، میں نے آج تک تو حالت بدلی نہیں، اب میں تمہارے واسطے آج اپنی پنجاہ سالہ حالت کیسے بدل دوں گا۔ یہ تو غیر ممکن ہے۔ پھر کہا اچھی کسی مدرسہ کو لکھ دیجئے۔ فرمایا کس قماش کے آدمی ہو۔ میں نے بتلا دیا کہ میں کسی کو لکھتا لکھاتا کہتا کہلاتا نہیں۔ جیسا زمانہ ہو رہا ہے ویسے ہی لوگ مجھ سے برتاؤ کرتے ہیں۔ زمانہ میں یہی ہو رہا ہے کہ اسے خط لکھ دیا اس کو کہدیا۔

(۹۵) انبیاء علیہم السلام مغلوب الحال نہیں ہوتے :

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری تشریف فرما تھے اور مجمع عوام و خواص کا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اولیاء امت کی شان کو ان کو احوال سے لوگوں نے پہچانا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان کو بہت کم لوگوں

نے پہچانا ہے۔ چنانچہ اکثر اولیاء مغلوب الاحوال نے اپنی اولاد کے مرنے پر ہنس دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی یہ شان تھی کہ جب حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے صرف آنسو جاری ہوئے اور دل سے رضائے حق پر ثابت قدم رہے۔

(۹۶) دوسرے کی ایذاء پر صبر کرنا مجاہدہ ہے :

۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ۔ بیان فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ کی بی بی بہت بد مزاج تھیں۔ اکثر مرزا صاحب کو بہت برا بھلا کہہ سنایا کرتی تھیں اور حضرت مرزا صاحب کا ایسا مجاہدہ تھا کہ کچھ نہیں کہتے تھے اور صبر فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک روز کا یہ واقعہ ہے کہ ایک ولایتی خادم کو بی بی صاحبہ کی مزاج پرسی کے لئے مکان پر بھیجا۔ بی بی صاحبہ کلمات گستاخانہ حسب معمول سخت و ست مرزا صاحب کی شان میں زبان پر لائیں۔ خادم صاحب بہت غصہ میں بھرے ہوئے واپس آئے اور کچھ جواب مرزا صاحب کو نہیں دیا۔ آخر کار مرزا صاحب نے بہت دیر کے بعد خود ہی دریافت کیا کہ کہو بھائی! کیا حال بی بی صاحبہ کا ہے۔ کہا کہ کیا کہوں انہوں نے تو بہت ہی سخت ست باتیں حضور کی شان میں کہیں۔ اگر خلاف ادب نہ ہوتا تو آج ہی ان کا کام تمام کر دیتا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ نہیں بھائی وہ تو ہماری بڑی محسن ہیں۔ یہ سب انہیں کی برکت ہے کہ جو ہم کو یہ بزرگی ملی' ورنہ ہم میں کیا تھا۔

(۹۷) تاریخ ایضاً۔ حاجی صاحب کے سلسلہ میں حالات اور واقعات پہلے سب کو تھوڑا بہت پیش آتے ہیں۔ آخر میں ذکر اور طاعت کے سوا کچھ نہیں رہتا۔

(۹۸) اللہ نے معاف کر دیا :

تاریخ ایضاً۔ جناب حافظ صاحبؒ کسی قدر حقہ بھی پیا کرتے تھے۔ جس وقت حافظ صاحب کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ حقہ کے بارہ میں کیا

حالت پیش آئی۔ فرمایا کہ کچھ اس کا ذکر آیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

(۹۹) ریاء کا احتمال ذکر خفی میں بھی رہتا ہے :

بتاریخ مذکور۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا۔ اس نے کہا کہ ذکر جہر میں تو ریا ہے۔ فرمایا کہ ذکر جہر سے زیادہ ریا تو ذکر خفی میں ہے' کیونکہ جہر میں تو لوگ یہ سمجھیں گے لا الہ الا اللہ یوں ہی کر رہا ہے جو ہم بھی کر سکتے ہیں اور ذکر خفی میں یہ سمجھیں گے کہ آسمان زمین عرش کرسی کی سیر کر رہا ہے۔ اس میں تو اور ریا ہے۔

(۱۰۰) عارف کا ہر کام رضائے حق کے لئے ہوتا ہے :

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں عطر لگاتا ہوں تو حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اور ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو اس لئے کہ اس سے اچھی طرح سے ہر رگ و ریشہ سے حق تعالیٰ کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

(۱۰۱) تجلیات میں دھوکہ بھی ہو جاتا ہے :

فرمایا کہ ایک بزرگ نے تجلی روحانی کو تجلی حق سمجھ کر ایک مدت تک اس کی پرستش کی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تجلی حق کی نہیں ہے۔ آخر کار انہوں نے اس سے توبہ کی اور فرمایا کہ اسی وجہ سے عارفین نے الوان کی جانب توجہ کرنے سے منع کیا ہے کہ طالب حق دھوکہ میں آکر غیر حق کو حق سمجھ جاتا ہے۔

(۱۰۲) بات ٹوکنا بد تہذیبی ہے :

ایک شخص نے مسئلہ دریافت کرنے میں الٹ پلٹ باتیں کرنی شروع کیں۔ فرمایا کہ تم نے کہیں آدمی کی صحبت نہیں اٹھائی ہے ورنہ اس طور سے باتیں بے محل نہ کہتے۔ پہلی بات تو تمام ہونے دو درمیان سے بات کو مت کاٹو' یہ خلاف تہذیب ہے' اس کے بعد جو کہنا ہو کہو۔

(۱۰۳) مصلحین کو روک ٹوک کرنی چاہئے :

فرمایا کہ بزرگوں کے اخلاق بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کچھ روک ٹوک کسی کو نہیں کرتے ہیں۔ ایسا نہیں چاہئے۔ اس میں مسلمانوں کو ضرر ہوتا ہے' ان کی اصلاح کا خیال کرنا چاہئے۔

(۱۰۴) پریشان خواب معدہ کی خرابی سے بھی ہوتے ہیں :

ایک شخص نے کہا کہ مجھے خوب پریشاں نظر آتا ہے۔ اس کے دفعیہ کے لئے کوئی تعویذ دے دیجئے۔ فرمایا کہ یہ معدہ کی خرابی سے تبخیر اٹھتی ہے۔ اس وجہ سے خواب پریشان نظر آتا ہے۔ اس کا علاج کرو اور فرمایا کہ تاوقتیکہ کوئی شخص مجھ کو اس بات کا اطمینان نہیں دیتا کہ تعویذ کے ساتھ علاج معالجہ بھی کروں گا اس وقت تک میں اس کو تعویذ نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ اس کے بھروسہ پر علاج کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

(۱۰۵) دین فہم سکھاتا ہے :

فرمایا کہ دین دار آدمی فہیم ہوتے ہیں اور بد دین بدفہم ہوتے ہیں۔

(۱۰۶) خاندانی آدمی عالم ہو تو نفع زیادہ ہوتا ہے :

فرمایا کہ خاندانی آدمی اگر غریب بھی ہو اور علم دین پڑھے تو اس سے نفع کی امید بہت ہوتی ہے' کیونکہ اس کی نظر میں امراء کی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام جتنے ہوئے سب بڑے بڑے خاندانوں میں پیدا ہوئے۔

(۱۰۷) اجرت طے کرنی چاہئے :

فرمایا کہ ایک گاڑی بان نے مجھ سے کہا کہ میرے پیر نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ مزدوری طے کرکے مت لیا کرو۔ بلکہ جو کچھ دیوے لے لیا کرو۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ تو خلاف شرع بات ہے۔ شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ ہر کام کی اجرت پہلے طے کرلیا کرو تاکہ آئندہ جھگڑا فساد کسی قسم کا نہ ہو اور اگر جھگڑا بھی نہ ہو تو دل میں شکایت تو ضرور پیدا ہوگی۔

مجادلات معدلت

متعلقہ

حصہ ہشتم دعوات عبدیت

(۱) فاتحہ خلف الامام کو وجہ نزاع بنانا درست نہیں :

فرمایا کہ مجھ سے ایک عامی نے فاتحہ خلف الامام کی دلیل دریافت کی۔ میں نے اس سے کہا کہ میاں یہ تو ایک فرعی مسئلہ ہے' پہلے اصول کی تحقیق کرو۔ پھر اس میں گفتگو کرنا مثلاً اس میں گفتگو کرو کہ اسلام حق بھی ہے' اسلام پر مخالفین کے کیسے کیسے اعتراض ہیں پہلے ان کو تو دفع کرو۔ اگر وہ دفع ہوجاویں تو پھر میں اس کا بھی تمہیں جواب دے دوں گا۔ میاں یہ سب فضول جھگڑا ہے۔ اگر کوئی امام اعظم کا مقلد ہے تو وہ نہ پڑھے اور اگر کوئی امام شافعی کا مقلد ہے تو وہ پڑھ لیا کرے۔ اس میں کوئی جھگڑے کی ضرورت نہیں۔

(۲) جاہل کو قرآن مجید کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں :

فرمایا کہ مجھ سے ایک شخص نے کانپور میں یہ کہا کہ دیکھئے کلام مجید سے پاؤں کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ کہاں سے؟ اس نے کلام مجید کھول کر وامسحوا برءوسکم وارجلکم کی آیت دکھلائی اور کہا کہ دیکھئے اس سے ثابت ہوتا ہے اور اس کلام مجید میں ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کا تھا۔ اس میں ترجمہ کیا تھا ملو یعنی ملو اپنے سروں کو اور آگے تھا اور اپنے پیروں کو جو متصل تھا' اس سے دھوکا ہوا اپنے منہ کو اور اس نے متصل سمجھا قریب کے اور مطلب یہ سمجھا کہ

ملوا اپنے پیروں کو۔ چونکہ وہ جاہل تھا اس لئے اس کو باقاعدہ تو سمجھا نہ سکا کیونکہ وہ عربی بالکل نہیں جانتا تھا۔ تو میں نے اسے دوسرے طور سے جواب دیا۔ وہ یہ کہ میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ یہ تو بتاؤ کہ تم نے کلام مجید کو کلام مجید کیسے جانا۔ اس نے کہا کہ علماء کے کہنے سے۔ پس میں نے اس سے کہا جیسے تم نے علماء کے کہنے سے کلام مجید مان لیا ہے ویسا ہی علماء کے کہنے سے اس کو بھی مان لو کہ پاؤں کا مسح جائز نہیں ہے، بلکہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ پس فوراً چپ ہو گیا اور میں نے اس سے کہا دیکھو خبردار جواب سے کبھی کلام مجید کا ترجمہ خود دیکھا۔ حاصل یہ کہ جاہل آدمی بلکہ ناقص عالم کو کلام مجید کا ترجمہ بلا کسی معتبر عالم سے سبقاً سبقاً پڑھے ہوئے ہرگز نہیں دیکھنا چاہئے۔ ورنہ کچھ کا کچھ سمجھ جاویں گے جیسا کہ اس شخص نے سمجھا تھا۔

(۳) فرض حج بے پردگی کے احتمال کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا:

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت عورتوں کو حج میں لے جانے سے تو بڑی بے حیائی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ریل کے سفر میں بھی وہی بات ہوتی ہے، پھر اس سے کیوں نہیں رکتے۔ یہ سب واہیات شیطانی وسوسے ہیں۔ اس کی وجہ سے احکام الٰہی مثلاً فرائض سے ہرگز نہیں رکنا چاہئے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو خواہ وہ کتنا ہی پردہ کرے مگر تاہم بے پردہ ہو کر رہے گی۔ چنانچہ غزوۂ احد میں جب منافقین نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے تو قتل سے بچ جاتے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں آیت قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم نازل فرمائی کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں پر قتل لکھا گیا ہے اگر وہ لوگ اپنے مکانوں میں بند ہوں گے تاہم اللہ تعالیٰ ان کو نکال کر قتل کرے گا اور بچ نہیں سکتے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے حق میں بے پردہ ہونا لکھا ہوا ہے تو چاہے وہ لاکھ پردہ کرے مگر وہ بے پردہ ہو کر رہے گی۔ پس جس پر حج فرض ہے اس کو حج ضرور کرنا چاہئے اور بے پردگی کا خیال نہ کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ لامکان ہیں :

فرمایا کہ الرحمٰن علی العرش استوٰی میں علیٰ کے لفظ سے مکانیت سمجھنا بڑی غلطی ہے' کیونکہ عرش منتہی امکنہ کا ہے۔ اس کے اوپر مکان ہی نہیں۔ پس مدلول اس کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہیں۔

(۵) غیراختیاری وساوس مضر نہیں :

فرمایا کہ وسوسہ کے متکلم تم نہیں ہو بلکہ اس کا متکلم شیطان ہے۔ اس لئے وسوسہ سے غم مت کرو کیونکہ تم اس کے سامع ہو جیسے تم تو بادشاہ کی ثنا کر رہے ہو اور دوسرا بادشاہ کی برائی کر رہا ہے تو تم کو رنج کیوں۔ نیز وسوسہ آنے کے وقت یہ مت سمجھو کہ وسوسہ داخل ہو رہا ہے' بلکہ یہ سمجھو کہ وہ نکل رہا ہے۔ چنانچہ چور گھر سے نکلتے وقت بھی دکھائی دیتا ہے۔

(۶) کرامت فعل حق ہے :

فرمایا کہ بعض متقشف یعنی خشک مزاج کرامات اولیاء کے قائل ہونے کو شرک قرار دیتے ہیں اور اپنے کو موحد کہتے ہیں' حالانکہ دراصل شرک ان کے عقیدہ میں ہے کیونکہ وہ فعل عبد سمجھ کر اس کے منکر ہوتے ہیں اور عبد کو خالق سمجھتے ہیں بلکہ قائل کرامات ہی موحد ہیں۔ کیونکہ وہ اس کو فعل اللہ سمجھتے ہیں' اسی لئے وہ اس کی کوئی حد نہیں سمجھتے۔ یعنی بڑے سے بڑے خارق کو ممکن کہتے ہیں بہ استثناء ما استثناہ الشرع کالاتیان بمثل القرآن۔

(۷) عبادت مکلف پر لازم ہے :

فرمایا کہ اگر کسی صورت مثالیہ سے احکام شرعیہ صادر ہوں تو اس کے عین سے تکلیف ساقط نہ ہوگی' مثلاً کسی بزرگ کے مثال سے نماز ادا ہو جاوے تو ان سے ادا نہ ہوگی۔ چنانچہ بعض بزرگ اپنی جگہ ہی بیٹھے رہتے ہیں اور ان کی مثال ان کی ہمشکل ہو کر نماز پڑھتی ہے اور وہ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ بس اب میرے

پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ بغیر ان کے پڑھے ہوئے نماز ہرگز ادا نہیں ہو سکتی۔

(۸) ہر عرض کی صورت جوہریہ ہوتی ہے :

فرمایا کہ صوفیہ عالم مثال میں ہر عرض کے لئے اس کی صورت مثالیہ جوہریہ تسلیم کرتے ہیں۔ مگر متکلمین اس کے منکر ہیں۔ لیکن اگر صوفیہ کا قول مان لیا جاوے تو وزن اعمال کا مسئلہ بے غبار ہو جاوے گا۔

(۹) بعض کو تقلیل عبادت سے تکلیف ہوتی ہے :

فرمایا کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی دلیل ہے مجاہدین فی العبادات کی، کیونکہ ان کو تقلیل عبادت سے تکلیف و پریشانی ہوتی ہے۔

(۱۰) مرض لزوماً متعدی نہیں ہوتا :

فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا عدوی و لا طیرۃ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مرض لزوماً متعدی نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ بدفالی کی کوئی چیز ہے اور بعض دفعہ جو چیچک یا طاعون وغیرہ میں متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس سے لزوم لازم نہیں آتا بلکہ اتنا معلوم ہوا کہ کبھی متعدی ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا اور حدیث میں لزوم کی نفی ہے نہ مطلق تعدیہ کی۔ پھر فرمایا کہ طاعون میں تبدیل مکان تو جائز ہے مگر تبدیل شہر یا بیرون شہر جانا جائز نہیں۔ پس جو لوگ شہر چھوڑ کر جنگل میں یا دوسرے شہر میں چلے جاتے ہیں یہ ہرگز درست نہیں ہے۔

(۱۱) وسوسہ کی طرف توجہ نہ کرے :

فرمایا کہ دفعہ وسوسہ کے لئے جو حدیث میں بائیں طرف تھوکنا آیا ہے مقصود اس سے عدم اہتمام وسوسہ کا ہے نہ کہ اہتمام اس عمل کا۔ پس جس کو وسوسوں کے غلبہ سے اس کا اہتمام ہو جاوے وہ یہ بھی نہ کرے۔

(۱۲) ایک باطل توجیہ :

فرمایا کہ اس وقت بعض لوگوں نے کتب علیکم الصیام الی قولہٖ ایامًا معدودات سے اور واذکروا اللّٰہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ کی تفسیر سے کہ دس گیارہ بارہ تاریخ ہے رمضان شریف کے تین روزہ ان تین تاریخوں میں ثابت کئے ہیں مگر یہ بالکل باطل ہے۔ کیونکہ ایاما معدودات سے اگر ہر جگہ یہی تین روز مراد ہوا کریں تو ایک دوسری جگہ بھی لن تمسنا النار الا ایامًا معدودات آیا ہے تو کیا یہود کو بھی ان ہی تاریخوں میں عذاب ہوگا وبس۔

(۱۳) قلب کے ساتھ جوارح کو بھی سزا ہوگی :

فرمایا کہ آثم قلبہ میں قلب کی تخصیص اس لئے کی کہ کتمان اصل فعل قلب کا ہے۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جوارح کو سزا نہ ہوگی بلکہ جوارح کو بھی سزا دی جائے گی۔

(۱۴) موسیٰ علیہ السلام قطب الارشاد اور خضر علیہ السلام قطب التکوین تھے

فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام قطب الارشاد تھے اور خضر علیہ السلام قطب تکوین تھے یعنی انتظام عالم باذان اللہ کرتے تھے۔ چنانچہ لڑکے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قتل کیا تھا علیٰ ہذا دیوار کا سیدھا کرنا کشتی کا شکست کرنا سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ قطب الارشاد تھے اس لئے اعتراض کرتے تھے (باقی توجیہ افعال خضر علیہ السلام کے لئے تفسیر بیان القرآن دیکھو)

(۱۵) ذکر آہستہ آہستہ اخلاق ذمیمہ کو ختم کر دیتا ہے :

فرمایا کہ اخلاق ذمیمہ کے علاج میں صرف ذکر شغل کافی ہونے کے لئے

میرے دل میں ایک نئی بات آئی ہے جو اس سے پہلے ذہن میں نہ آئی تھی۔ وہ یہ کہ چونکہ ذکراللہ سے قلب میں ایک قسم کا نور و انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے اور معصیت سے ان کے اضداد ظلمت و کدورت و انقباض اس لئے جب ذاکر سے کوئی معصیت سرزد ہوتی ہے تو وہ نور جو ذکر سے حاصل ہوا تھا مبدل بہ ظلمت و کدورت ہو جاتا ہے اور جو حظ اس کو پہلے حاصل تھا وہ زائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو فوراً اس معصیت پر تنبہ ہو جاتا ہے اور اس سے متنفر ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ تمام معاصی سے نفرت ہو جاتی ہے اور اسی طرح صرف ذکر و شغل ہی اخلاق ذمیمہ کے علاج کے لئے کافی ہو جاتے ہیں بشرطیکہ تنبہ کی طرف بھی توجہ ہو۔ اور تنبہ کے بعد اصلاح کی طرف بھی۔

(۱۶) علماء مغلوب الغضب نہیں ہوتے :

فرمایا کہ جو لوگ علماء کو متعصب و غصیارہ کہتے ہیں وہ لوگ بالکل غلطی پر ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے بامروت و منصف مزاج یہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ غصہ جب کرتے ہیں کہ یہ لوگ کوئی بے تعظیمی دین کے ساتھ کرتے ہیں اور ایسے وقت میں غصہ کرنا یہ اعلیٰ درجہ کا مروت و انصاف ہے۔

(۱۷) ضرورت میں کتا رکھنے کی اجازت ہے :

فرمایا کہ کتے کو وفادار و پاسبان کہتے ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن اگر کوئی چور اس کے پاس گھی چوری روٹی و بھنا ہوا گوشت رکھ دے تو وہ اس کے کھانے میں لگ جاتا ہے۔ باقی بعض حالات میں پاسبانی بھی کرتا ہے' اس لئے اس ضرورت سے پالنے کی اجازت بھی ہے۔

(۱۸) رمضان شریف میں سرکش شیاطین بند ہوتے ہیں :

فرمایا کہ رمضان المبارک میں سرکش شیاطین جکڑے جاتے ہیں نہ کل۔

اس لئے بعض معاصی رمضان میں بھی واقع ہو جاتے ہیں۔ مگر چونکہ سرکش شیاطین مقید ہوتے ہیں اس لئے گناہ سے اگر بچنا چاہے تو زیادہ آسان ہے، مگر کسی قدر قصد و ہمت کی ضرورت ہے۔

(۱۹) ایک مکاشفہ کی اصلاح :

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مرحوم کی خدمت میں ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں حالت مکاشفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہم مرتبہ پاتا ہوں تو مولانا نے فرمایا کہ اس کو ایسا سمجھو کہ جیسے (ج) ہے اور اس کا نقطہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس نے (ج) لکھی ہے اسی نے نقطہ بھی لگایا ہے مگر تاہم دائرہ جیم و نقطہ جیم میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ تابع و متبوع کا فرق ہے۔ اب یہاں پر یہ سمجھنا چاہئے کہ تخلیق میں تم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں برابر ہو اور تم نے اسی رتبہ کو دیکھا ہے ورنہ تمہارے اور صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ میں بڑا فرق ہے جیسا کہ لفظ جیم اور اس کے نقطہ میں حالانکہ کاتب دونوں کا ایک ہی ہے مگر تاہم دونوں میں بڑا فرق ہے۔

(۲۰) تفسیر آیت :

فرمایا کہ ولقد کتبنافی الزبور من بعدالذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون سے جو نصرت عباد صالحین معلوم ہوتی ہے وہ کسی دلیل سے دوامی نہیں ہے بلکہ اگر ایک بار اس کا وقوع ہو گیا پیشین گوئی صادر ہو گئی اور یہ پیشین گوئی زبور میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے۔

(۲۱) قرآن کا تکرار بوجہ شفقت ہے :

فرمایا کہ قرآن شریف میں ایک بات کا بار بار ذکر آنا نہایت شفقت کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ باپ ایک بات کو دس دس دفعہ اور طرح طرح سے بیٹے کو سمجھاتا ہے۔

(۲۲) اولیاء کی صحبت سے گر کی بات معلوم ہو جاتی ہے :

فرمایا کہ :

یک زمانے صحبت با اولیاء : بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر اولیاء اللہ کی خدمت میں رہنے سے بعضی بات ایسی معلوم ہو جاتی ہے کہ سو سال عبادت کرو جب بھی وہ بات نہیں معلوم ہوتی اور وہی بعضی بات ایسی ہوتی ہے کہ اس کی تمام عمر کے واسطے کافی ہو جاتی ہے اور جو معنی اس کے عوام نے سمجھے ہیں وہ نہ کلی ہیں نہ اکثری۔

(۲۳) عصمت کا حاصل معصیت کا نہ ہونا ہے :

فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے دریافت کیا کہ میرے دل میں کیا ہے اور آپ نے آیت دخان کی اپنے دل میں لے لی۔ تو اس نے کہا دخ ہے۔ اب یہاں پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کیسے اطلاع ہو گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عصمت کے لوازم سے یہ ہے کہ عمل معصیت نہیں کرا سکتا۔ باقی اگر قلب کا حال یا دوسرے اعضاء میں جو چیز منقش ہو اس کو معلوم کر لینا یہ منافی عصمت نہیں۔ اس کا ثبوت اکثر آیات قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمراہی موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: وما انسانیه الا الشیطان یا ایوب علیہ السلام کا قول: انی مسنی الشیطٰن بنصب و عذاب وغیرہ اس کے موید ہیں۔

(۲۴) باحیا ہونا مقید ہونا نہیں :

فرمایا کہ ایک شخص سے ایک یورپین نے یہ کہا کہ تمہارے یہاں عورتوں کو کیوں قید میں رکھتے ہیں۔ ان کو بڑی تکلیف ہوتی ہو گی۔ یہ تمہارے یہاں عورتوں پر بڑا ظلم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قید نام ہے خلاف طبیعت پر مجبور کرنے کا۔

چونکہ مسلمانوں کی عورتوں میں حیا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے ہی کو ناپسند کرتی ہیں۔ تو یہ قید نہیں ہے بلکہ اگر ان کو باہر نکلنے کو کہا جاوے تو خلاف طبیعت ہونے سے یہ قید ہے۔

(۲۵) لوگ بات کرتے وقت تحقیق نہیں کرتے :

آج کل لوگ اکثر بے تحقیق بات کہنے لگتے ہیں۔ خصوصاً اہل اخبار۔ چنانچہ ایک اخبار میں لکھا گیا کہ مولانا اشرف علی صاحب اور فلاں خان صاحب کی مخالفت آجکل ضرب المثل ہے۔ اس لئے اس امر میں متفق ہو کر کوشش کریں کہ گورنمنٹ سے اس قانون کی منسوخی کی درخواست کریں کہ جو شخص حج کو جاوے وہ ٹکٹ واپسی کا بھی لے۔ مگر ان نامہ نگار صاحب سے کوئی یہ پوچھے آپ کو دونوں کے رائے دینے کے قبل یہ تو تحقیق کرنا چاہئے کہ مخالفت کس کی جانب سے ہے۔ تو یہ اس طرح سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ دیکھ لیا جاوے کہ میری مخالفت میں ان کے کتنے رسالہ ہیں اور ان کی مخالفت میں میرے کتنے رسالے ہیں۔ شاید انہوں نے اس مثل سے استدلال کیا ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے تو بجتی ہی نہیں لیکن اس کو سمجھنا چاہئے کہ تالی بجنے کے لئے آیا دوسری ہتھیلی کے وجود کی ضرورت ہے یا اس کی حرکت کی بھی۔ سو بغیر اس کے وجود کے تو واقعی نہیں بجتی۔ لیکن بغیر حرکت کے تو بج سکتی ہے۔ اب میرا وجود تو ہے مگر میری جانب سے حرکت نہیں، یعنی مجھے اس کا بالکل اہتمام نہیں۔

(۲۶) علم کے لئے عقل ہونا بھی ضروری ہے :

مولانا محمد یعقوب صاحب جس وقت اجمیر تشریف رکھتے تھے وہاں پر شیعوں نے تعزیئے اٹھائے۔ ہندو کسی موقع پر مانع آئے اور تعزیہ اٹھانے سے منع کیا۔ انہوں نے نہ مانا، خوب لاٹھی چلی۔ مسلمانوں نے وہاں کے علماء سے مسئلہ دریافت کیا کہ ہم مسلمانوں کی مدد کریں یا نہیں؟ علماء نے کہا نہیں۔ خوب لڑنے دو۔ بدعت

اور کفر کا مقابلہ ہے۔ کیا حرج ہے۔ بدعت جاتی رہے گی۔ کسی نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں جاؤ مدد کرو۔ ہندو جو تعزیہ سے مانع آئے ہیں وہ اس کو بدعت سمجھ کر نہیں بلکہ اہل اسلام کا مذہبی شعار سمجھ کر گویا وہ اسلام کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ علم کے واسطے عقل ہونا بھی ضروری ہے۔

(۲۷) حدیث سجدۂ شمس تحت العرش کی توضیح :

بعد مغرب ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ سائل نے دریافت کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے جس وقت آفتاب غروب ہوتا ہے اس وقت سجدہ کرنا حرام ہے۔ تو آفتاب غروب ہی کب ہوتا ہے۔ ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع رہتا ہے۔ فرمایا ذرا توقف کرو ان شاء اللہ نفل پڑھنے کے بعد سمجھا دوں گا۔ چنانچہ بعد نفل بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کا ایک جواب جو میرے ذہن میں پہلے سے تھا وہ چند مقدمات علم ریاضی پر موقوف ہے۔ شاید وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے اور اگر آ بھی گیا تب بھی طوالت بہت ہے اور اول اسی کے بتانے کا ارادہ تھا' لیکن ابھی درمیان نماز میں ایک اور جواب جو اس سے عمدہ اور سہل ہے من جانب اللہ ذہن میں آیا جو عنقریب بیان کروں گا۔ اس حدیث میں دو سوال ہیں: ایک تو یہ کہ آفتاب غروب کب ہوتا ہے؟ دوسرا کہ جو سوال اول سے بھی ادق و مشکل ہے یہ ہے کہ فرمایا ہے: تسجد تحت العرش۔ تحت العرش کے کیا معنی؟ کیونکہ تمام اشیاء ہر وقت ہی تحت العرش ہیں۔ عرش تو محیط ہے۔ سو سوال اول کا جواب تو یہ ہے کہ ارض کا مشاہدہ سے کرہ (گول) ہونا ثابت ہے اور زمین کا آباد اکثری حصہ وہ ہے جو عرفاً فوق کہلاتا ہے اور اس کو معظم معمورہ کہتے ہیں۔ اب حدیث سمجھنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تغرب جو فرمایا اس سے غروب سے مراد غروب بہ اعتبار معظم معمورہ کے ہے جس کے اوپر قرائن دال ہیں۔ اول متکلم یعنی جناب رسول اللہ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود معظم معمورہ ہی کی مغرب مراد ہے۔ یہ بھی قرینہ اس پر دال ہے کہ اس سے مراد معظم

معمورہ ہے اور سوال ثانی کا جواب یہ ہے اول یہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ اس سے پہلے جمعہ کے وعظ میں بیان ہوا ہے کہ ہر شے کی ایک روح ہوتی ہے۔ تو بس آفتاب کی بھی ایک روح ہے اور وہی سجدہ کرتی ہے اور تحت عرش سے مراد مطلق تحت نہیں بلکہ مع القرب مراد ہے۔ یعنی آفتاب کی روح عرش کے قریب سجدہ کرتی ہے اور تحت سے مراد تحت مع القرب ہونے کی مثال یہ ہے جیسے ایک ہفت منزلہ مکان ہے۔ کوئی کہے کہ منزل ہفتم کے نیچے فلاں چیز رکھی ہے کبھی بھی ذہن منزل اول میں نہ جائے گا کہ اس سے مراد منزل اول ہے۔ حالانکہ وہ بھی اس کے نیچے ہی ہے۔ بلکہ فوراً ذہن منزل ششم کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ چونکہ وہی قریب اور متصل ہے (اس جواب لاجواب سے سائل کو بے حد مسرت ہوئی)

(۲۸) مسجد قربات مقصودہ کے لئے ہے :

وقت ظہر ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ ایک طالب علم نے سوال کیا کہ درون مسجد اذان کہنا کیسا ہے۔ فرمایا غیر اولیٰ ہے۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ مسجد کے اندر ذکر جہر کرنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا اگر کسی مصلی کو تشویش نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اس نے پھر پوچھا کہ اذان مسجد میں غیر اولیٰ کیوں ہے؟ اذان و ذکر میں کیا فرق ہے کہ ایک کا جہر خلاف اولیٰ اور دوسرے کا جائز۔ جواب میں ارشاد فرمایا مسجد موضوع ہے قربات مقصودہ کے واسطے اور اذان قربت مقصودہ نہیں۔ اگرچہ بحیثیت ذکر کے قربت مقصودہ ہے لیکن اس سے ذکر مقصود نہیں ہوتا بلکہ اعلام مراد ہوتا ہے۔ اس لئے مسجد میں کہ موضع ہے قربات مقصودہ کے لئے مناسب نہیں بخلاف ذکر کے کہ وہ خود قربت مقصودہ ہے (سبحان اللہ! کیا ہی لطیف وجہ بیان فرمائی) فقط

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

کے ملفوظات، تالیفات سے منتخب سینکڑوں حکایات کا دلچسپ مجموعہ

امثال عبرت

مع

مزاحیہ حکایات

مرتبین

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ بجنوری خلیفہ حکیم الامت تھانویؒ

جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان پاکستان فون: 540513 - 41501